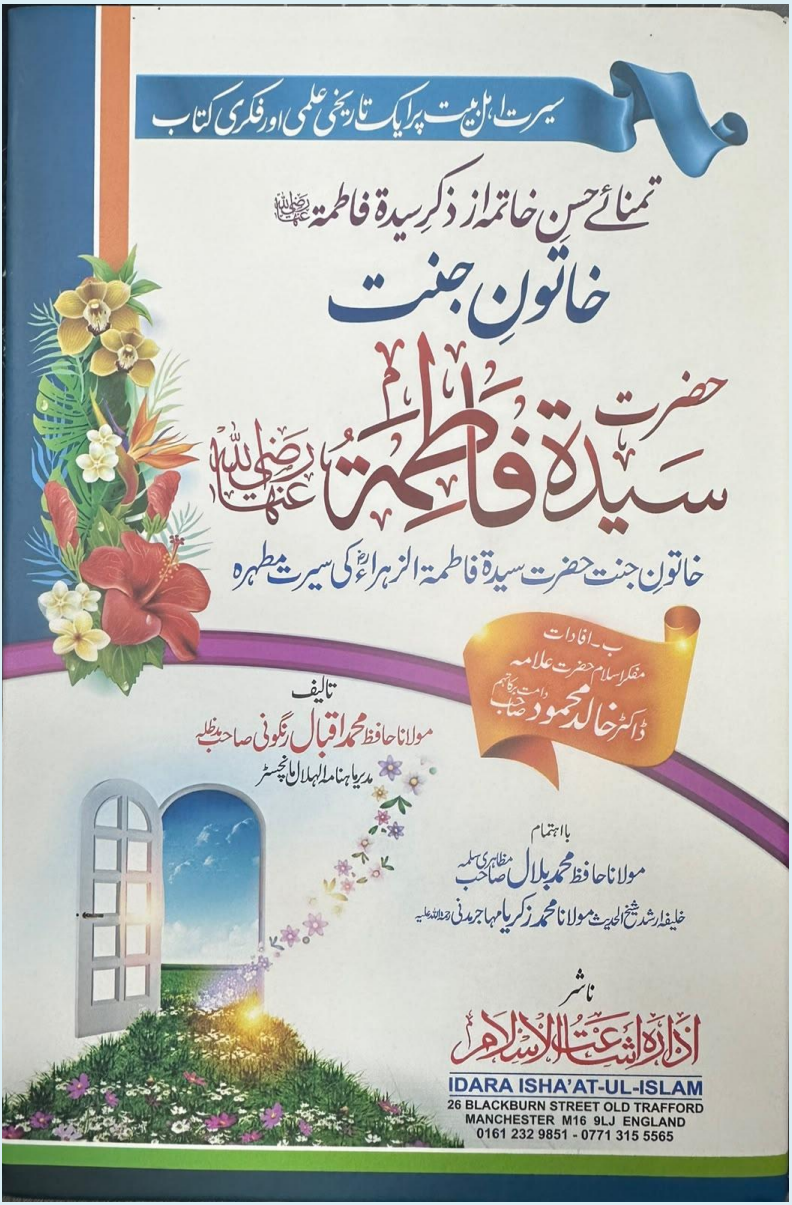

سیرت اہل بیت پر ایک تاریخی علمی اور فکری کتاب
تمنائے حسن خاتمہ از ذکر سیدۃ فاطمۃ رضی اللہ عنہا
خاتونِ جنت
حضرت سیدۃ فاطمۃ رضی اللہ عنہا
خاتونِ جنت حضرت سیدۃ فاطمۃ الزہراءؓ کی سیرت مطہرہ
ب۔افادات
مفکر اسلام حضرت علامہ
ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم
تالیف
مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مظلہ
مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر
بااہتمام
مولانا حافظ محمد بلال مظاہری سلمہ صاحب
خلیفہ ارشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ علیہ
ناشر
ادارہ اشاعت الاسلام
IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM
26 BLACKBURN STREET OLD TRAFFORD
MANCHESTER M16 9LJ ENGLAND
0161 232 9851 - 0771 315 5565

پیش نظر کتاب کو شائع کرنے کے خواہشمند حضرات ادارہ سے اجازت لیں

نام کتاب	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
از قلم:	حافظ محمد اقبال رنگونی
صفحات	۳۱۲
طباعت اول	۲۰۱۰ء
طباعت دوم	اکتوبر ۲۰۲۶ء
ناشر	ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر
تعداد	۱۱۰۰

برطانیہ میں ملنے کا پتہ

IDARA ISHA ATUL ISLAM

26. Blackburn Street Old Trafford , Manchester M16 9LJ (U.K)

Tel: 0161 232 9851 Email. imdadia@hotmail.co.uk

پاکستان میں ملنے کے پتے:

☆... صدیقی ٹرسٹ۔ المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰

☆... جامعہ ابوہریرہ۔ القاسم اکیڈیمی... خالق آباد... نوشہرہ... کے پی کے۔

☆... محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ اردو بازار لاہور Mob:0302-4284770

فہرست

❁	فہرست عنوانات	3
❁	حضرت مولانا حافظ محمد مہر میانوالی رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ	9
❁	حضرت مولانا عبدالقیوم ھقانی صاحب مدظلہ کی رائے گرامی	9
❁	حضرت مولانا محمد ازہر صاحب زید مجدہ کی رائے گرامی	13
❁	حضرت مولانا عبدالجبار سلفی صاحب زید مجدہ کی رائے گرامی	14
❁	حضرت مولانا اسماعیل بسم اللہ صاحب (کفلیتہ) کا گرامی نامہ	14
❁	حضرت مولانا عبدالرشید عراقی صاحب کی رائے گرامی	15
❁	ماہنامہ شمس الاسلام (بھیرہ) کا کتاب پر تبصرہ	16
❁	مقدمہ	17
❁	کتاب کی سبب تالیف	17
❁	قرابت رسالت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں	18
❁	اہل بیت نبوی کا دھیان رکھنے کی صدیقی تاکید	19
❁	شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی کا اعتراف	19
❁	درود شریف میں اہل بیت کا ذکر خیر	20
❁	حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اظہار عقیدت	20
❁	اہل سنت والجماعت کے عقیدے میں اہل بیت کا مقام	21
❁	علامہ محمد بن مبارک حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	21
❁	مسلمانوں پر اہل بیت کرام کی محبت واجب ہے	22
❁	شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	22

❁	اہل بیت فخر ومباہات میں سب سے اعلی ہیں	22
❁	مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	22
❁	اہل بیت کرام کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں	23
❁	حجۃ الاسلام علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	23
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شیعہ روایات میں	24
❁	مصحف فاطمہ کیا ہے؟	25
❁	ایرانی سربراہ علامہ خمینی کا عقیدہ	25
❁	امام مہدیؒ کے پاس مصحف فاطمہؓ ہونے کا دعوی	26
❁	حضرت سیدہ فاطمہؓ کا انبیاء کرام سے افضل ہونے کا دعوی	28
❁	شیعہ دانشور ڈاکٹر موسی الموسوی کا اس غلو پر تبصرہ	27
❁	حضرت سیدہ فاطمہؓ خواتین امت کے لئے ضیاء بار ہیں	30
❁	حجۃ الاسلام علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	30
❁	خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مطہرہ	31
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت	32
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک	32
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام اور القاب	33
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن	36
❁	حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا انتقال	39
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت مدینہ منورہ	39
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	40
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے مکان کا انتظام	47

❁	حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے لئے نبوی دعا اور مبارکباد	51
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مکان میں آجانا	53
❁	یہ تھا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر	54
❁	یہ تھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی	55
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معاشی حالت	57
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عبادات	60
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد اور ورع	61
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے باغات وقف کر دینا	65
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انفاق فی سبیل اللہ	67
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک کرامت	71
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے تسبیحات کا خوبصورت تحفہ	73
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان جہاد میں	80
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین شہزادی	82
❁	ایک شیعہ عالم کی غلط بیانی کا جائزہ	86
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جگر تھیں	88
❁	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میاں اور بیوی کے مابین مصالحت کرانا	100
❁	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عمل صالح کی تاکید کرنا	100
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا گہرا اثر	106
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محشر میں تکریم کا منظر	115
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جنت میں شان	116
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات	117

❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ	121
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک	126
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث	127
❁	**حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہل وعیال**	132
❁	شوہر نامدار حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر	132
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد	138
❁	سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک	139
❁	سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک	141
❁	سیدنا حضرت محسن رضی اللہ عنہ	144
❁	حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر	145
❁	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر	146
❁	**اہل بیت کرام حضرات شیخین کریمین کی نظر محبت میں**	157
❁	ام المومنین حضرت عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے مابین محبت وعقیدت	167
❁	**حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے نام پر پھیلائے گئے الزامات کا جائزہ**	172
❁	باغ فدک اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف	173
❁	فدک کی زمین کیا اور کہاں تھی؟	174
❁	مال فئے کے متعلق قرآن کا حکم	174
❁	فدک میں کل کتنے درخت تھے؟	175
❁	کیا فدک کا حدود اربعہ آدھی دنیا سے زیادہ تھا؟	176
❁	فدک درحقیقت خلافت کا نام ہے (شیعہ عالم)	178
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق پر رافضی حملہ	180

❁	قرآن کریم میں مال فئے کا مصرف کیا ہے؟	181
❁	پیغمبر کے بعد مال فئے کس کی ذمہ داری میں ہوتا ہے؟	181
❁	کیا مال فئے میں وراثت چلتی ہے؟	183
❁	مال فئے پر قبضہ مالکانہ نہیں، متولیانہ ہوتا ہے	184
❁	باغ فدک عہد صدیقی رضی اللہ عنہا میں	188
❁	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہؓ کے نام پیغام	188
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکرؓ کے نام پیغام	189
❁	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کا صدیقی وعدہ	190
❁	آپ میرے مال میں سے جو چاہیں لے لیں (حضرت ابو بکرؓ)	191
❁	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی وعدہ کیا تھا؟	193
❁	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کو وراثت میں کیا دیا؟	193
❁	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ فدک کسی کی تملیک میں دیا تھا؟	194
❁	حضرت ابو بکرؓ کا مال فئے میں سے اہل بیت کے گھر سامان پہنچانا	195
❁	باغ فدک عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں	196
❁	باغ فدک حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے دور میں	198
❁	باغ فدک حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے دور میں	201
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حدیث سن کر سر جھکا دینا	202
❁	رافضی علماء کا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ	205
❁	خلیفہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟	207
❁	حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ شیخین کی حمایت میں	209
❁	حدیث ''لانورث'' کے راویان کرام	214

❁	کیا حضرت سیدہؓ نے حضرت عباسؓ کو وراثت دی تھی؟	227
❁	باغ فدک کے متعلق شیعہ علماء کا دوسرا موقف	237
❁	کیا حضور ﷺ نے باغ فدک ہبہ کر دیا تھا؟	237
❁	قرآن کریم میں تحریف کا شیعہ دعوی	249
❁	باغ فدک کے متعلق شیعہ علماء کا تیسرا موقف	251
❁	باغ فدک کے متعلق شیعہ علماء کا چوتھا موقف	253
❁	ایک سوال اور اس کا جواب	225
❁	ایک اور سوال اور اس کا جواب	258
❁	ائمہ اہل بیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تائید وحمایت میں	262
❁	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر وثیقہ پھاڑنے کا گھٹیا الزام	274
❁	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کی کہانی کی حقیقت	280
❁	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قرآنی حکم کی مخالفت کا الزام	292
❁	کیا ازواج مطہراتؓ کو حجرے بطور وراثت ملے تھے؟	295
❁	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حضرت سیدہؓ کا گھر جلانے کے الزام کا جائزہ	297
❁		

کتاب کے متعلق اکابر علماء کی آراء

محقق اہل سنت حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی بخیر ہو گا

صدیقی ٹرسٹ کی معرفت حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کی تازہ کتاب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وصول پائی شکریہ۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سیرت پر ان کی کتاب پہلے وصول پائی تھی اور شکریہ کے ساتھ رائے بھی لکھ دی تھی۔ الحمد للہ دو دن میں اس کتاب کا اکثر حصہ پڑھ لیا ہے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے کمالات وخصائص کے علاوہ آپ کے والدین کریمین، آپ کی تین بہنیں اور تین بھائی، اولاد، اور اہل وعیال اور سب متعلقین کا تفصیلی تعارف مدح وثناء کتاب کی اصل جان ہے جس سے اور کتابیں خالی ہیں پھر ماشاء اللہ حافظ صاحب کا کتب شیعہ پر بھی مطالعہ کا خاص ذوق ہے اپنی تائید میں خاص حوالے جمع کرتے ہیں اور ان کے کفریات پر بھی آپ کو بہت مواد مل جاتا ہے (اللھم زد فزد) ہر گمراہ فرقہ تضاد اور تلبس الحق بالباطل کا مرتکب ہوتا ہے ۔۔۔۔ مولانا رنگونی صاحب اور حضرت علامہ صاحب کو میرا ہدیہ سلام پہنچادیں یاد آوری کا شکریہ

حافظ مہر محمد میانوالی (۱۸ اکتوبر ۲۰۱۰ء)

رائے گرامی: شارح صحیح مسلم حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب مدظلہ العالی

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی کا نام نامی اسم گرامی "ماہنامہ القاسم" کے لئے کوئی نیا نہیں ہے آپ جید عالم دین اور کامیاب مصنف ہیں، سیرت وسوانح، تذکرہ وتاریخ آپ کا خاص موضوع ہے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اہل بیت اور حب صحابہ آپ کی ہر تحریر سے چھلکتی ہے ۔ حضرات صحابہ کرام پر آپ کے کئی علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابیں اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکی ہیں

اب کے بار آپ نے جگر گوشہ رسول خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قلم اٹھایا ہے اور

لکھنے کا حق ادا کیا ہے، ماضی میں سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جتنی کتابیں لکھی گئیں گویا ان کا عطر کشید کر لیا گیا ہے

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے والدین کریمین، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہنیں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم، آپ کے بھائی قاسم، عبد اللہ اور سوتیلے بھائی ابراہیم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے بارے میں مستشرقین اور شیعی مغالطات کے جوابات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب، حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے اہل و عیال شیخین پر لگائے گئے شیعی الزامات کا جائزہ، اور فدک اور ان جیسے دیگر اہم موضوعات کے تذکرہ سے کتاب مزین ہے۔

مولانا رنگونی کا کمال یہ ہے کہ ہر بات باحوالہ تحریر فرماتے ہیں اور ان کا یہ ذوق کیوں نہ ہو گا کہ انہیں مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ کا تلمذ و سرپرستے حاصل ہے، ہر قدم اپنے استاد کے نقش پا پر رکھتے ہوئے علم و تحقیق کا سفر جاری رکھے ہوئے ہے

بہر حال! اہل بیت کی تاریخ، تذکرہ اور انسے محبت کے استحکام میں کتاب نسخہ اکسیر ہے۔۔۔

(ماہنامہ القاسم، نوشہرہ جنوری ۲۰۱۱ء)

کتاب اپنے موضوع کے حوالے سے بڑی جامع ہے

دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، دفاع ناموس صحابہ کے کارکن اور داعیین بھرپور استفادہ کریں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب کا ارشاد گرامی

دینِ اسلام پر جتنے وار ہوئے ہیں، ان میں سب سے مہلک وار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تقدس، عظمت اور بڑائی کو مجروح کرنے کی کوشش ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ اور رابطہ ہیں اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ زرین کڑی درمیان سے نکال دی جائے تو اُمت کو گمراہی کی گہری کھائی سے کوئی نہ بچا سکے گا، یہی حقیقت معاندینِ دین کے پیش نظر رہی، مگر وہ چونکہ امت کی اجتماعی بیدار شعور کے وجہ سے براہِ راست صحابہ کرام کو اپنے ناوکِ تشنیع کا نشانہ

نہیں بنا سکتے تھے اس لئے انہوں نے اہل بیت کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپانے کی ناکام کوشش کی اور امت کے ناواقفینِ حال افراد کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اپنی یہودیت زدہ سیاسی ذہنیت کی بدولت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظالم "حزب اقتدار" اور اہل بیت کو مظلوم "حزب اختلاف" بنا کر پیش کیا، حالانکہ اہل بیت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی قرابت داری، محبت، احترام، یگانگت، ادب اور مودت پر آسمان بھی شاہد ہے اور مدینہ کی زمین بھی گواہ ہے اہل حق نے ہر دور اور ہر زبان میں ان حقائق کو واضح کیا ہے۔

اس سلسلے کی تازہ ترین علمی، تحقیقی اور عظیم تاریخی کاوش مشہور محقق عالم معروف صاحبِ قلم، جناب حضرت مولانا حافظ اقبال رنگونی صاحب کی معرکۃ الآراء کتاب "خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہے جس میں تاریخ کا تجزیہ اور جائزہ بھی ہے، روایت اور درایت کی کسوٹی اور میزان بھی ہے، جھوٹ اور سچ کا امتیاز اور پہچان بھی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ تحقیقی کتاب ہونے کے باوجود اس کا اسلوب آسان بھی ہے تحقیق کی گہرائی کے ساتھ ادب کی چاشنی کو برقرار رکھنا حضرت مولانا اقبال رنگونی صاحب ہی کا خاصہ ہے دلائل پر دلائل، حوالوں پر حوالے، شواہد پر شواہد کے باوجود نہ عبارت کی سلاست متاثر ہوتی ہے نہ روانی میں فرق آتا ہے، بلکہ قاری کتاب شروع کر کے بلا توقف اختتام تک پہنچتا ہے اور اختتام پر نہ صرف اس کو تمام افسانوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے، بلکہ ذہن سے اشکالات کی تمام گرد بھی صاف ہو جاتی ہے۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے بناتِ اربعہ پر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق اور غیروں کا اختلاف، سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں، شہزادۂ امن حضرت رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح، سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے عقیدۂ امامت کی تردید، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خوشگوار تعلقات، حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں، حضرت عمر اور حضرت ابو

بکر رضی اللہ عنہما کے خلاف لگائے گئے الزامات کا مدلل جائزہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور فدک کا معاملہ، فدک دورِ رسالت میں فدک دورِ صدیقی میں، فدک دورِ فاروقی اور دورِ عثمان میں، فدک دورِ علوی میں، معترضین کے فدک پر مختلف دعوے اور ان کے جوابات، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلانے کے الزام کا جائزہ جیسے عنوانات پر سیر حاصل اور جامع بحث کرکے افسانوں پر کھڑے "اہلِ تشنیع" کے قلعے کو مکمل طور پر مسمار کردیا گیا ہے۔

مولانا رنگونی اپنی علمی ادبی اور تصنیفی حوالے سے ان علماء میں سے ہیں جو تاریخ کا حصہ نہیں بنتے بلکہ زندہ متحرک اور ہر لمحہ جیتی تاریخ رقم کرتے ہیں ایک فرد ایک ادارہ کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کے پیچھے اس کی ان تھک محنت، جوش، جذبہ، بے قراری، تڑپ اور حوصلہ کی روشنی پھیلی ہوتی ہے وہ اپنے مزاج، ذہن، مذاق، رسوخ کام اور مشن کے حوالے سے ایک الگ شخصیت کے مالک ہیں، معاصرین میں ان کی الگ چھاپ ہے اور یہ چھاپ ان کی انفرادیت کی سفر کو بلندی اور عظمت کے ان راستوں پر لے کر چلی، جہاں ان کے سوا اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

مولانا رنگونی کا علمی قلمی تصنیفی دنیا میں جو مقام ہے فرقِ باطلہ کے تعاقب، سارقینِ ختم نبوت اور دشمنان صحابہ کے بھرپور عالمانہ رد اور اس حوالے سے کمال کی جن بلندیوں پر ان کا ٹھکانہ ہے وہاں تک ان کے معاصرین میں کسی دوسرے کو رسائی حاصل نہیں... ع

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

جس کی تازہ ترین مثال زیرِ تبصرہ کتاب ہے جس کے ماتھے کا جھومر قاسم العلوم والخیرات، الامام الکبیر، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر "ایمان کی دو آنکھیں صحابہ کرام اور اہلِ بیت کرام" ہے، جس نے کتاب کے حسن کو چار چاند لگادیئے ہیں، کتاب معنوی حسن کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالامال ہے، خوبصورت سرِورق عمدہ طباعت اور بہتر کاغذ کے ساتھ پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) صفحات کا حجم لئے یہ کتاب پاکستان میں القاسم اکیڈمی

کے علاوہ صدیقی ٹرسٹ سے بھی دستیاب ہے۔

احقر مولانا کی اس کتاب کو اپنے موضوع کے حوالے سے جامع اور لاجواب سمجھتا ہے دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، دفاعِ ناموسِ صحابہ کے کارکن اور داعیین بھرپور استفادہ کریں اور آگے بڑھیں تو تلبیسات کے پہاڑ بھی ریت کی دیوار ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ

(سہ ماہی الزیتون نوشہرہ)

رائے گرامی: استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد ازہر صاحب زید مجدہ (ملتان)

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حق تعالی شانہ نے امتیازی کمالات وخصوصیات سے نوازا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صلبی اولاد میں سب سے زیادہ محبت انہی سے تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیا، سیدة نساء أهل الجنة (جنت کی عورتوں کی سردار) فرمایا، ان کی ایذا رسانی کو اپنی ایذا رسانی کہا اور ارشاد فرمایا {یوذینی ما آذاها ۔ ترمذی ج۲ ص ۲۲۷) جس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک روز قبل حضرت فاطمہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ اے فاطمہ! کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا کہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ (صحیح بخاری ج۲ ص ۹۳۰)

مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود زید مجدہم کے تلمیذ خاص مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی (مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر) نے مذکورہ بالا کتاب میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی ایمان افروز سیرت اور فضائل ومناقب کے علاوہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا، آپ کی اولاد، اور آپ کی دوسری بہنوں اور بھائیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے، جو لوگ اہل بیت اور صحابہ کرام کے درمیان تفریق کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں، فاضل مؤلف نے تحقیق کے ساتھ ان کے خود ساختہ دلائل کی حقیقت واشگاف کی ہے، یہ کتاب اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ اہل سنت والجماعت اہل بیت سے محبت وعقیدت میں ہرگز کسی سے کم نہیں،،

اہل بیت کے حق محبت وعظمت کو ادا کئے بغیر کوئی شخص کامل مؤمن نہیں ہو سکتا۔

(ماہنامہ الخیر ملتان، جنوری ۲۰۱۱ء)

رائے گرامی: حضرت مولانا عبد الجبار سلفی صاحب زید مجدہ کا بیان

خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت مطہرہ پر حال ہی میں ایک کتاب مانچسٹر سے شائع ہوئی ہے جس کے مؤلف مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی ہیں

ایک ایسی کتاب کی علمی حلقوں کی منقبت، اسلاف اہل سنت کی عبارات اور غیروں کے اعتراضات کے جوابات یکجا ہوں، مؤلف کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انہوں نے سلطان العلماء علامہ خالد محمود مدظلہ کے افادات کی روشنی میں اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے 336 صفحات پر مشتمل یہ کتاب علمی اور تحقیقی مواد سے لبالب ہے۔

(ماہنامہ حق چار یار دسمبر ۲۰۱۱ء)

آنجناب کی کتابیں خاص وعام کے لئے سرمہ بصیرت بنی ہوئی ہیں

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہ کا خط

سیال قلم کے رازداں مولانا محمد اقبال صاحب دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کے آہوئے قلم سے نکلی ہوئی کتابیں خاص وعام کے لئے سرمہ بژیرت بنی ہوئی ہیں جس موضوع پر بھی آنجناب نے قلم اٹھایا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس کا حق ادا فرمادیا، قاری کسی موقع پر مطالعہ کے دوران تشنگی محسوس نہیں کرتا اللہ تباک وتعالی اس مبارک خدمت کو قبول فرماتے ہوئے مزید تصنیف وتالیف کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔۔۔

فقط والسلام: اسماعیل بسم اللہ (بانی ومہتمم جامعۃ القراء آت، کفلیتہ

(۱۱، اکتوبر ۲۰۱۷ء ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ)

یہ کتاب بڑی جامع اور معلوماتی ہے

تبصرہ: از جناب مولانا عبد الرشید عراقی صاحب زید مجدہ

مؤلف کتاب مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کا شمار علمائے دیوبند میں چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے آپ علوم عالیہ وآلیہ میں امتیازی حیثیت کے حامل عالم دین ہیں، آپ نامور مؤرخ اور صحافی ہیں، سوانح میں آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی کتابیں علمی، دینی وادبی دنیا میں ہسندیدہ نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں ان کے علاوہ آپ نے مختلف موضوعات پر کئی کتابیں لکھی ہیں

صحافت میں آپ کا شمار نامور صحافیوں میں ہوتا ہے کئی سالوں سے مانچسٹر (برطانیہ) سے ماہنامہ الہلال شائع کر رہے ہیں اس رسالہ کا علمی وادبی دنیا میں ایک خاص مقام ہے یہ رسالہ مغربی دنیا میں دین اسلام کی اشاعت میں ہمہ وقت مصروف عمل ہے

زیر تبصرہ کتاب سوانح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی تازہ تصنیف ہے جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔

علمائے اہل سنت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت وسوانح پر کتابیں تالیف کیں ہیں اور اپنے اپنے انداز کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب حدیث نبوی رضی اللہ عنہ کی روشنی میں اپنی کتاب کی زینت بنائے ہوئے ہیں لیکن مولانا رنگونی صاحب کی یہ کتاب بڑی جامع اور معلوماتی ہے تاہم فضائل ومناقب میں بعض احادیث محل نظر ہیں اس کتاب کا مطالعہ ہر خاص وعام کے لئے مفید ہو گا۔۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر بڑی خوبصورت کتاب

ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کا کتاب پر تبصرہ

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلہ کی ایک اور تحقیقی کتاب ''خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا'' کی سیرت پر آئی ہے، ہماری تاریخ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام کے بارے میں بد ظنی، بدگمانی اور بعض اوقات توہین آمیز زبان استعمال کرتے ہیں، اہل قلم ذرا برابر بھی نہیں ہچکچاتے، اس کی بڑی وجہ ہمارے راویوں کی کارستانی ہے ایسی ایسی روایات داخل کتب ہیں کہ پڑھتے سنتے کانوں کو ہاتھ لگانا ہوتا ہے صحابہ کرام پر جو الزام تراشی کا طوفان بدتمیزی اٹھا ہوا ہے یہ سب ان خرافات کا نتیجہ ہے جو اب رقدس کا درجہ پا چکی ہیں ان کا انکار گویا منکر حدیث ہونے کی دلیل ہے

جناب حضرت رنگونی نے اپنی کتاب میں صحیح تصویر کشی کی اور ان خرافات سے بچ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مطہرہ کو بڑے خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے، صحابہ کرام پر لگے الزامات کو دھویا اور سیدہ بی بی کی عظمت اور مرتبہ کو اجاگر کیا ہے

کتاب میں آپ کے صاحبزادوں کی سیرت کو بھی شامل کیا ہے، اہل سنت والجماعت کے عقیدو عمل میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے محبت وعقیدت لازمی جزو ایمان ہے ان حضرات قدسی کے باہمی روابط اور تعلق کو ہمیشہ بیان کیا ہے ۵۶۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب انتہائی خوبصور اور مضبوط جلد میں شائع کی گئی ہے اس کی نفاست صاحب کتاب کی صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے محبت وعقیدت کی عکاس ہے (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ)

مقدمہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی... امابعد

ایک غیر ملکی سفر سے واپسی کے دوران پانچ دسمبر ۲۰۰۹ء کو ابو ظہبی ائرپورٹ پر چند گھنٹے رکنا پڑا اور پانچ چھ گھنٹے گزارنے کے لئے ایرپورٹ کے نماز والے کمرہ کا رخ کیا اور وہاں جا بیٹھا، مسافر نماز کے لئے آتے جاتے رہے جبکہ راقم وہیں بیٹھا اپنی ایک کتاب کی پروف ریڈنگ کرنے لگا اس دوران ایک صاحب اندر داخل ہوئے انہوں اپنے طریقہ پر نماز پڑھی، سلام سے پہلے تین مرتبہ برات کا اظہار ہوا، اور سلام کے بعد راقم کے قریب بیٹھ گئے، سلام ومصافحہ اور مختصر سے تعارف پر پتہ چلا کہ جناب ہندوستان کے شہر مومبائی کے ایک شیعہ ذاکر ہیں جو محرم الحرام کی ماتمی مجالس سجانے اور نوحہ خوانی کے لئے امریکہ جارہے ہیں اس دوران انہوں نے راقم الحروف کے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو نام سن کر چونک گئے کہنے لگے کہ (ازالة الضيق بسيرة ابی بکرالصدیقؓ) اچھا نام ہے آپ نے کوشش کی ہوگی کہ دلوں کی تنگی دور کردیں مگر ایسا نہیں ہوسکتا، پوچھا کیوں؟ جواب میں وہ پھٹ ہی پڑے اور بولے کہ ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ آپ کے خلیفہ اول جناب ابو بکر نے حضرت خاتون جنت سے اچھا سلوک نہ کیا تھا، انہیں ان کے حق میراث سے محروم کردیا تھا، اور ان کی عزت کا کوئی خیال جناب ابو بکر کو نہ آیا تھا، جب خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے ان سے اپنے دل کا بوجھ ہلکا نہ کیا تو ہم کس طرح یہ تنگی دور کردیں، اور آپ کیسے یہ تنگی دور کرسکیں گے۔ جب آپ کے اکابر خاتون جنت کی عزت وحرمت کے روادار نہ رہے، تو آپ پر اس کے اثرات کیوں نہ آئیں گے ،اور آپ کے دلوں میں بھی ان کی عزت کیسے قائم ہوگی۔ وہ مسلسل بولے جارہے تھے اور

راقم ان کے کسی فل سٹاپ کا منتظر تھا، جب وہ چپ ہوئے تو راقم نے عرض کیا کہ ہماری تو کوشش ہو گی کہ آپ کے دلوں کی تنگی دور ہو جائے اور یہ غلط فہمیاں ختم ہو جائیں تاہم اگر آپ اپنے دل کی تنگی دور نہ کر پائیں تو ہمیں افسوس ہو گا البتہ یہ گذارش ضرور ہے کہ اگر آپ اس تنگی کو ایک طرف رکھ کر حقائق پر غور کریں گے تو انشاء اللہ اس تنگی میں ضرور کمی آئے گی۔ آپ یقیناً اس دور میں نہ تھے آپ کے پاس علم کا جو سرمایہ ہے وہ غلط ہو یا صحیح، لیکن یہ ہے تو وہ راویوں کی ہی پیداوار، اور جو راوی تقیہ پر ہی ایمان رکھتے ہیں کیا معلوم کہ وہ بات کہاں کی کہاں لے جا رہے ہوں۔ پھر تھوڑی دیر اس پر گفتگو رہی اور پھر وہ اپنے سفر پر اور راقم اپنی اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔

جہاں تک خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عظمت و حرمت اور آپ کے مناقب و فضائل کا تعلق ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے، آپ ان کے گھر خود تشریف لے گئے تھے، ان کے بچوں سے پیار فرماتے تھے، اور تمام صحابہ کو اس گھرانے کی تعظیم اور خیال رکھنے کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی، اور انہوں نے یہ بات خود حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی۔ آپ ان کے بچوں کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اس کے شواہد فریقین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کے دل میں کوئی بوجھ تھا جسے وہ سفر آخرت سے پہلے سے اتار نہ گئی تھیں (معاذ اللہ)

اس بات سے کوئی مسلمان ناواقف نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اہل بیت نبوت کی محبت و عظمت، اور ان کے اکرام و احترام کی آواز سب سے پہلے کسی نے سنی، تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز تھی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب کی عظمت کا جھنڈا کس طرح بلند کیا تھا، اسے دیکھئے۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ

إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي (صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۶ و ج ۲ ص ۵۷۶)

حضور اکرم ﷺ کے قرابت دار مجھے اپنے قرابتداروں سے زیادہ عزیز ہیں

یہ بات صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ آپ نے تمام لوگوں کو اس بات کی تاکید بھی فرمائی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت کی عزت و محبت میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں ہونی چاہئے، ہر صورت ان کا اکرام و احترام سب پر لازم ہے آپ نے فرمایا

«ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ» (صحیح بخاری ج ا ص ۵۳۰)

یعنی اے لوگو! حضور ﷺ کی خاطر حضور ﷺ کے گھر والوں کا خاص خیال رکھا کرو

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے گھر والوں کی عزت اور ان کی حفاظت کرنا سب مسلمانوں پر لازم ہے، اہل بیت کا ادب و احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت بھی تم سب پر ضروری ہے اور تمہیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی ہو گی کہ حضور ﷺ کے گھر والوں کو تمہاری زبان سے کوئی تکلیف پہنچے اور نہ ہی تمہارے کسی عمل سے ان کو کوئی دکھ ہو، اس روئے زمین پر گھرانہ نبوت سے بڑھ کر مجھے اور کوئی عزیز نہیں ہے۔

۳... شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آپ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں، اور میرے پاس جو کچھ بھی ہے آپ اس میں سے جو چاہیں لے لیں مجھے اس سے خوشی ہو گی۔ آپ نے فرمایا

اموال واحوال خود را از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من امادر اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد

(حق الیقین ص ۱۲۷ باب پنجم)

میں اپنے حالات اور اپنے مالوں کو تم سے زیادہ اہم نہیں سمجھتا آپ اس میں خود مختار ہیں جو چاہیں لے سکتی ہیں آپ اپنے والد کی امت کی سیدہ ہیں اور اپنے بچوں کے لئے شجرہ طیبہ کی طرح ہیں آپ کے فضل کا کوئی انکار نہیں کر سکتا میرے اپنے مالوں میں آپ کا حکم نافذ ہے تاہم مسلمانوں کے مالوں سے متعلق میں آپ کے والد گرامی قدر کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا

یہ حقائق بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل بیت کی محبت و حرمت اور ان کی خیر خواہی میں سب سے پہلے اٹھے تھے، آپ کی گھر والی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا تمام تر وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزرتا تھا اور آپ نے آخر وقت تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کی تھی، اور سچ یہ ہے کہ اس کا حق ادا کر دیا تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے اس قدر خوش تھیں کہ آپ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ انہیں غسل دیں اور ان کی تجہیز و تکفین کی سعادت پائیں، کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کا خاندان اہل بیت نبوت کے احترام اور ان کی خدمت میں پیچھے تھا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے کون ناواقف ہو گا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر میں نماز میں **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ**، الخ ((پورا درود شریف)...نہ پڑھوں تو میری یہ نماز عند اللہ قبول نہیں ہو گی

لو صليت صلاة لم أصل فيها على محمد وعلى آل محمد ما رأيت أنها تقبل. (الحسام المسلول علی منتقصی اصحاب الرسول ص ۱۱۷)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ) نے اہل بیت کے ساتھ کس قدر محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا اسے ان دو شعروں میں دیکھئے:

يا أهل بيت رسول الله حبكم	**فرض من الله في القرآن أنزله**
كفاكم من عظيم الفخر أنكم	**من لم يصل عليكم لا صلاة له**

اے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر والو! اللہ تعالی نے قرآن میں تمہاری محبت کو لازم قرار دیا ہے، تمہارے لئے اس سے بڑے فخر اور سعادت کی بات اور کیا ہو گی کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہو گی

معروف محقق علامہ محمد بن عمر بن مبارک حضرمی رحمۃ اللہ علیہ (۹۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے تمام سلف صالحین اور علماء کرام کے دل اہل بیت کی محبت اور ان کے احترام سے معمور رہے تھے اور یہ حضرات ان کے حقوق کی بھی پوری پہچان رکھتے تھے۔ جن لوگوں کے دل میں ذرہ بھر بھی حضور اکرم ﷺ کی محبت و عظمت ہو گی وہ آنحضرت ﷺ سے منسوب تمام چیزوں (اہل بیت عظام صحابہ کرام وغیرہم) سے بھی محبت رکھے گا، اور ان کا بھی ادب واحترام کرے گا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبوب سے تو محبت ہو، اور محبوب جس سے محبت رکھے (بلکہ محبت رکھنے کی تاکید کرے) وہ اسے محبوب نہ رکھے... ایسا نہیں ہو سکتا

وقد كانت قلوب السلف الأخيار والعلماء الأحبار مجبولة على حبهم واحترامهم ومعرفة ما يجبلهم طبعا. وبالجملة كل من في قلبه مثقال ذرة من تعظيم المصطفى – صلى الله عليه وسلم – وحبه فمصداق ذلك تعظيم وحب كل من ينتسب إليه بقربة أو قرابة أو صحبة واتباع سنة، إذ كل ما ينتسب إلى المحبوب محبوب.

(الحسام المسلول علی منتقصی اصحاب الرسول ص۱۱۸)

اس وقت ان تمام بیانات اور عبارات کا احاطہ مقصود نہیں جو اہل سنت والجماعت کے علمائے کرام نے اہل بیت نبوت کے مقام و مرتبہ اور ان کی عزت و عظمت پر دئے ہیں اور مسلمانوں کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ اہل بیت نبوت کے اکرام واحترام میں کبھی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے جو شخص اہل بیت نبوت کے بارے میں بے ادبی اور برائے سے زبان کھولتا ہے وہ درحقیقت حضور اکرم رحمت عالم کی ایذاء دیتا ہے اور یہ حرام اور آخرت کا خوفناک انجام ہے

۔ جس دل میں اہل بیت نبوت کی محبت وعظمت نہیں وہ ایمان سے خالی نہیں تو اور کیا ہے۔
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

مَحَبَّتُهُمْ عِنْدَنَا فَرْضٌ وَاجِبٌ يُؤْجَرُ عَلَيْهِ... وَنَحْن وَنَحْنُ نَقُولُ فِي صِلَاتِنَا كُلَّ يَوْمٍ: " اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ... الخ ... مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج۴ ص ۴۸۸)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

فَحُبُّ عَلِيٍّ وَاجِبٌ (منہاج ج۵ ص ۷۲)

ہمارے نزدیک اہل بیت کی محبت فرض، واجب ہے اور اس پر اجر بھی ملے گا اور ہم روزانہ نماز میں درود شریف پڑھتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل کا ذکر ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اللہ اس کا کوئی چھوٹا بڑا عمل قبول نہ کرے گا

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے متعلق دی گئی وصیت پر لکھتے ہیں:

وَلَا تُنْكَرُ الْوَصَاةُ بِأَهْلِ الْبَيْتِ وَالْأَمْرُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَاحْتِرَامِهِمْ وَإِكْرَامِهِمْ، فَإِنَّهُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ طَاهِرَةٍ مِنْ أَشْرَفِ بَيْتٍ وُجِدَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَخْرًا وَحَسَبًا وَنَسَبًا، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانُوا متبعين للسنة النبوية الصَّحِيحَةِ الْوَاضِحَةِ الْجَلِيَّةِ، كَمَا كَانَ عَلَيْهِ سَلَفُهُمْ كَالْعَبَّاسِ وَبَنِيهِ وَعَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص ۱۱۳ طبع مصر)

ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے ہر گز منکر نہیں (بلکہ) ہم تاکید

کرتے ہیں کہ ان حضرات کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے اکرام واحترام میں کمی کوتاہی نہ کی جائے اس روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک صاف ستھرا گھرانا اور کوئی نہیں ہے۔ اہل بیت کرام حسب ونسب میں اور فخر ومباہات میں بلاشبہ سب سے اعلی ہیں بالخصوص ان میں وہ حضرات جو نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں جیسا کہ ان کے اسلاف کرام کا طریقہ رہا جیسے حضرت عباس اور ان کی آل اولاد حضرت علی اور ان کے اہل وعیال۔ اللہ ان سب سے راضی ہوں۔

حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب عمت فیوضہم ایک مجلس میں فرماتے ہیں

"عترت رسول ﷺ وہ مشترک سرمایہ ہے جس کے سہارے اہل سنت ہر اختلاف میں جیتے ہیں اہل سنت کی صفوں میں اگر کچھ ایسے لوگ ابھر آئیں جو ان حضرات کے بارے میں دل میں کوئی بوجھ رکھتے ہوں یا ان کی کسی بے ادبی کے مرتکب ہوں تو سمجھ لیجئے کہ وہ ہم اہل سنت میں سے نہیں ہیں۔ اہل سنت مسلمان جس طرح صحابہ کے بارے میں کسی بے ادبی کو برداشت نہیں کرتے، اہلِ بیت رسالت کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ ہے کہ امہات المومنین ہوں یا آنحضرت ﷺ کی ذریت طاہرہ، کسی کی بے ادبی اور گستاخی سے کوئی شخص سنی نہیں رہ سکتا۔

جس کپڑے کو حضور اکرم ﷺ کے بدن نے چھو لیا جس زمین کو حضور ﷺ کے قدموں نے چھو یا جن انسانوں کو حضور ﷺ نے اپنے دامن قبولیت میں جگہ دی وہ امہات المومنین ہوں یا صحابہ یا آپ کی ذریت طیبہ سب کے سب لائقِ احترام ہیں اور کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی نسبت پر عیب کی انگلی رکھے نبی پاک ﷺ سے کسی پہلو سے بھی نسبت ہو یہ نسبتیں حضور اکرم ﷺ پر ہر مؤمن کے لئے حرز جان اور سرمایہ ایمان ہے۔" (انتہی)

یہ صرف تین بزرگوں کے عقائد اور ان کے بیانات نہیں، ہر دور میں اہل سنت والجماعت کے اکابر اہل بیت کی محبت وعظمت پر صداء دیتے رہے ہیں اور ان کے ترانے گونجتے رہے ہیں۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب ”مقام اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم“ کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور اکابر علماء کے حوالہ سے ان تمام لوگوں کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا جواب دے دیا ہے جو کہتے ہیں کہ اہل بیت نبوت کی محبت اور ان کی عظمت کی گیت صرف شیعہ سناتے ہیں اور کوئی نہیں، جبکہ یہ دعوی جھوٹ اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے۔

اہل سنت والجماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح عقیدت و محبت رکھتے ہیں اسی نسبت سے وہ آپ کی اولاد کو بھی اپنا محبوب سمجھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے ان کا ادب واحترام کرتے ہیں اگر کوئی شخص عترت رسول کے متعلق اس طرح کی محبت کے جذبات اپنے اندر نہ پائے تو اسے ہم کس طرح صف اسلام میں جگہ دیں، مسلمان وہی ہے جو ان کی خوشی سے خوش ہو، اور ان کے غم میں غمزدہ ہو جائے، ان کی بے ادبی و توہین کرنا تو کجا صرف سننا بھی اس کے لئے ناقابل برداشت ہو جائے، اور کبھی جان سے گزرنا بھی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہ کرے اہل سنت میں ان شہدائے اسلام کی فہرست بھی کچھ کم طویل نہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں محبت اہل بیت کے الزام میں شہید کر دئے گئے تاریخ اس باب میں حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و جرات کو سلام کرتی ہے

مگر افسوس کی بات ہے کہ شیعہ روایات میں خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نہایت بے باکانہ اور ظالمانہ تصویر کھینچی گئی ہے اور ان کے متعلق یہ دعوی کرنے میں ان کے راویوں کو کوئی حیاء نہیں آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ان کے پاس آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق خدا کا پیغام لے کر اترتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر ان پیغامات کو تحریر میں لاتے رہے، یہ گویا اس بات کا دعوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خدا کی وحی بذریعہ جبرئیل امین زمین پر اترتی رہی، اور خدا نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح اپنی وحی اور آئندہ ہونے والے واقعات کو بتانے کے لئے منتخب کیا جس طرح وہ پہلے پیغمبروں کو چنتا رہا، اور انہیں ان واقعات کی خبر دیتا رہا ،

ایمانداری سے بتلائیں کہ کیا اس طرح کا عقیدہ "ختم نبوت" کے منافی نہیں ہے ؟ اور کیا خود حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے راضی اور خوش ہوں گی ؟

ہو سکتا ہے کہ بعض شیعہ دوست ہمارے اس بیان سے اتفاق نہ کریں مگر ہم کیا کریں یہ بیان شیعہ کے مرجع اعلی ایرانی سربراہ علامہ خمینی کا ہے جو انہوں نے ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو "جماران امام" میں خواتین کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے دیا تھا۔ علامہ خمینی نے جس روایت کی روشنی میں یہ عقیدہ بیان کیا ہے آپ پہلے روایت کا وہ حصہ ملاحظہ کریں جو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے سنایا جاتا ہے

إن فاطمة مكثت بعد رسول الله صلى الله عليه وآله خمسة وسبعين يوما وكان دخلها حزن شديد على أبيها وان جبرئيل عليه السلام يأتيها فيحسن عزاء ها على أبيها، ويطيب نفسها، ويخبرها عن أبيها ومكانه، ويخبرها بما يكون بعدها في ذريتها، وكان علي عليه السلام يكتب ذلك، فهذا مصحف فاطمة عليها السلام. (اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۵ مع الشافی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد وفات رسول ۷۵ دن زندہ رہیں اور ان پر باپ کا غم شدید تھا جبرئیل ان کے پاس آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے اور ان کا دل بہلاتے تھے اور ان کے پدر بزرگوار کا حال سناتے تھے اور ان کی جگہ بتاتے اور وہ تمام واقعات بتاتے جو ان کو پیش آنے والے ہیں حضرت علی ان واقعات کو لکھتے جاتے تھے پس یہ ہے مصحف فاطمہ۔

ایرانی سربراہ شیعہ اثنا عشری عالم علامہ خمینی نے اس روایت کی روشنی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو عقیدہ کھلے عام بیان کیا ہے اسے دیکھئے

روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ۷۵ ایام کے دوران حضرت جبرئیل آپ کے پاس بار بار آتے تھے ہمارے علم کے مطابق اس طرح کی روایات انبیاء کے

سوا اور کسی کے حق میں نہیں آئی ہیں اور حضرت علی ان تمام امور کو تحریر فرماتے جو حضرت فاطمہ کے پاس حضرت جبرئیل کے ذریعہ پہنچ رہے تھے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ایران سے متعلق بہت سے مسائل بھی ان کو بتادئے گئے ہوں یعنی حضرت علی جس طرح کاتب وحی رسول تھے اسی طرح کاتب وحی فاطمہ بھی تھے لہذا جبرئیل امین کا کسی بھی شخص کے پاس آنا کوئی آسان اور معمولی معاملہ نہیں ہے حضرت جبرئیل کا کسی بھی شخص کے پاس آنا ایسے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ اس شخص کی روح جس کے پاس جبرئیل امین آرہے ہیں اس کے درمیان اور جبرئیل امین کی روح کے درمیان تناسب ضروری ہے اور یہ تناسب حضرت جبرئیل اور رسول اکرم حضرت عیسی حضرت موسی حضرت ابراہیم اور اس طرح کے برگزیدہ انبیاء کے درمیان موجود تھا ان کے علاوہ حضرت جبرئیل کا کسی اور پر نزول نہیں ہوا ہے یہاں تک کہ مجھے اس طرح کی کوئی روایت نہیں ملی جس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہو کہ حضرت جبرئیل کا نزول ائمہ پر ہوتا ہو لہذا نبی کے بعد یہ مقام حضرت فاطمہ زہراء علیھا السلام کے علاوہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوا اور یہ وہ فضائل ہیں جو حضرت فاطمہ الزہراء صدیقہ کے ساتھ مخصوص ہیں (ماخوذ از الخمینیۃ شذوذ فی العقائد وشذوذ فی المواقف۔ تالیف شیخ سعید حوی شامی، ترجمہ ڈاکٹر عنایت اللہ وانی ندوی ص ۴۳ طبع ستمبر ۲۰۱۳ء)

شیعہ علماء نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک مصحف بھی منسوب کرر کھا ہے ان کے عقیدے کے مطابق یہ قرآن کریم کے علاوہ تھا قرآن کا ایک حرف بھی اس میں موجود نہ تھا یہ مصحف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان کی اولاد میں منتقل ہوا اور اب یہ امام مہدی کے پاس ہے وہ جب آئیں گے اس مصحف کو لے کر آئیں گے، امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر چلائی یہ روایت دیکھئے

وإن عندنا لمصحف فاطمة عليها السلام وما يدريهم ما مصحف فاطمة عليها السلام؟ قال: قلت: وما مصحف فاطمة عليها السلام؟ قال: مصحف فيه مثل قرآنكم هذا ثلاث مرات، والله ما فيه من قرآنكم حرف واحد،(اصول کافی ج۲ص ۱۲۲)

آپ نے کہا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ بھی ہے لوگ کیا جانیں کہ وہ کیا ہے راوی نے کہا وہ کیا ہے فرمایا تمہارے اس قرآن سے وہ مصحف تین گنا زیادہ ہے واللہ اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں

حضرت مولانا احتشام الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

افسوس کہ ان مقدس ائمہ اہل بیت پر رواۃ شیعہ نے کیا کیا الزام لگادئے جن سے وہ بزرگوار (بشمول خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ۔ ناقل) اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب یقینا مبرا تھے (نصیحۃ الشیعۃ ص ۳۹)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت وسوانح کے نام پر منعقد ہونے والی ٹی وی مجالس اور شیعہ محافل دیکھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ ان کے علماء کھلے عام نہ صرف حضرت سیدہ فاطمہ بلکہ تمام ائمہ کرام کو ملائکہ اور انبیاء ومرسلین سے بھی بالا اور افضل قرار دیتے ہیں اور یہ بات ان کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ایرانی سربراہ علامہ خمینی کا یہ بیان دیکھئے

وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لايبلغه ملک مقرب ولا نبی مرسل (الولایۃ التکوینیۃ ص ۵۲)

اور ہمارے مذہب (شیعہ اثنا عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین کو وہ مقام ومرتبہ حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا

معروف شیعہ عالم اور دانشور ڈاکٹر موسی موسوی شیعہ عقائد کے غلو کی بحث میں لکھتے ہیں

شیعہ کے غلو میں اس طرح حد سے تجاوز کرنے کا سہرا ان کتب وروایات

کے سر ہے جن کی تہذیب نہیں کی گئی نیز ان روایات کے متعلق شیعہ فقہاء کے موقف اور ان کی مشمولات کے ابطال نہ کرنے کے سر ہے... شیعہ فقہاء نے اس کو بنیاد بنالیا اور روایات کی معتبر کتابوں مثلا اصول کافی وافی استبصار من لایحضرہ الفقیہ اور وسائل شیعہ وغیرہ اہم ترین کتب شیعہ اور مراجع نے ان کا ذکر کیا ہے ان میں سے بہت سی روایات میں غلو ہے اور بہت سی روایات میں بالوسطہ طور پر ائمہ کی شان کم کی گئی ہے... ان علماء کی اکثریت نے الف سے یاتک غلو کا راستہ ہی اختیار کیا ہے (الشیعہ والتصحیح ص ۱۴۵ ص ۱۴۹ مترجم)

اس وقت ہم شیعہ کے بنیادی عقائد و اور اس کے غلو پر بحث نہیں کر رہے ہیں صرف یہ بتارہے ہیں کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ کی محبوب صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جس قسم کے عقائد اپنی کتابوں میں لکھے ہیں اور اپنی مجلسوں میں اسے سناتے ہیں اسلام کا دامن ان عقائد سے کلیۃً پاک ہے۔

دوران سفر یہ بات بار بار دل میں آتی رہی کہ حضور اکرم سرور دوعالم ﷺ کی سب سے چہیتی اور پیاری شہزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت وسوانح کے بارے میں کوئی ایسی تحریر ضرور لانی چاہئیے جس میں آپ کی سیرت مبارکہ کے بیان کے ساتھ آپ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بھی اجاگر کیا جائے اور جن لوگوں نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر اکابر صحابہ کے بارے میں زبانیں دراز کر رکھی ہیں ان کی حقیقت بھی ساتھ ساتھ کھول دی جائے۔

اللہ رب العزت کا شکر واحسان ہے کہ اس نے راقم الحروف کے اس ارادہ کو محض تین ہفتے کی قلیل مدت میں عملی جامہ پہنانے کی سعادت دی اور اب یہ تحریر ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش ہے

راقم الحروف استاذنا المحترم متکلم اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب وعمت فیوضھم کا

صمیم قلب سے شکر گذار ہے کہ آپ نے اپنی بے پناہ علمی مصروفیات کے باوجود اس مسودہ پر نظر فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور اپنے افادات سے مستفید فرمایا بلاشبہ حضرت الاستاذ کی دعا اور توجہات ہمیشہ کی طرح راقم کے شامل حال رہی ہے اللہ رب العزت حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ فیض تادیر ہم سب پر قائم رہے... آمین ثم آمین

اے اللہ ہماری اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرما اور اس مقدس خاندان کی محبت وعقیدت سب مسلمانوں کے دلوں میں پیدا فرما اور اسے میرے لئے میرے والدین اور میرے تمام اساتذہ ومشائخ کے لئے آخرت میں نجات اور بلندی درجات کا ذریعہ فرما اور ہمیں اس مقدس خاندان کا قرب نصیب فرما آمین

خدا یا بحق نبی فاطمہ	بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول	من ودست دامان آل رسول

(نوٹ) یہاں اللہ پر حق جتانا مقصود نہیں۔اسے علمی اصطلاح میں تشریف کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو اللہ کے ہاں جو شرف حاصل ہے ہم اسے اپنے لئے واسطہ بنارہے ہیں

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ،سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

يا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم ما أَرَدتَ عَلى	نَزيلِ عَرشِكَ خَيرِ الرُسلِ كُلِّهِم
يَا رَبَّ صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا أَبَدًا	عَلَى نَبِيِّكَ طَهَ سِيِّدِ الرُّسُلِ
مَوْلَايَ صَلِّي وَسَلِّم دائمَاً أبَدَا	عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلَقِ كُلِهِم

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

(۷ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ)

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

افاضات... حجۃ الاسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی... اما بعد

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنی ذات میں روشن چراغ ،اور اپنے سب متعلقین کے لئے مثالی درجے میں سیرت ساز تھی، سراج منیر سے روشن ہونے والے ہزاروں دئے آسمان ہدایت پر پرستار بن کر چمکے، اہل بیت کی کشتی ستاروں کی روشنی میں منزل مراد کی طرف جارہی تھی ، کشتی نوح کے منزل مراد پر پہنچنے کی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سازی کی عملی بہار خلافت راشدہ کے باغ میں دیکھی گئی، اور خواتین کی اسلامی زندگی کے خاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنات مکرمات رضی اللہ عنہم نے عملی رنگ بھرا ۔مردوں کے لئے حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس، فقیہ الامت حضرت عبداللہ ابن مسعود، حواری رسالت حضرت زبیر بن عوام ، سرتاج قرات حضرت ابی بن کعب، اور سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم وغیرہم کے آئینہ قلب پر شمع رسالت کا پرتو آیا، تو عورتوں میں حضرت فاطمہ الزہراء، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شمع رسالت سے فیض یاب ہو کر خواتین امت کے لئے ضیاء بار ہوئیں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تمام سیرت کی سوائے آخر کے چھ ماہ کے

آنحضرت ﷺ کے سایہ فیض میں پرورش ہوئی اور آپ کے اخلاق و کردار اور عمل واخلاص کی خود ذات رسالت نے شہادت دی اور حضرت سیدہ کو شرف قبولیت سے نواز کر جنت کی عورتوں کی سردار فرمایا، حضور ﷺ کے بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی چھ ماہ سے آگے نہ جاسکی یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی زیادہ اختلافات کا مرکز نہ بنی۔

بنابریں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی سیرت تقوی وطہارت اور اعتماد رسالت کا ایک متفق علیہا نمونہ ہے ہاں حضور ﷺ کے بعد آپ کی چھ ماہ کی زندگی ضرور محل بحث بن گئی جمہور اہل سنت کے ہاں آپ کی یہ چھ ماہ کی زندگی بھی سابق زندگی سے مربوط، اور اسی طرح خدا پرستی اور تقوی و تبتل کے نور سے نور علی نور تھی، لیکن بعض سازشی لوگوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی اس چھ ماہ کی زندگی کو آپ کی سابق زندگی سے جدا کر کے ایک نئے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ضروری تھا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی حیات طاہرہ کے دامن پاک سے وہ تمام چھینٹے اڑادئے جائیں جو غلط راویوں کی توڑ پھوڑ اور سازشی ذہنوں کی گھڑت جوڑنے پھینکنے کی کوشش کی ہے۔

(افادات... مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی)

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى... اما بعد

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے چہیتی، دختر نیک اختر ہیں آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلان نبوت سے پانچ برس پہلے ہوئی تھی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی (طبقات ج ۸ ص ۱۶)

محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں کہ ابن جوزیؒ نے اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ مدائنیؒ نے اسی قول کو مضبوط کہا ہے **وبهذا جزم المدائني** (الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷)

اہل بیت کے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ کی ولادت نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی (اتحاف السائل ص ۲۴)

تاہم بعض شیعہ علماء کا موقف ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال دو ماہ اور پندرہ دن تھی

ولدت فاطمة عليها وعلى بعلها السلام بعد مبعث رسول الله صلى الله عليه وآله بخمس سنين (اصول کافی ج ۱ ص ۶۷۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک آپ کی شادی نو سال کی عمر میں ہوئی تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی...

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتا جلتا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال ڈھال, لب ولہجہ, اٹھنا بیٹھنا, بات چیت کرنا

ہو بہو حضور ﷺ کی طرح تھا

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(جامع ترمذی ج۲ ص۲۲۷)

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ كَلامًا وَحَدِيثًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ(استیعاب ج۴ ص۳۷۷)

حضور ﷺ جس طرح حسن وجمال کا پیکر تھے آپ کی تمام بیٹیوں کو بھی اللہ نے حسن وجمال کی دولت سے نوازا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چودھویں رات کے چاند اور بادلوں میں سے نکلنے والے چمکدار سورج سے زیادہ حسین اور سیاہ بالوں والی تھی اور وہ حضور ﷺ سے بہت مشابہ تھیں

كَانَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَوِ الشَّمْسِ كَفَرَ غَمَامًا إِذَا خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ، بَيْضَاءَ مَشْرُبَةً حُمْرَةً، لَهَا شَعْرٌ أَسْوَدُ۔(المستدرک ج۳ص ۱۷۶)

(نوٹ)شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا یہ بیان بحار الانوار میں نقل کیا ہے(ج۴۳ص۶)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام اور لقب

حضور اکرم ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا رکھا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر فاروق کی بہن رضی اللہ عنہا اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نام بھی فاطمہ تھا اور یہ سب شرف اسلام سے مشرف ہوئیں تھیں اور انہوں نے ہجرت کا شرف بھی پایا تھا۔ علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۳ھ) نقل کرتے ہیں کہ

«إنما سميت فاطمة، لأن الله قد فطمها وذريتها عن النار يوم القيامة» أخرجه الحافظ الدمشقي. وروى الغساني والخطيب مرفوعا:«لأن الله فطمها ومحبيها عن النار»(المواہب اللدنیہ ج ا ص ۳۹۴)

حضور ﷺ نے اپنی بچی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے رکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو اور ان کی ذریت کو جہنم کی آگ سے بچایا ہے... اور یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو اور ان کے دوستوں کو آتش دوزخ سے بچایا ہے۔

(نوٹ) بعض علماء نے اس روایت پر جرح کی ہے اور اسے موضوع تک بتایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا

"إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللَّه وذُرِّيَّتها على النَّارِ". (جامع صغیر ج ا ص ۱۳۹)

بیشک فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی، تو اللہ نے اس پر اور اس کی اولاد پر آتش جہنم کو حرام فرمادیا

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

علامہ عبد الروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۱ھ) کہتے ہیں

أي حرم دخول النار عليهم فأما هي وابناها فالمراد في حقهم التحريم المطلق وأما من عداهم فالحرم عليهم نار الخلود(فیض القدیر ج ۲ ص ۴۶۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے بارے میں تو مطلقا جہنم کا حرام ہونا مراد ہے اور جہاں تک ان کے علاوہ کا تعلق ہے تو ان کے حق میں بھی دوزخ میں رہنا حرام ہے۔۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نشو ونما ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جس سے زیادہ مقدس اور معظم گھر اس روئے زمین پر کہیں نہ تھا، آپ نبوت کے سایہ میں پلتی رہیں۔ ہوش سنبھالا تو آفتاب رسالت کی حسین کرنیں آپ کے سامنے تھیں اور آپ نے اس کرنوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے اپنی بچیوں کی طرح ان کی تعلیم وتربیت پر بھی خاص توجہ دے رکھی تھی اور آپ زہد وتقوی اور فضل وکمال میں بہت اونچے مقام پر فائز تھیں۔

آپ کی کنیت "أم أبیھا" تھی (اسد الغابۃ ج ۷ ص ۲۱۶۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۹) جبکہ آپ کے مشہور القاب سیدۃ النساء اہل الجنۃ، زہراء۔ طاہرہ، مطہرہ،۔ راضیہ، مرضیہ، زاکیہ، اور بتول ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے القاب میں صدیقہ مبارکہ، اور محدثہ بھی بتایا ہے۔ (بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۰)

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بتول کے لقب سے اس لئے ممتاز ہوئیں کہ

> آپ فضیلت اور دین اور حسب کے اعتبار سے اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے فائق تھیں اور یہ بھی کہا گیا آپ دنیا سے بالکل منقطع تھیں ان کا سارا دھیان اللہ کی طرف تھا (المواہب ج ۱ ص ۳۹۵)

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ

> حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہد وانقطاع میں بڑھ کر تھیں اس لئے ان کو بتول کہتے تھے جو انقطاع میں صیغہ مبالغہ ہے (مکتوبات دفتر دوم نمبر ۶۷ ص ۲۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا سب سے پہلا گھرانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا اور آپ کی صاحبزادیاں آپ پر سب سے پہلے ایمان لائیں تھیں، یہ آپ کا ہی گھر تھا جو سب سے پہلا دار الاسلام بنا۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۲۲ھ) شرح المواہب میں لکھتے ہیں

والحاصل انه لایحتاج للنص علی سبقھن الی الاسلام لنشأتھن بین

أحضان أصدق وأكرم أبوة وأفضل وأحنى أمومة يأخذن عن أبيهن أكرم المكارم وعن أمهن حصائل العقل الذى لايوزن به عقل امراة فى السابقين ولا فى اللاحقين (شرح الزرقانی علی المواہب ج ا ص ۴۶۰ منقول از نساء مبشرات بالجنۃ ص ۲۰۴)

حاصل یہ کہ اس بات کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں کہ آپ کی بیٹیاں اسلام کی جانب پہل کرنے والیوں میں سے تھیں کیونکہ ان کی پرورش سچے اور قابل احترام باپ کی آغوش میں ہوئی اور ایک محبت کرنے والی اور فضیلت رکھنے والی ماں کی گود میں ہوئی تھی اور یہ اپنے والد معظم کے اعلی مکارم اور اپنی والدہ محترمہ سے عقل کے وہ خصائل حاصل کررہی تھیں کہ جس کی عقل سے اگلی اور پچھلی خواتین میں سے کسی کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا

عرب کے معروف فاضل شیخ احمد خلیل جمعۃ لکھتے ہیں

كان اسلام سرة النبى أزوجه وبناته اسلام الفطرة النقية التى أغذيت بالايمان والنبوة ونشات على الفضيلة ومكارم الاخلاق فَلِله دُر هذه الاسرة المباركة (نساء مبشرات بالجنۃ ۲۰۴)

حضور ﷺ کے خاندان ان کی اہلیہ اور صاحبزادیوں کا اسلام صاف ستھری فطرت کا نتیجہ تھا جو ایمان اور نبوت سے غذا کے طور پر دیا گیا اور ان کی نشو ونما فضیلت اور اعلی اخلاق پر ہوئی ہے، اس مبارک خاندان کا تو کیا کہنا۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن

حضور ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ آپ کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچاتے تھے، آپ کی راہ میں کانٹے بچھانا، اور آپ پر آوازیں کسنا تو ان کا روز کا معمول تھا۔ آپ کبھی اللہ کی عبادت میں مصروف ہوتے تو قریش کے اوباش لڑکے آپ کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لئے ذلیل کام کرنے سے بھی نہ شرماتے تھے۔ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا اور آپ کی بیٹیاں

اس بات سے لاعلم نہ تھیں۔ حضور ﷺ جب کبھی اس بارے میں رنجیدہ خاطر ہوتے تو گھر والے آپ کے اس غم ورنج کو ہلکا کر دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز میں مصروف تھے قریش کے کچھ اوباش لڑکوں نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر حضور ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی اور ہنسنے لگے، کسی نے اس بات کی خبر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آکر دی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن تھا جب آپ نے یہ بات سنی تو فورا دوڑی اور حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر اپنے ننھے منھے ہاتھوں سے یہ بوجھ اتارا

حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ، فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ(صحیح بخاری ج ا ص ۳۸)

اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی ان کو وہیں خوب ڈانٹا۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھیں

وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ (صحیح بخاری ج ص ۴۷ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸)

اس وقت قریش کے رؤساء بھی وہاں موجود تھے مگر ان میں سے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ وہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس جھڑکنے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ کا جواب دے سکیں

وهم رُؤُوس قُرَيْشٍ فَلَمْ يَرُدُّوا عَلَيْهَا...(فتح الباری ج ا ص ۳۲۵)

ایک مرتبہ رؤسائے قریش حجر اسود کے قریب بیٹھ کر معاہدہ کررہے تھے کہ وہ مل کر حضور ﷺ پر حملہ کریں گے اور آپ کی جان لے لیں گے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گزرتے ہوئے ان کی یہ بات سن لی تو وہ روتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئی اور ساری بات بتادی حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو تسلی دی اور فرمایا لا تبك يَا بُنَيَّةُ! ''بیٹی نہ روؤ''

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۵۷ مترجم)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آمنا سامنا ہوا تو اس نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر مار دیا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی اپنے والد

معظم سرور دوعالم ﷺ کے پاس آئیں اور بتلایا کہ ابو جہل نے یہ حرکت کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیٹی ابو سفیان کے جاؤ، اور ابو جہل نے جو کیا ہے انہیں بتاؤ، چنانچہ آپ جناب ابو سفیانؓ کے پاس آئیں اور سارا واقعہ بیان کر دیا جناب ابو سفیانؓ (جو اس وقت مسلمان نہ تھے) اسی وقت اٹھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ننھی انگلی پکڑے سیدھے ابو جہل کے پاس آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کو طمانچہ مار، اللہ اس کو رسوا کرے۔

الْطُمِيهِ قَبَّحَهُ اللَّهُ، فَلَطَمَتْهُ، (انساب الاشراف ص۸ للبلاذری ۲۷۹ھ)

إلطميه كما لطمك (شرح الزرقانی علی المواہب ج۴ ص۱۵)

اس نے جس طرح تمہارے منہ پر مارا ہے تم بھی اسی طرح اس کو مارو (آگے جو ہو گا وہ میں دیکھ لوں گا)

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو جہل کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا اور آکر اپنے والد سرور دوعالم ﷺ کو ساری بات بتلادی، آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر جناب ابو سفیانؓ کے حق میں اس طرح کی

اللَّهُمَّ لا تَنْسَهَا لأَبِي سُفْيَانَ (انساب الاشراف ص۸ للبلاذری ۲۷۹ھ)

اے اللہ ابو سفیانؓ کے اس سلوک کو نہ بھولئے گا

یہ آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک سے نکلی وہ دعا تھی کہ چند سال بعد جناب ابو سفیانؓ کو اسلام کی دولت بے بہا نصیب ہو گئی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ما شككت أن إسلامه إلا لدعوة النبي صلى الله عليه وسلم.

(شرح الزرقانی علی المواہب ج۴ ص۱۵)

سو اسلام کی خاطر حضور ﷺ نے جو مصائب برداشت فرمائے آپ کے گھر والے بھی اس میں برابر کے شریک رہے اور ان شدائد و مصائب کو حضور ﷺ کی طرح آپ کے گھر والوں نے بھی بڑی خندہ پیشانی سے قبول کیا اور کبھی اپنی زبان پر شکوہ و شکایت نہ لائے۔ شعب (ابی طالب) میں حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی بچیاں بھی محصور تھیں اور اس کا اثر

آپ کی طبیعت پر کافی رہا تھا۔

☆... حضرت سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا انتقال

ابھی آپ بہت چھوٹی تھیں کہ والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اس حادثہ سے آپ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، آپ ایک محبت اور شفقت کرنے والی ماں سے محروم ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بچیوں کی نگہداشت کے خیال سے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا (۵۴ھ) کو اپنی زوجیت میں لیا اور انہیں ام المؤمنین ہونے کا شرف ملا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دوسری شادی تھی جو نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۶۷)

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نگہداشت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ برتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر وقت تعلیم و تبلیغ میں گزرتا تھا تاہم گھر آتے تو آپ اپنی چھوٹی بچی کو پاس بٹھاتے، پیار فرماتے، ان کا دل بہلاتے اور انہیں اچھی اچھی باتوں کی نصیحت فرماتے تھے۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت مدینہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کے گھر والے مکہ مکرمہ میں تھے کچھ مدت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو بلا لیا، ان کو لانے کے لئے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما مکہ گئے تھے۔ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو اپنے ساتھ مدینہ لے کر آئیں اس سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے گھر والے بھی تھے (جن میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں) ان سب نے اکٹھے ہجرت فرمائی۔ (بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ ص ۱۲۹)

اس سفر میں گھر والوں کے لئے ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پانچ سو درہم لے کر زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو دئے تھے۔ مؤرخ علامہ محمد بن سعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں

لَمَّا هَاجَرَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – إِلَى الْمَدِينَةِ خَلَّفَنَا وَخَلَّفَ بَنَاتِهِ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ بَعَثَ إِلَيْنَا زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبَا رَافِعٍ مَوْلاهُ وَأَعْطَاهُمَا بعيرين وخمسمائة درهم أخذها رسول الله – صلى الله عليه وسلم – من أَبِي بَكْرٍ يَشْتَرِيَانِ بِهَا مَا يَحْتَاجَانِ إِلَيْهِ مِنَ الظَّهْرِ (الطبقات ج۸ ص۴۹)

مدینہ منورہ میں رہائش کے دوران ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا اکثر آپ کے پاس آیا کرتیں تھیں اور ان کی دلجوئی فرماتی تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے آنے سے بہت خوش ہوتیں تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ سے عمر میں چھوٹی تھیں۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہو چکی تھی، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ بھی انہیں دنوں طے ہو رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج کا خیال درپیش ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی (طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۸)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ (۱۱۷۶ھ) کی رائے ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح غزوہ احد (۳ ہجری) سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سن ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ (ازالت الخفاء ص ۲۵۴)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ آپ کی شادی رمضان ۲ ہجری میں ہوئی جبکہ رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی (تفسیر قرطبی) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۲۱ سال اور پانچ ماہ تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج کے متعلق فکر ہوئی اور انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اس پر آمادہ کیا۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس پر کچھ تامل کا اظہار فرمایا تو حضرت عمر

فاروق نے ان سے کہا

إن لم يزوجك فمن؟ أنت أقرب خلق الله إليه،(اتحاف السائل ص 37 للمناویؒ)

اگر آپ سے شادی نہیں فرمائیں گے تو پھر کس سے کریں گے ؟ آپ حضور ﷺ سے تمام مخلوق سے زیادہ قرب رکھتے ہیں

چنانچہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس رشتہ کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آنحضرت رضی اللہ عنہ نے اس رشتہ کو قبول فرمایا۔ شیعہ عالم ملا محمد باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) لکھتا ہے کہ

ایک دن حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر چل نکلا، ابو بکر نے کہا کہ قریش کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے فاطمہ کا رشتہ مانگا ہے مگر حضور ﷺ نے ابھی ان کو جواب نہیں دیا اور کہا کہ فاطمہ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے اللہ جس سے چاہیں گے اس سے نکاح ہو جائے گا اور ہم جانتے ہیں کہ اب تک حضرت علی کا کہیں رشتہ نہیں ہوا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ حضرت علی محض تنگ دستی کی بناء پر حضور ﷺ سے یہ رشتہ مانگنے سے کتراتے ہیں اس لئے حضرت علی کو اس نکاح پر آمادہ کیا جائے اور اگر ان کا مسئلہ تنگ دستی کا ہے تو ان کی بھرپور مدد کی جائے، چنانچہ یہ تینوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے ان کے پاس آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنے کا سبب پوچھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے کا سبب بیان کیا اور کہا کہ حضور ﷺ نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا رشتہ مانگیں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر رو دئے اور کہا

اندوہ مرا تازہ کردی وآرزوئے کہ در سینہ من پنہاں بود بہ ہیجان آوردی کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد ولیکن من اعتبار تنگ دستی شرم میکنم از آنکہ ایں معنی رااظہار نمایئم

(جلاء العیون ص ۱۲۱ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۲۵)

تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا ہے اور میرے دل کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لئے خواہاں نہ ہو لیکن تنگ دستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں

چنانچہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم نے انہیں اس رشتہ پر کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر آئے اور سامان رکھ کر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے کہنے پر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت جلال اور رعب والی شخصیت تھے

وکانت لرسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جلالة وهيبة،(اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۱۷)

آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے ،اور فرمایا کہ کیوں آئے ہو؟ میں نے اپنی قرابت نسبی اور نصرت دینی کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ حضور! میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ میرا یہ رشتہ کر دیجئے ...

یا رسول اللہ فاطمة تزوجنیها (بحار الانوار ج ۴۳ ص ۹۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہرو میں حضرت فاطمہؓ سے پوچھ لوں، چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد مکرم کو وضو کرایا اور آپ کے ہاتھ پیر دھلائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے کہا کہ علی بن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے تیرا کیا خیال ہے

حضرت فاطمہ چوں ایں سخن را بشنید ساکت گردید

ولیکن روئے خود را نگر دانید واظہار کراہت نفرمود پس حضرت رسول برخواست وفرمود اللہ کبر ساکت شدن او علامت راضی شدن اوست (جلاء العیون ص ۱۲۰۔ کتاب الامالی للشیخ طوسی شیعی ج ۱ ص ۳۸)

حضرت فاطمہ خاموش رہیں لیکن چہرے پر کسی قسم کی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی اپنا چہرہ پھیرا، حضور ﷺ اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ فاطمہ کا خاموش رہنا اس کی رضامندی کی علامت ہے

ہم شیعہ محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) کے اس بیان سے متفق نہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس رشتہ سے خوش نہ تھی اور ان کو اس پر رونا آگیا حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ نہ روؤ، بخدا، اگر میرے خاندان میں علی سے کوئی بہتر ہوتا تو میں علی سے تیری شادی نہ کرتا ۔ شیعہ محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے

لما زوج رسول الله صلى الله عليه وآله عليا فاطمة (ع) دخل عليها وهي تبكي فقال لها: ما يبكيك فوالله لوكان في أهلي خير منه ما زوجتكه (فروع کافی ج ۲ ص ۱۵۷)

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہا زنان قریش مجھے طعنہ زنی کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارے باپ نے مرد پریشاں کے ہمراہ تزویج کیا، جو مالدار نہیں، رسول خدا نے فرمایا فاطمہ گریہ نہ کرو (جلاء العیون ج ۲ ص ۱۰۸)

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہا کو اس رشتہ کی منظوری دیتے ہوئے پوچھا کہ ان کے پاس مہر کے لئے کیا کچھ ہے؟ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا کہتے ہیں

لَمَّا خَطَبْتُ فَاطِمَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ مِنْ مَهْرٍ؟ قُلْتُ: عِنْدِي رَاحِلَتِي وَدِرْعِي، فَبِعْتُهُمَا بأربعمائة (تاریخ کبیر

للامام البخاری ج ۲ ص ۶۱)

حضور ﷺ نے پوچھا کہ مہر کے لئے کوئی چیز ہے ؟ میں نے کہا کہ سوائے ایک سواری اور زرہ کے اور کوئی چیز نہیں چنانچہ حضرت علی نے اپنا یہ سامان چار سو درہم میں فروخت کیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر اس بات کی خصوصی ہدایت کی کہ حضرت فاطمہ کے لئے خوشبو بھی خریدنا کیونکہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی خواتین میں سے ہے اور اس کے لئے بھی خوشبو درکار ہوتی ہے

قَالَ أَكْثِرُوا مِنَ الطِّيبَ لِفَاطِمَةَ فَإِنَّهَا امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ.(تاریخ کبیر از امام بخاری ج ۲ ص ۶۱)

شیعہ عالم احمد بن محمد موفق الدین اخطب خوارزم (۵۶۸ھ) لکھتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے جب نکلے تو راستہ میں ان کی ملاقات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، پوچھنے پر بتایا کہ وہ یہ زرہ فروخت کرنے کے لئے جارہے ہیں تاکہ مہر کی رقم ادا کر سکیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں یہ تو فارس الاسلام کی زرہ ہے یہ کس طرح فروخت کی جاسکتی ہے یہ نہیں بیچی جائے گی تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مہر کی رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی رقم سے ادا ہو چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے چار سو (یا چار سو اسی) درہم میں اس سامان کا سودا کر لیا جب سودا ہو چکا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ لے لی اور درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دئے بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ اور دراہم حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ اور تحفہ میں دے دئے۔ شیعہ کے مشہور علماء نے اس کا اقرار کیا ہے

يا أبا الحسن لست أولى بالدرع منك وأنت أولى بالدراهم مني، فقلت: بلى، قال: فإن الدرع هدية مني إليك فأخذت الدرع والدراهم، وأقبلت إلى رسول الله (صلى الله عليه وآله) فطرحت

الدرع والدراهم بين يديه وأخبرته بما كان من أمر عثمان، فدعا له بخير (المناقب للخوارزمی ص ۲۵۲... ۲۰ ویں فصل ... کشف الغمہ ج ا ص ۳۵۹۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۳۰)

اے علی! میں زرہ کا آپ سے زیادہ حق دار ہوں، اور آپ مجھ سے زیادہ دراہم کے ضرورت مند ہیں، میں نے کہا جی ایسا ہی ہے، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لیجئے یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے، آپ اپنے پاس ہی رکھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں زِرہ اور دراہم دونوں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خوش ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی

مؤرخ سیرت نور الدین علامہ علی بن ابراہیم الحلبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۴۴ھ) سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل محبت کا پتہ چلا تو آپ نے انہیں ڈھیروں دعائیں دیں۔

إن عثمان رضي الله عنه رد الدرع إلى علي كرم الله وجهه فجاء عليّ بالدرع والدراهم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا لعثمان بدعوات» (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۲۸۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو تقریباً ۶۳ دراہم دے کر کہا کہ اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے لئے ضروری چیزیں خرید لاؤ

وقبض رسول الله (صلى الله عليه وآله) قبضة من الدراهم، ودعا بأبي بكر فدفعها إليه، وقال: يا أبا بكر اشتر بهذه الدراهم لابتني ما يصلح لها في بيتها(بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۳۰)

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سلمان حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بازار

گئے اور وہاں سے مندرجہ ذیل چیزیں خریدیں۔

ایک بچھونا۔ ایک چمڑے کا گدا ایک چمڑے کا قالین جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا ایک چادر پانی کے لئے ایک مشکیزہ ایک کوزہ ایک گھڑا وضو کے لئے ایک برتن۔ اون کا ایک باریک کپڑا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

میں نے کچھ سامان اٹھایا، حضرت سلمان اور حضرت بلال نے کچھ اٹھایا اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا

شیعہ مؤرخ شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ) کہتے ہیں کہ

آپ نے حضرت ابو بکر کو رقم حوالہ کی اور فرمایا کہ اس رقم سے فاطمہ کے لئے مناسب لباس اور خانہ داری کے لئے ضروری اشیاء خرید کر لاؤ (بیت الاحزان ص ۶۴ ترجمہ اردو)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات جب یہ سامان لے کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے رہے اور دعا فرمائی کہ

اے اللہ یہ چیزیں میرے اہل بیت پر مبارک ہوں (جلاء العیون ج ۱ ص ۱۷۳)

غور کیجئے کہ وہ کیسا خوش کن اور روح افزا منظر ہو گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سامان لینے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دو صحابہ کو بھیجیں اور پھر یہ تینوں بازار سے سامان لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں اور حضور رضی اللہ عنہ سے دعائیں لیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ایک بیٹی کی طرح تھیں جن کے لئے وہ رشتہ کی بات کرتے ہیں، بازار سے سامان خریدتے ہیں، شادی کی تیاری کرتے ہیں، نکاح کے گواہ بنتے ہیں، اور ان کی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر سجاتی ہیں۔ وہ لوگ کتنے بدبخت ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم القدر صحابی اور آپ کے مخلص دوست کے بارے میں جھوٹ اور غلط بیانی کر کے عام

مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے مکان کا انتظام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے لئے کچھ فاصلے پر ایک مکان کرایہ پر لیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو صاف ستھرا کر دیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کام میں لگ گئیں، وادی بطحاء سے اچھی قسم کی مٹی منگوا کر مکان کی لیپ پوت کی گئی اور جو سامان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خرید کر لائے تھے وہ سب آپ نے ترتیب سے ہر جگہ رکھ دئے اور خرما منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے میٹھے پانی کا انتظام کیا اور پھر انہوں نے گھر کے ایک کونے میں مضبوط لکڑی گاڑی تا کہ اس پر پانی کا مشکیزہ اور کپڑے لٹکا سکیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۹)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے اس رشتہ کی منظوری مل گئی تو میں بہت خوش تھا اتنے میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو گئی انہوں نے اس بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں اس رشتہ کی منظوری کی خبر دی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ نے آسمان پر میرا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا ہے اور اب تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لانے والے ہیں اور اس نکاح کا اعلان فرمائیں گے یہ خبر سن کر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بہت خوشی ہوئی

ففرحا بذلك فرحا شديدا، ورجعا معي إلى المسجد (بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۲۹)

چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے و آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ سب مہاجرین وانصار کو اس نکاح کی اطلاع کریں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سب کو اطلاع کی چنانچہ سب حضرات مجلس نکاح کے لئے جمع ہو گئے (مناقب خوارزمی ص ۲۵۲ کشف الغمہ ج ۱ ص ۴۸۳)

علی بن عیسی اردبیلی شیعی (۶۸۷ھ) اور ملا باقر مجلسی شیعی (۱۱۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ
حضور ﷺ نے بطور خاص حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا نام لے کر انہیں بلانے کا حکم دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے کہا

فانطلق فادع لی بابکروعمروعثمان وعلیا وطلحة والزبیر وبعددهم من الانصار (کشف الغمہ ج ا ص ۴۷۲ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۱۹)

(ترجمہ) جاؤ ابو بکر و عمر، عثمان و علی، طلحہ و زبیر اور انصار کے کچھ لوگوں کو بھی بلا لاؤ

جب یہ حضرات اور دوسرے مہاجرین و انصار جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے لوگو! جبرئیل میرے پاس آئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالی نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس بات کا شاہد و گواہ بنایا ہے کہ میں نے فاطمہ بنت رسول ﷺ کا اپنے بندے علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی صاحبزادی فاطمہ کا علی کے ساتھ زمین میں نکاح کر دوں اور اس نکاح پر تم سب کو گواہ بناؤں

(جلاء العیون ص ۱۲۵)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال مقرر ہوا تھا (ذخائر العقبی لمحب الطبری ص ۳۰ ۔ المواہب اللدنیہ ج ا ص ۱۹۹)

شیعہ مؤرخ شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر دنیا کا خمس قیامت تک قرار دیا گیا ہے (بیت الاحزان ص ۶۴)

حضور ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کا خطبہ اس طرح ارشاد فرمایا

«الحمد لله المحمود بنعمته، المعبود بقدرته، المطاع بسلطانه، المرهوب من عذابه وسطوته، النافذ أمره فی سمائه وأرضه، الذی خلق الخلق بقدرته، وميزهم بأحكامه، وأعزهم بدينه، وأكرمهم

بنبيه محمد– صلى الله عليه وسلم–. إن الله تبارك اسمه وتعالت عظمته جعل المصاهرة سببا لا حقا، وأمرا مفترضا، أوشج به الأرحام، وألزم به الأنام، فقال عز من قائل وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْماءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكانَ رَبُّكَ قَدِيراً. فأمر الله تعالى يجرى إلى قضائه، وقضاؤه يجرى إلى قدره، ولكل قضاء قدر، ولكل قدر أجل، ولكل أجل كتاب، يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده أم الكتاب. ثم إن الله عزّ وجل أمرنى أن أزواج فاطمة من على بن أبى طالب، فاشهدوا أنى قد زوجته على أربعمائة مثقال فضة إن رضى بذلك على» .(المواہب اللدنیہ ج ا ص ۱۹۹)

(ترجمہ) سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے وہ اللہ جو اپنی نعمتوں کے سبب تعریف کیا گیا اس کی ان نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا اور وہ اپنی قدرت کے سبب معبود ہے اس لئے کہ اس کی عبادت پر کسی کو قدرت نہیں ہے مگر اس کے اقتدار سے۔ وہ اللہ کہ جس کی پکڑ اور سطوت سے خوف کیا جاتا ہے اور جملہ آسمانوں اور زمین میں اپنا امر نافذ کرتا ہے اللہ تعالی وہ ہے جس نے اپنی قدرت سے اپنی مخلوق کو پیدا کیا مؤمنوں اور کافروں جن وانسان کو اپنے احکام سے ممیز کیا اور ان کو اپنے دین کے ساتھ معزز کیا اور اپنی مخلوق کو نبی ﷺ کے سبب مکرم کیا، تحقیق کہ اللہ تعالی کا نام بابرکت ہے اور اس کی عظمت برتر ہے، مناکحت کو سبب لاحق کیا ہے اور مناکحت کو ایسا امر ثابت کیا ہے کہ جس کے سبب ارحام کو ملادیا ہے اور اس کے ساتھ مخلوق کو لازم کیا ہے وہ کہنے والا بڑا بزرگ ہے اس نے کہا (ترجمہ آیت) اور وہی ہے جس نے بنایا آدمی کو پانی سے پھر اس کے لئے نسب اور سسرال بنایا اور تیرا رب سب کچھ کر سکتا ہے۔ پس اللہ کا امر اس کی قضاء کی طرف جاری ہوتا ہے اور اس

کی قضا اس کی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور ہر ایک قضا کے واسطے ایک قدر ہے اور ہر ایک قدر کے لئے ایک وقت معین ہے اور ہر ایک وقت معین کے لئے ایک حکم لکھا ہوا ہے جس میں اس کی حد ہے جس شئے کو چاہتا ہے اللہ تعالی محو کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم وثابت رکھتا ہے اور اللہ تعالی کے پاس ام الکتاب ہے

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

قد رضيت بذلك يا رسول الله،(مرقات ج۹ص۳۹۴۵طبع بیروت)

اے اللہ کے رسول ﷺ! بیشک میں اس کے ساتھ راضی ہو گیا

حضور ﷺ نے پھر دعا فرمائی

«جمع الله شملكما وأعز جدكما، وبارك عليكما، وأخرج منكما كثيرا طيبا»(المواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۰۰۔ ذخائر العقبی ص ۳۰)

اللہ تم دونوں کی پراگندگی کو جمع کرے اور تمہاری سعی مشکور کرے تم دونوں پر برکت اتارے اور تم سے اچھی اور کثیر اولاد دے

حضور ﷺ نے ان دونوں کے لئے اور ان کی نسل کے لئے بھی برکت کی دعا فرمائی

اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا.(الطبقات ج۸ص۱۷۔ اسد الغابۃ ج۷ص۲۱۷)

اے اللہ تو ان دونوں میں اپنی برکت ڈال اور ان پر اپنی برکت نازل فرما اور ان کے لئے ان کی نسل کو برکت عطا فرما

ایک روایت میں دعا کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں

وجعل نسلكما مفاتيح الرحمة ومعدن الحكمة(اتحاف السائل ص 48)

اللہ تعالی تم دونوں کی نسل کو رحمت کا ذریعہ اور حکمت کا خزانہ بنائے

حضور ﷺ جب نکاح کی مجلس سے فارغ ہوئے تو آپ نے کھجور کا ایک تھال منگوایا اور سب کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ خوب لوٹ لو اور جھپٹ کر کھاؤ

ثم قال للحاضرين انتهبوا.(سیرت حلبیہ ج۲ص۱۰۵)

چنانچہ سب نے خوشی خوشی کھجور کھائے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اس نکاح پر مبارک باد دی

جس طرح حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح امر الٰہی کے تحت ہوا تھا اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی امر الٰہی سے ہوا تھا۔ محدث علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں

وكان تزويجها بأمر الله ووحيه(المواہب اللدنیہ ج۱ص۳۹۵)

حضرت فاطمہ کا نکاح اللہ تعالی کے حکم اور اس کی وحی کی روشنی میں ہوا ہے۔

☆... حضور ﷺ کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو مبارک باد دینا اور دعا کرنا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضور ﷺ سے کچھ فاصلہ پر تھا، آپ نے رخصتی سے پہلے اپنی بچی کو خوب دعاؤں سے نوازا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! تجھے پیغمبر کی صاحبزادی مبارک ہو۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! تمہارا شوہر بہت اچھا ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

وَاللَّهِ مَا أَلَوْتُ أَنْ زَوَّجْتُكِ خَيْرَ أَهْلِي(الطبقات ج۸ص۲۰)

اے فاطمہ میں نے تمہارے لئے اپنے خاندان میں بہترین شوہر کے انتخاب میں کمی نہیں(طبقات ابن سعد۔ اتحاف السائل ص ۶۲)

اور پھر آپ نے دونوں کو رخصت فرمایا

شادی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کیا دستر خوان پر کھجور، گیہوں کی روٹی، پنیر، اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا

وَلَقَدْ أَوْلَمَ عَلِيٌّ لِفَاطِمَةَ فَمَا كَانَ وَلِيمَةُ ذَلِكَ الزَّمَانِ أَفْضَلَ مِنْ

وَلِيمَتِهِ، (الذریہ الطاہرۃ النبویہ ص ۶۷ للدولابی۔ الطبقات ج ۸ ص ۱۹۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۰۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹھنے کے لئے گدے کھجور کی نرم چھال سے بھرے ہوئے تھے اور کھانے میں کھجور اور خشک انگور بھی تھا

لما حضرنا عرس علی وفاطمة رضي الله عنهما فما رأينا عرسا كان أحسن منه.حشونا الفراش يعني الليف – وأتينا بتمر وزبيب فأكلنا. (اتحاف السائل ص 42 للمناویؒ)

پھر آپ بیٹی کے گھر تشریف لائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا پانی لے کر آؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی لیا، اور کلی فرما کر وہ پانی اس میں ڈال دیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قریب آنے کے لئے فرمایا جب وہ آگے آگئیں تو آپ نے ان کے سینے اور سر پر وہ پانی چھڑکا اور فرمایا

{ اللَّهُمَّ إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ} (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۵۰۹)

اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ پیٹھ پھیرو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیٹھ پھیری تو آپ نے ان کے دونوں شانوں کے درمیان پانی چھڑکا، پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمایا پھر فرمایا کہ جاؤ اپنی اہل کے پاس اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ داخل ہو جاؤ (المواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اس سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ ہوئی کہ اس جیسی شادی ان دنوں اور کہیں نہ دیکھی گئی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی جیسی خوبصورت شادی کبھی نہیں دیکھی

فَمَا رَأَيْنَا عُرْسًا أَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَةَ(سنن ابن ماجہ ص ۱۳۹)

☆... حضرت سیدہ کا حضور ﷺ کے قریب مکان میں آجانا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان چونکہ دور تھا حضور ﷺ کو آتے جاتے قدرے تکلیف ہوتی تھی، ایک دن آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم میرے قریب رہائش اختیار کرلو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کے گھر کے آس پاس حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے کچھ مکانات ہیں اگر ان میں سے کوئی مکان خالی ہو جائے تو میں وہاں آجاؤں گی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان سے اب مکان مانگتے ہوئے حیا آتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول کی رضا پانے کے لئے کئی مکان دے چکے ہیں اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں جب اس بات کی خبر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ فورا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب کے کسی مکان میں لانا چاہتے ہیں، سو آپ کے متصل جو میرا مکان ہے میں خالی کئے دیتا ہوں۔ آپ اپنی صاحبزادی کو یہاں بلالیں آپ جو چیز مجھ سے لیں گے مجھے اس کا حضور ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہو گا بہ نسبت اس کے کہ وہ میرے پاس رہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اور میرا سب مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہی تو ہے

وإنما أنا وما لي لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ. وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْمَالُ الَّذِي تَأْخُذُ مِنِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي تدع(الطبقات ج۸ ص۱۹)

میں اور میرا مال سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہے اللہ کی قسم آپ مجھ سے جو مال قبول فرمالیں گے وہ مجھے اس مال سے بہت زیادہ پیارا ہے جو مال آپ میرے پاس چھوڑ دیں گے

حضور ﷺ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی یہ پیشکش سن کر بہت خوش ہوئے اور انہیں خیر و برکت کی دعاؤں سے نوازا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ قریب کے مکان میں آجائیں

صَدَقْتَ. بَارَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ. فَحَوَّلَهَا رَسُولُ اللَّهِ – صلى الله عليه

وسلم – إِلَى بَيْتِ حَارِثَةَ (ایضا)

تم سچ کہتے ہو اللہ تعالی تم پر اپنی برکت اتارے

چنانچہ پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر بلالیا

اس طرح چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے قریب مکان میں منتقل ہو گئیں

☆...یہ تھا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر

آپ یہ بات پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ ﷺ کے گھر کا سامان کیا اور کتنا تھا؟ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ آپ کے پاس سونے کے لئے اچھا بستر تھا، نہ رات کو پہننے کے لئے الگ کپڑے ان کے پاس تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہا نے یہ بات بر سر منبر بیان کی ہے

«نَكَحْتُ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا فِرَاشٌ نَنَامُ عَلَيْهِ إِلَّا جِلْدُ شَاةٍ نَنَامُ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَنَعْلِفُ عَلَيْهِ النَّاضِحَ بِالنَّهَارِ» (سنن سعید بن منصور ج ا ص ۱۶۸)

وَمَا لِي وَلَهَا خَادِمٌ غَيْرُهَا (الطبقات ج ۸ ص ۱۸)

جب میری شادی ہوئی تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لئے بکری کی ایک کھال ہوتی یہ رات کو ہماری خواب گاہ ہو جاتی اور دن میں ہم اسے اپنی سواری کے جانور کو چارہ ڈالنے کے لئے استعمال کرتے تھے ۔اور ہمارے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بستر ایک مینڈھے کی کھال تھی جب دونوں سونا چاہتے تو اسے اپنی اوپر الٹ دیا کرتے تھے اور ان کے تکئے چمڑے کے تھے جن میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (ایضا)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں موجود ایک صحابیہ بتاتی ہیں کہ

حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بکری کی ایک کھال، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، ایک مشکیزہ، ایک چھلنی، ایک رومال اور ایک پیالہ تھا (ایضا)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گھر آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ چیزیں بھیجی تھیں

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے ہمراہ روئیں دار کپڑا، ایک مشکیزہ، اور ایک چمڑے کا تکیہ، (جس میں اذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی) دو چکیاں، اور دو مٹکے بھی دیئے تھے

ایک مرتبہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بستر کا ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جان پدر صبر کرو۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی گھر والی کے ساتھ دس سال اس طرح گزارے ہیں کہ ان کے پاس سوائے ایک قطوانی عباء (چوغہ جو بہت پائدار تھا) کے کوئی چیز نہیں تھی جسے وہ بستر کے طور پر استعمال کرتے تھے

☆... یہ تھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں، چکی بھی اپنے ہاتھوں سے پیسا کرتی تھیں اس سے آپ کے ہاتھوں میں اکثر چھالے بھی پڑ جاتے تھے، آپ کبھی خود ہی مشک میں پانی بھی بھر کر لایا کرتی تھیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دور سے پانی بھر کر لایا کرتے تھے اور اس سے ان کو بھی تکلیف ہوتی تھی اور آپ گھر کی صاف صفائی اور اپنے شوہر نامدار کی خدمت گذاری کے علاوہ عبادت بھی کثرت سے کرتی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا، وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی چلاتی تھیں چکی چلاتے چلاتے اور آٹا پیستے ان کے ہاتھ پر نشان تک پڑ گئے تھے اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے میں ان کا سینہ درد کرنے لگا تھا اور گھر میں جھاڑو دیتی اس سے ان کے کپڑے بھی غبار آلود ہو جاتے تھے

آں ادب پروردہ صبر ورضا آسیہ گردان ولب قرآن سرا

(وہ صبر ورضا کی ادب پروردہ شاہزادی تھی جو اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھی اور آپ کے لب قرآن پڑھا کرتے تھے)

شیعہ عالم شیخ ابو جعفر ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہا نے بنی سعد کے ایک شخص سے کہا

إنها كانت عندي وكانت من أحب أهله إليه وأنها استقت بالقربة حتى أثر في صدرها، وطحنت بالرحى حتى مجلت يداها، وكسحت البيت حتى اغبرت ثيابها، وأوقدت النارتحت القدر حتى دكنت ثيابها، فأصابها من ذلك ضرر شديد. فقلت لها: لو أتيت أباك فسألتيه خادما يكفيك ضر ما أنت فيه من هذا العمل فأتت النبي (صلى الله عليه وآله) فوجدت عنده حداثا فاستحت فانصرفت. قال: فعلم النبي (صلى الله عليه وآله) أنها جاءت لحاجة، (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۱۱ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۸۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری اہلیہ تھیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام گھر والوں میں بہت عزیز تھیں اس کے باوجود گھر کے سارے کام خود کرتی تھیں ،مشک میں پانی بھر لاتیں چکی چلاتیں حتی کہ ان کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے

ان کے کپڑے صفائی کرنے کی وجہ سے گرد وغبار میں آلودہ ہو جاتے اور چولھا جھونکنے کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے ہو جاتے تھے اس پر میں نے ان سے کہا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس جائیں اور آپ سے کوئی خادمہ مانگ کر لائیں تو ان کے لئے کچھ سہولت ہو جائے تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معاشی حالت

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ مالدار نہ تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی مال و دولت نہ تھا دونوں میاں بیوی نے ہمیشہ صبر و شکر اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاری تھی، کھانا ملا تو کھالیا، نہ ملا تو صبر کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ محنت کر کے کچھ رقم لاتے تو اس سے میاں بیوی اپنا گزارہ کر لیتے ورنہ کئی کئی وقت دونوں فاقے سے ہوتے تھے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم پر ایسے کئی کئی دن گزرے کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز کھانے کی نہ تھی اور نہ ہی حضور ﷺ کے پاس کچھ تھا ان دنوں ایک دن میں باہر نکلا تو راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا میں ٹھٹھک کر رہ گیا دل میں سوچتا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا چھوڑ دوں لیکن افلاس کی شدت نے مجھے اس کے اٹھانے پر مجبور کر دیا چنانچہ میں نے اسے اٹھایا اور اس سے کچھ آٹا خرید لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا کہ وہ روٹی پکا دیں وہ آٹا گوندھنے لگیں مگر ان پر بھی فاقہ کا اس قدر اثر تھا کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن سے گر جاتا تھا اور اس سے انہیں چوٹ لگتی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی مشقت سے روٹی پکائی پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ سارا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا

«هُوَ رِزْقُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»، (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۷)

كلوه فإنه رزق رزقكموه الله عز وجل (کنز العمال ج ۷ ص ۲۸۸)

کھاؤ، یہ ایسا رزق ہے جو اللہ عزوجل نے تمہیں پہنچایا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے ہوئے تھے آپ نے بھی ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا ۔ کچھ دنوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ دینار ایک خاتون کا تھا اور وہ تلاش کرتی آئی تو آپ ﷺ نے

فرمایا اسے دینار دے دو۔ «يَا عَلِيُّ أَدِّ الدِّينَارَ» (ابوداؤد ج ا ص ۲۴۷)

ایک مرتبہ گھر میں کئی وقت کا فاقہ تھا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہیں سے ایک درہم کما لائے اور گیہوں خرید کر گھر آئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت گیہوں چکی میں پیسے، اس کی روٹی پکائی اور اپنے شوہر کے سامنے رکھ دی جب وہ کھا چکے تو پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھانے بیٹھیں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بچے کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آج صبح جب اٹھے ہیں تو گھر میں کوئی ایک چیز بھی کھانے کو نہ تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان دونوں کو باہر لے کر چلا جاتا ہوں اگر گھر پر رہیں گے تو روئیں گے اور تمہارے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے کہ انہیں کھلا کر خاموش کرا سکو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تلاش کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے ایک آدھا کھجور پڑا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر تشریف رکھیں آج صبح سے ہمارے ہاں ایک کھجور کا دانہ نہیں ہے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہا نے کچھ کھجور جمع کر لئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہا نے دونوں بچوں کو گود میں اٹھایا اور گھر آئے (الترغیب والترہیب ج ۵ ص ۱۷۱۔ المرتضی ص ۶۶)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ایک باغ میں فی ڈول ایک چھوہارے پر کام کرتے تھے آپ کا کام باغ میں پانی دینا تھا آپ ایک دن اپنی مزدوری کے چھوہارے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ تناول فرمایا (کتاب الاشراف ج ا ص ۱۹)

ایک مرتبہ آپ بیمار تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ بیٹی اب کیا حال ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے درد ہے اور یہ تکلیف زیادہ اس بھی لئے ہے کہ میرے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ہے (وَإِنَّهُ لَيَزِيدُنِي أَنِّي مَا لِي طَعَامٌ آكُلُهُ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو

انہوں نے پوچھا کہ پھر حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کا کیا ہو گا ؟ فرمایا کہ وہ اپنے دور کی عورتوں کی سردار ہے، اور تو اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار۔۔ اور بیٹی بخدا میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا و آخرت میں سردار ہے

تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا، وَأَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكِ، أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكَ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ. (استیعاب ج۴ ص۳۷۶)

فقال لها (صلى الله عليه وسلم) والله لقد أنكحتكيه سيدا في الدنيا وإنه في الاخرة من الصالحين (تاریخ دمشق ص۳۴۱ لابن عساکر)

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس اتنا بڑا دوپٹہ بھی نہیں کہ اس سے پورے بدن کو ڈھانک سکیں، سر ڈھانکتی تو پیر نظر آتے اور پیر چھپاتی تو سر کھل جاتا تھا (طبقات ج۸ ص۲۱ فتح الباری ج۱۱ ص۱۴۵)

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لئے آئے۔ حضور ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کے ساتھ اور بھی کوئی ہے ؟ آپ نے کہا ہاں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابا جان میرے پاس اس وقت سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہیں ہے چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی طرف اپنی چادر بڑھادی اور کہا کہ اسے سر پر اوڑھ لو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم واپس لوٹنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی بیٹی اس حال میں ؟ حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جان لو کہ

فاطمہ قیامت کے دن عورتوں کی سردار ہے (حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۵۲)

ایک مرتبہ حضور ﷺ ان سے ملنے آئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اونٹ کی کھال کا لباس پہنا ہوا ہے اور اس میں دس سے زیادہ مقام پر پیوند لگا ہوا تھا اور آپ روٹی پکاتے ہوئے اللہ کا ورد کر رہی تھیں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضور ﷺ کے ہمراہ تھا اتنے میں اچانک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں حضور ﷺ نے ان کی طرف نگاہ فرمائی تو حال یہ تھا کہ ان کا چہرہ خشک تھا ،اور بھوک کی شدت سے ان کے چہرے پر پیلا پن غالب آچکا تھا، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ اصل ماجرا کیا ہے آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلایا وہ قریب ہوئیں تو آپ نے پھر فرمایا اے فاطمہ !اور قریب ہو، تو وہ اور قریب ہو گئیں پھر آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہار کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں پھر یہ دعا فرمائی

«اللهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ، وَرَافِعَ الْوَضِيعَةِ، ارْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ»

(دلائل النبوۃ ج۶ ص۱۰۸)

اے اللہ۔ بھوکے کو سیر کرنے والے اور پست کو بلند کرنے والے، میری بچی فاطمہ کو بلند فرمادے

حضرت عمران کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کا پیلا پن جاتا رہا اور چہرے پر خون کی رنگت غالب آچکی تھی...

پھر جب حضرت عمران کی بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور حضرت عمران نے ان سے پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس دعا کے بعد کبھی بھوکی نہیں ہوئی۔فَقَالَتْ: مَا جعلت بَعْدَ ذَلِكَ، يَا عِمْرَانُ (دلائل النبوۃ ج۶ ص۸۷ مترجم۔ مجمع الزوائد ج۹ ص۲۰۳)

مؤرخ اسلام علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افلاس کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں

افلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال	گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھلیاں	چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھی بار بار	گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے	جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عبادات

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی عبادت اور اس کی مناجات بہت مرغوب تھیں، گھر کے کام کاج، شوہر نامدار کی خدمت گزاری اور بچوں کی دیکھ بھال کے بعد جب بھی وقت ملتا آپ اللہ کی مناجات اور اس کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف ہو جاتی تھیں، آپ کو تسبیحات، نوافل اور مناجات کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے لئے دعائیں کرنا بہت پسند تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ آپ کے والد گرمی قدر سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو ہر وقت اپنی امت کا خیال رہتا تھا اور آپ اپنی امت کے لئے ہمہ وقت دعائیں کیا کرتے تھے اور اللہ کے آگے سر بسجود ہوتے تھے ۔ نماز تہجد آپ کے معمولات میں سے سے تھا۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

> میں نے اپنی والدماجدہ کو دیکھا ہے کہ وہ گھر کی مسجد کے محراب (نماز پڑھنے کی جگہ) میں رات رات بھی نماز میں مشغول رہتیں یہاں کہ صبح کا وقت ہو جاتا، اور میں نے انہیں مسلمان مردوں اور عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعائیں کرتے سنا ہے، انہوں نے اپنی ذات کے لئے کوئی دعا نہ مانگی، میں نے عرض کیا کہ اے مادر مہربان اپنے لئے دعائیں نہ مانگنے کی کیا وجہ ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ {اول الجوار ثم الدار) پہلے ہمسایہ ہیں پھر گھر ہیں
> (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۹۰ مترجم از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۲ھ)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد وورع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جس طرح تربیت فرمائی اور آپ اپنی بیٹی کو جس رنگ وروپ میں دیکھنا چاہتے تھے اس کا تقاضا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا درویشانہ اور زاہدانہ زندگی گزاریں اور اگر کبھی ان کے ہاں وسعت وفراخی آئی بھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا کچھ اس طرح اظہار کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے وہ سب کچھ اپنے سے جدا کر لیا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے سے واپس لوٹے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر اچھے قسم کے پردے لگے ہوئے ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین

رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن بھی ہیں آپ یہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے اسی وقت وہ پردہ پھاڑ دیا اور بچوں کے ہاتھوں سے وہ کنگن بھی نکال ڈالے۔ بچے روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ سب فلاں (گھر والے) کو دے آؤ

إِنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا، يَا ثَوْبَانُ، اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ، وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۷)

یہ میرے اہل بیت ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ وہ یہاں ان چیزوں سے آلودہ ہوں اس کے بدلے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھجور کے پتوں کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ

☆...ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے کا ایک ہار ہے آپ نے فرمایا کہ "فاطمہ کیا تجھے اچھا لگے گا کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے"

يَا فَاطِمَةُ! أَيَسُرُّكِ أَنْ يَقُوْلَ النَّاسُ: هَذِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفِي يَدِهَا سِلْسِلَةٌ مِنْ نَارٍ. (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ہار کو بیچ دیا اور اس سے ایک غلام خرید ا پھر اس غلام کو اللہ کے لئے آزاد کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا

«الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ» (ایضا المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۵)

اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ سے نجات دے دی

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے

نقل کرتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو آپ نے ان سے فرمایا اے فاطمہ !لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ اس قسم کی چیزیں پہنتی ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے اتار دیا اور فروخت کرنے کے بعد اس سے ایک باندی خریدی اور اسے آزاد کر دیا حضور ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے

فقال لها رسول الله (صلى الله عليه وآله): يا فاطمة لا يقول الناس إن فاطمة بنت محمد تلبس لباس الجبابرة، فقطعتها وباعتها واشترت بها رقبةفأعتقتها، فسر بذلك رسول – الله (صلى الله عليه وآله)(بحار الانوار ج۴۳ص۸۱وص۲۷)

☆... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھا تو آپ گھر میں داخل نہ ہوئے واپس لوٹ گئے (حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوگئی) جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا گھر آئے تو انہوں نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غمگیں دیکھا تو پوچھا کہ کیا بات ہوئی ؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور ﷺ میرے گھر آئے تھے مگر اندر نہیں آئے باہر سے ہی واپس تشریف لے گئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا یہ سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ گھر تشریف لائے تھے مگر اندر داخل نہیں ہوئے اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بڑا گہرا اثر پڑا ہے اے اللہ کے رسول اندر داخل نہ ہونے کی وجہ کیا ہوئی ہے ؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

«وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ؟»؟(سنن ابو داؤد ج۲ص۲۱۸)

میرا دنیا سے کیا واسطہ ؟ اور ان نقش و نگار سے میرا کیا تعلق.

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا واپس گھر آئے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر حضور ﷺ کا

جواب سنادیا۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر پوچھئے کہ اس پردے کے بارے میں آپ کا حکم فرماتے ہیں ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

«قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلَى بَنِي فُلَانٍ»(ایضا)

حضرت فاطمہؓ سے کہو کہ وہ اس پردے کو بنی فلاں کے ہاں بھیج دو۔

☆... ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ اچھے لباس میں دیکھا تو چہرے پر ناراضگی کے آثار واضح ہوئے اور واپس چلے آئے جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پر تکلف پردہ اکھاڑ پھینکا اور عمدہ لباس بھی نکال باہر کیا تو پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ اسی طرح رہا کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان!

فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْدَثَتْهُ، وَأَلْقَتْ مَا عَلَيْهَا، وَلَبِسَتْ أَطْمَارَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: "كَذَلِكَ كُونِي فِدَاكِ أَبِي وَأُمِّي "(کتاب ترکۃ النبی ﷺ ص۵۶ للامام حماد بن اسحاق بن اسماعیل ۲۶۷ھ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا آپ نے ان کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا تھا اور اس کا عام مشاہدہ ہوتا تھا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیمتی اور خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کے چہرہ انور پر ناراضگی کے آثار پائے چنانچہ میں نے اس کپڑے کے ٹکڑے کرکے دے دئے

«آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي»(صحیح بخاری ج۲ص۳۵۶ وص۸۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا وَلَكِنِّي بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ نِسَائِكَ. (صحیح مسلم ج۲ص۱۹۲)

میں نے تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجا کہ تم اس کو پہنو، بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم اسے پھاڑ کر عورتوں کے دوپٹے بنالو۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا باغات وقف کر دینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ترغیب دی کہ وہ اپنے اسباب وجائداد ر مکان، دکان اللہ کے راستے میں وقف کر دیں تاکہ اس سے مسلمان غریبوں اور مسکینوں کی مدد ہو سکے آپ نے اس وقف پر فضیلتیں بیان فرمائیں صحابہ کرام میں سے جن کے پاس اچھی جائدادیں تھیں وہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں اور خود فقر ومسکنت کی زندگی پر آ گئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہر صاحب مال شخص نے وقف میں بھرپور حصہ لیا تھا

قال جابر رضی اللہ عنہ لم یکن أحد من الصحابة ذو مقدرة الا وقف (شرح اللّمعة ج۱ص۲۲۴ مطبوعہ تہران)

شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) نے فروع کافی میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوقاف کی تفصیل بیان کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ینبع اور اس کے آس پاس کی زمینیں تھیں جو آپ نے سب کی سب اپنی ملکیت سے نکال دیں اور انہیں مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ (فروع کافی ج۳ص۲۸)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سات باغات تھے جس کی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ، پھر آپ نے ایک وصیت لکھوائی اور ان سب باغات کو وقف کر دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا متولی بنا دیا تھا پھر اس کی آمدنی غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پر خرچ ہوتی رہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح اپنا سب کچھ اللہ کے راستہ میں وقف کر دیا تھا اسے دیکھئے آپ نے اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح وصیت لکھوائی

بسم الله الرحمن الرحيم: هذا ما أوصت به فاطمة بنت محمد رسول الله (صلى الله عليه وآله) أوصت بحوائطها السبعة العواف والدلال والبرقة والمبيت والحسني والصافية وما لام إبراهيم إلى علي بن أبي طالب (عليه السلام) فإن مضى علي فإلى الحسن، فإن مضى الحسن فإلى الحسين، فإن مضى الحسين، فإلى الاكبر من ولدي شهد الله على ذلك والمقداد بن الاسود والزبير بن العوام وكتب علي بن أبي طالب (فروع کافی ج۳ ص ۲۷ مطبوعہ لکھنو۔ بحار الانوار ج۴۳ ص۲۳۵)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ وہ چیز ہے جس کی نسبت وصیت کی ہے فاطمہ نے جو بیٹی ہے جناب محمد (رسول اللہ) ﷺ کی۔ وصیت کی ہے سات باغوں کی جن کے نام یہ ہیں عفاف۔ دلال۔ برقہ۔ مبیت۔ حسنی۔ صافیہ ام ابراہیم والی زمین۔ ان کا متولی بنایا ہے علی بن ابی طالب کو اگر وہ فوت ہو جائیں تو حسن بن علی اس کا متولی ہو گا وہ فوت ہو جائے تو متولی حسین ہو گا پھر اگر وہ بھی فوت ہو جائے تو میری اولاد میں سے جو عمر میں بڑا ہو وہ متولی ہو گا۔ اللہ تعالی اس پر گواہ ہو اور مقداد بن اسود اور زبیر بن عوام بھی اس پر گواہ رہیں یہ وصیت لکھی ہے علی بن ابی طالب نے۔

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں

حضرت فاطمہ صلوت اللہ علیہا ظاہرا و باطنا حضور ﷺ سے کافی مشابہت رکھتی تھی یہاں تک کہ چلنے پھرنے میں نشست و برخاست میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا نمونہ آپ تھیں راقم الحروف کے مطالعہ میں نماز تہجد کی کثرت کے سبب سے دو ہستیوں کے قدم شریف متورم ہوئے ہیں

ایک حضور پر نور خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ ہیں اور دوسری حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیھا کی ذات ستودہ صفات ہے اس لئے ترکہ میں بھی مشابہت کا اثر نمودار ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا ترکہ وقف فرمادیا اسی طرح حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیھا بھی اپنا ترکہ وقف کرکے اس دنیائے فانیہ سے تشریف لے گئیں ہم یوں نہیں کہتے کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیھا کی اولاد کو شرعاً والدہ شریفہ کے اموال میراث میں نہیں مل سکتے تھے از روئے شرع شریف تو کوئی ممانعت نہیں تھی مگر حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد شریف حضور اکرم ﷺ کے اس عالی شان عمل کی پیروی کرکے دنیا کے سامنے مشابہت تامہ کا ایک اور نمونہ پیش فرمایا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو ایک حدیث آپ کے سامنے پیش کی تھی وہ حدیث آپ کو پسند آئی تھی اس حدیث کی روایت پر آپ کو کسی قسم کا کوئی شبہ پیش نہیں آیا۔ کمال پسندیدگی یہ ہے کہ خود اس جہاں سے روانہ ہوتے وقت اس پر عمل کرکے دکھایا میری مراد (ماترکناہ صدقة) سے ہے یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ وقف ہو جاتا ہے۔ کیا ہے کوئی اس عمل پر غور کرنے والا ؟ (تحقیق فدک ص۱۸۷ طبع چہارم ۱۹۹۵ء)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انفاق فی سبیل اللہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو انفاق فی سبیل اللہ میں بڑی طبعی رغبت تھی اور آپ کو حضور پاک ﷺ کی یہ نصیحت بھی یاد تھی کی اے میری بیٹی! اللہ تعالی سے خرید لینا (یعنی اجر وثواب سمیٹ لینا) اگرچہ کھجور کی گٹھلی دے کر ہی کیوں نہ ہو

یا فاطمة: اشتری من الله ولو بشق تمرة۔ (اتحاف السائل ص۶۶)

آپ سائل اور فقیر کا خیال رکھتیں اور جو کچھ میسر ہوتا انہیں دے دیا کرتی تھیں آپ اور بچے

بھوکے رہ جاتے مگر کسی فقیر کو خالی ہاتھ لوٹانا آپ کو گوارا نہ ہوتا تھا۔ آپ کے در پر جب کبھی کوئی سائل آیا وہ اپنی جھولی بھر کر ہی گیا تھا، کبھی اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا گیا۔ قرآن کریم میں جہاں ان لوگوں کی تعریف بیان کی گئیں ہیں جو خود تنگی میں ہونے کے باوجود دوسروں کو بھوکا نہیں رکھتے ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر خواتین بھی ہیں۔ بعض مفسرین نے سورۃ الدہر کی ابتدائی آیات میں ایک واقعہ کا ذکر کیا اور اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا ہے تاہم بہت سے محققین اسے درست نہیں سمجھتے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں ان تمام لوگوں کے بارے میں ہیں جو یہ نیک عمل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ

وَقَالَ أَهْلُ التَّفْسِيرِ: نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَجَارِيَةٍ لَهُمَا اسْمُهَا فِضَّةُ. قُلْتُ: وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي جَمِيعِ الْأَبْرَارِ، وَمَنْ فَعَلَ فِعْلًا حَسَنًا، فَهِيَ عَامَّةٌ. وَقَدْ ذَكَرَ النَّقَّاشُ وَالثَّعْلَبِيُّ وَالْقُشَيْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ فِي قِصَّةِ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَجَارِيَتِهِمَا حَدِيثًا لَا يَصِحُّ وَلَا يَثْبُتُ،(تفسیر القرطبی ج۱۹ص۱۳۰)

جناب نقاش، جناب ثعلبی، اور شیخ قشیری اور بعض دیگر مفسرین نے حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک باندی کے بارے میں ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے جو سندا صحیح نہیں ہے اور وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں اتری ہے ان کی بات اسلئے بھی درست نہیں کہ یہ سورت مکی ہے اور اس وقت تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ آپ شیعہ عالم ابن مطہر حلی (۷۲۶ھ) کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

أَمَّا نُزُولُ: {هَلْ أَتَى} فِي عَلِيٍّ فَمِمَّا اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ كَذِبٌ مَوْضُوعٌ، وَإِنَّمَا يُذْكُرُهُ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ مَنْ جَرَتْ عَادَتُهُ

بِذِكْرِ أَشْيَاءَ مِنَ الْمَوْضُوعَاتِ، وَالدَّلِيلُ الظَّاهِرُ عَلَى أَنَّهُ كَذِبٌ أَنَّ سُورَةَ {هَلْ أَتَى} مَكِّيَّةٌ بِاتِّفَاقِ النَّاسِ، نَزَلَتْ قَبْلَ الْهِجْرَةِ، وَقَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ بِفَاطِمَةَ، وَيُولَدَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما (منہاج السنۃ ج۸ص۵۵۳۔)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

وَسُورَةُ " هَلْ أَتَى " مَكِّيَّةٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَالنَّقْلِ، لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ: إِنَّهَا مَدَنِيَّةٌ. وَهِيَ عَلَى طَرِيقَةِ السُّوَرِ الْمَكِّيَّةِ فِي تَقْرِيرِ أُصُولِ الدِّينِ الْمُشْتَرَكَةِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، كَالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَذِكْرِ الْخَلْقِ وَالْبَعْثِ. وَلِهَذَا [قِيلَ:]إِنَّهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا مَعَ: (أَلم تَنْزِيلُ) فِي فَجْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ; لِأَنَّ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ.وَهَاتَانِ السُّورَتَانِ مُتَضَمِّنَتَانِ لِابْتِدَاءِ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَخَلْقِ الْإِنْسَانِ إِلَى أَنْ يَدْخُلَ فَرِيقٌ الْجَنَّةَ وَفَرِيقٌ النَّارَ. وَإِذَا كَانَتِ السُّورَةُ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ بِفَاطِمَةَ، تَبَيَّنَ أَنَّ نَقْلَ أَنَّهَا نَزَلَتْ بَعْدَ مَرَضِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مِنَ الْكَذِبِ وَالْمَيْنِ(منہاج السنۃ ج۷ص۱۷۹وج۴ص۲۰)

قرآن کریم کی سورت الدہر باتفاق مفسرین مکی ہے کسی ایک مفسر نے بھی اسے مدنی سورت نہیں بتایا، انبیاء علیہم السلام کے مابین مشترکہ اصول دین کے بیان کے لحاظ سے بھی یہ سورت مکی سورتوں کے ڈھب پر ہے جیسا کہ ایمان باللہ، آخرت پر ایمان، پیدائش اور بعث کا ذکر۔ اسی لئے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الم تنزیل (سورہ سجدہ) کے ساتھ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں یہ سورت بھی پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ اس دن آدم کی پیدائش ہوئی تھی، اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ یہ

دونوں سورتیں زمین وآسمان کی پیدائش، آدم کی پیدائش اور ایک گروہ کے جنت میں جانے، اور دوسرے گروہ کے جہنم میں ہونے کے ذکر کو شامل ہیں جب یہ سورت ہی مکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی سے پہلے نازل ہوئی ہے تو پھر واضح ہو گیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سورت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بیمار ہونے کے بعد نازل ہوئی سراسر غلط بیانی ہے

مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) (دیکھئے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج۴ ص ۶۷۰) اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے (کتاب الموضوعات ج ا ص ۳۹۰)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۸۱۷ھ) بھی لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ آیت اپنے عموم اور ظاہر پر ہے کہ ہر وہ شخص جو یہ نیک عمل کرے گا اللہ تعالی اس کو یہ اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

فهذا لا يصح أصلا، بل الآية على عمومها وظاهرها لكل من فعل ذلك. وهو الذي اختاره المحققون من المفسرين، كالإمام وغيره. وأيضا هذا التأويل والتخصيص يؤدي إلى اختلال نظم السورة، فإنه لا يتعلق بشيء مما قبلها وما بعده، بل كلام أجنبي يتوسط نظم السورة. وإن سلمنا أنه المراد فلا دلالة فيه على كثير فضل واختصاص من مزية، فإنه صفة يتصف بها أكثر الصالحين....

(القضاب المشتہر علی رقاب ابن المطہر ص ۶۲)

علامہ جلال الدین محمد بن اسعد دوانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے اس وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی

لا نزاع في نزول القرآن بمدح علي رضي الله عنه ومجموع أهل البيت وفضلهم. لكن هذه الآية في {هَلْ أَتَى} باتفاق القراء

والمفسرين –إلا قليلا– وفي رسم المصاحف شرقا وغربا: أنها مكية. وعلي ما دخل بفاطمة رضي الله عنها وأولدها الحسن والحسين إلا في المدينة.(الحجج الباھرۃ ص۲۱۷)

یعنی جہاں تک سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کے مناقب کا تعلق ہے اور قرآن کریم میں ان کی جو مدح ہے اس پر تو کسی کا اختلاف نہیں ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہ آیت باتفاق مفسرین مکہ مکرمہ میں اتری ہے اور اس وقت تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، آپ کی شادی مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے

مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ محققین نے بھی اس واقعہ پر نقد کرتے ہوئے اسے من گھڑت بتایا ہے

وتعقب بأنه خبر موضوع مفتعل كما ذكره الترمذي وابن الجوزي وآثار الوضع ظاهرة عليه لفظا ومعنى،(دیکھئے روح المعانی پ۱۵ص ۱۷۴)

تاہم اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتی تھیں اور ہر بھلائی اور خیر کو پانے میں آپ ہمیشہ آگے آگے رہتی تھیں۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

وَكَانَتْ صَابِرَةً، دَيِّنَةً، خَيِّرَةً، صَيِّنَةً، قَانِعَةً، شَاكِرَةً للهِ.(سیر اعلام النبلاء ج۲ص۱۱۹)

حضرت سیدہؓ بڑی صابرہ بڑی دیندار بھلائی کے کام کرنے والی قناعت پسند اور اللہ کا شکر ادا کرنے والی خاتون تھیں۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک کرامت

اللہ تعالی نے آپ کے صدقہ خیرات اور فقراء و مساکین کو اپنی ذات پر ترجیح دینے پر آپ کو

یہ انعام بھی عطا فرمایا کہ پھر آپ کے کھانے میں برکتیں اتاریں اور خود حضور ﷺ نے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ان برکات کا مشاہدہ بھی فرمایا تھا

حضور ﷺ ایک دن بھوکے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں بھی کوئی چیز نہیں آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ اس دوران ان کی ایک پڑوسن نے ان کے لئے دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا آپ نے اسے ایک برتن میں ڈھک کر رکھ دیا اور حضور ﷺ کو کھانے کے لئے بلایا جب آپ تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہؓ نے برتن آگے رکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب میں نے برتن سے ڈھکن اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور سمجھ گئی کہ یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا حضور ﷺ پر درود پڑھا اور پھر اسے حضور ﷺ کے سامنے رکھا حضور ﷺ نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا ابا جان! یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے یہ سن کر حضور ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ

«الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَكِ يَا بُنَيَّةُ شَبِيهَةً بِسَيِّدَةِ نِسَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَإِنَّهَا كانت إذا رزقها الله شيئا وسئلت عَنْهُ، قَالَتْ: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ»-

اے میری بیٹی اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں بنی اسرائیل کی اس خاتون مقدس (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) کی شبیہ بنایا جب انہیں کوئی چیز اللہ عطا فرماتا اور ان سے کوئی پوچھتا تو وہ جواب میں کہتیں کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ

یہ بابرکت کھانا حضرت علی حضرت حسن حضرت حسین حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم نے

حضور ﷺ کے ساتھ مل کر کھایا، اور پیٹ بھر کر کھایا، مگر کھانا ویسا کا ویسا ہی رہا، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر یہ کھانا آس پاس کے گھروں میں بھیج دیا اور اللہ نے اس میں بہت برکت ڈالی تھی

وبقيت الجفنة كما هي، قالت: فأوسعت ببقيتها على جَمِيعِ الْجِيرَانِ، وَجَعَلَ اللَّهُ فِيهَا بَرَكَةً وَخَيْرًا كثيرا (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۰)

☆... حضور ﷺ سے خادمہ مانگنے پر تسبیحات کا تحفہ ملنا

جب اللہ تعالی نے مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھولے اور مدینہ منورہ میں مال واسباب آنا شروع ہوا تو ان میں غلام اور لونڈیاں بھی آئیں، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حالت زار کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور باندیاں آئی ہیں اس لئے حضور ﷺ سے اپنے لئے بھی ایک لونڈی مانگ لاؤ تا کہ وہ کام کاج میں تمہارا ہاتھ بٹائے اور تمہارا یہ بوجھ ہلکا ہو، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت گھر میں نہ تھے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات تو ہوئی مگر شرم کی وجہ سے آپ کی زبان نہ کھل پائی آپ واپس لوٹ گئیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ مجھے ہمت نہ ہوئی کہ میں آپ سے ایک لونڈی مانگ لوں

فَاسْتَحْيَتْ أَنْ تَسْأَلَهُ، وَرَجَعَتْ فَأَخْبَرَتْهُ (ترکۃ النبی ﷺ ص ۵۵)

حضور ﷺ جب دوسرے دن تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ خاموش رہیں البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کام کاج کی تکلیف اور خادمہ مانگ لانے کے مشورے کا تذکرہ کر دیا۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۴)

حضور ﷺ نے جب حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ درخواست سنی تو فرمایا کہ میں تمہاری یہ درخواست پوری نہیں کر سکتا، اور تمہیں باندی نہیں دے سکتا۔

والله لا أعطيكما وأدع أهل الصفة تطوى بطونهم لا أجد ما أنفق عليهم ولكني أبيعه وأنفق عليهم أثمانهم فرجعا(ذخائر العقبی فن مناقب ذوی القربی ج ا ص ۱۰۶)

بخدا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں باندی دوں اور ان اہل صفہ کو نہ دوں جن کے پیٹ بھوک کے مارے تڑپ رہے ہوں، میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں، اس لئے میں ان کو بیچ کر جو رقم ملے گی وہ ان لوگوں پر خرچ کر دوں گا (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۰)

آپ نے فرمایا

«اتَّقِي اللَّهَ يَا فَاطِمَةُ، وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ، (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۶۴)

بیٹی اللہ سے تقوی اختیار کر اور اپنے رب کا حکم بجالا ؤاور اپنے گھر کا کام کاج کر لیا کرو

چنانچہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما یہ سن کر اپنے گھر لوٹ گئے

ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن	جن کا صفہ نبوی میں قیام تھا
میں انکے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز	ہرچند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں	میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق	جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے	یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ اگر اللہ تمہیں کوئی چیز دینا چاہتا ہے تو وہ تمہیں مل کر رہے گا، تاہم میں تمہاری رہنمائی خادم سے بہتر چیز کی طرف کروں گا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۰)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ

بتادوں جو تمہارے لئے باندی سے بھی بہتر ہو

أَلاَ أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ(صحیح بخاری ج۲ص۸۰۷ صحیح مسلم ج۲ص۲۴۲)

حضرت علی مرتضی نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا

فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ: قُولِي لَا، بَلْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ،(سنن ابن ماجہ ص۲۸۰)

تم کہہ دو کہ مجھے خادمہ نہیں، بلکہ اس سے بہتر چیز ہی پسند ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری لخت جگر کو خادمہ سے بہتر جو دولت عطا فرمائی وہ وظیفہ تسبیح تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا

إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ، وَتُسَبِّحَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَتَحْمَدَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ(صحیح بخاری ج۲ص ۸۰۸)

کہ جب تم رات کو بستر پر جاؤ تو ۳۴ مرتبہ (سبحان اللہ) ۳۳ بار (الحمد للہ) اور ۳۴ بار (اللہ کبر) کہہ لیا کرو یہ وظیفہ تم دونوں کے لئے خادم سے اچھا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں یہ وظیفہ فرض نمازوں کے بعد پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی (سنن ابو داؤد ج۲ص۶۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ

رَضِيتُ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،(سنن ابو داؤد ج۲ص۶۴)

ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر راضی اور خوش ہیں

ایک روایت میں ہے کہ یہ وظیفہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور انہوں نے آپ کو بتایا تھا...

فَقَالَ كَلِمَاتٌ عَلَّمَنِيهُنَّ جِبْرِيلُ(فتح الباری ج۱۱ص۱۴۶)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر اس وظیفہ کو باقاعدگی سے پڑھتی رہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سفر وحضر میں اس کا برابر معمول رکھا تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے اس دن سے اسے کبھی ترک نہیں کیا

کسی نے پوچھا کہ کیا جنگ صفین کی اس رات کو بھی ترک نہیں کیا جس میں لڑائی خلاف معمول ہو رہی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے اس رات کو بھی یہ وظیفہ ترک نہیں کیا تھا

فَمَا تَرَكْتُهَا بَعْدُ، قِيلَ: وَلاَ لَيْلَةَ صِفِّينَ؟ قَالَ: وَلاَ لَيْلَةَ صِفِّينَ

(صحیح بخاری ج۲ص۸۰۸)

حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تسبیح سے افضل کوئی اور وظیفہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کو ضرور وہ بطور تحفہ عطا فرماتے

ولو كان شئ أفضل منه لنحله رسول الله (صلى الله عليه وآله) فاطمة (فروع کافی ج۱ص۳۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو جو وظیفہ ارشاد فرمایا اس کا تعلق صرف نیکی اور ثواب سے نہیں ہے، ان کلمات میں اللہ تعالی یہ تاثیر بھی رکھی ہے کہ اس کے اہتمام سے تعب وتھکاوٹ بھی ختم ہو جاتی ہے اور بدن میں نئے سرے سے قوت اور تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ علامہ شمس الدین محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۳ھ) لکھتے ہیں

وَإِن أَخذه إعياء من شغل أَو طلب زِيَادَة قوت فليسبح الله عِنْد نَومه كل لَيْلَة ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وليحمد الله ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وليكبر أَرْبعا وَثَلَاثِينَ أوفي دبر كل صَلَاة عشرا وَعند النّوم...الخ (حصن حصین ص ۲۹)

اگر کسی کو کام کی کثرت کے سبب تھکن لاحق ہو جائے یا وہ (کام کرنے کے لئے) مزید قوت کا خواہاں ہو تو اسے چاہئیے کہ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرے

محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

أَنْ يَكُونَ مَنْ وَاظَبَ عَلَيْهِ لَا يَتَضَرَّرُ بِكَثْرَةِ الْعَمَلِ وَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِ وَلَو حصل لَهُ التَّعَب وَالله اعْلَم (فتح الباری ج۱۱ص۱۵۰)

جو شخص اس وظیفہ پر مواظبت کرے گا اسے کام کی کثرت کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گی اور اگر تھوڑی بہت تھکاوٹ ہوئی بھی تو وہ اتنی نہ ہو گی کہ اس پر شاق گزرے

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ

لَعَلَّ الله تَعَالَى يُعْطِي للمسبّح قُوَّة يقدر بهَا على الْخدمَة أَكثر مِمَّا يقدر الْخَادِم عَلَيْهِ، أَو يسهل الْأُمُور عَلَيْهِ بِحَيْثُ يكون فعل ذَلِك بِنَفسِهِ أسهل عَلَيْهِ من أَمر الْخَادِم بذلك، أَو أَن مَعْنَاهُ أَن نفع التَّسْبِيح فِي الْآخِرَة، ونفع الْخَادِم فِي الدُّنْيَا {وَالْآخِرَة خير وَأبقى}

اللہ تعالی اس تسبیح پڑھنے والے کو اس قدر قوت وطاقت عطا فرما دیتا ہے کہ اسکے لئے سارے وہ کام آسانی سے پورے ہو جاتے ہیں جس کے لئے عموما خادم کی ضرورت ہوتی ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ خادم کا فائدہ تو بس دنیا کا ہے جبکہ تسبیح آخرت میں فائدہ پہنچائے گی اور آخرت تو بہتر اور باقی رہنے والی ہے (دیکھئے عمدۃ القاری ج۲۱ص۲۰)

محدث شہیر امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

وَكَأَنَّ قِرَاءَةَ هَذِهِ الْأَذْكَارِعِنْدَ الْمَنَامِ تُزِيلُ تَعَبَ خِدْمَةِ النَّهَارِ وَالْآلَامَ (مرقاۃ المفاتیح ج۵ص۱۷۳)

سوتے وقت ان اذکار کو پڑھنا دن بھر کی تھکن اور دکھ درد کو دور کر دیتا ہے

کسی ایک روایت سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زندگی میں پھر کبھی کسی باندی کی ضرورت محسوس کی تھی، یا کبھی اپنی تھکن کا اظہار کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

پر آپ نے اس وظیفہ کو اپنا معمول بنالیا تو اللہ تعالی نے آپ سے سب تھکن اور دکھ درد ختم فرمادیا تھا

ایک اور واقعہ اور دعا ملاحظہ فرمایئے

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سخت فاقہ آیا تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں آئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھٹکھٹاہٹ حضرت فاطمہ کی ہے، عام طور سے وہ اس وقت نہیں آیا کرتی (ضرور کسی خاص کے لئے آئی ہونگی) چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اندر تشریف لائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسول فرشتوں کا کھانا لا الہ الا اللہ... سبحان اللہ... اور الحمد للہ کہنا ہے تو بتلایئے ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں کسی گھر میں تین دن سے آگ نہیں جلی، ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں، اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھادوں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلائے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے بکریوں کے بجائے آپ وہی پانچ کلمات سکھادیں جو آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ کہا کرو

يَا أَوَّلَ الاَوَّلِيْنَ،وَيَاآخِرَالآخِرِيْنَ، وَيَاذَ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ، وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ وَيَا رْحَمَ الرَّاحِمِينَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس گھر لوٹ گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ کے پاس دنیا لینے کے لئے گئی تھی، لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے (حیاۃ الصحابہ ج۳ص۵۶)

حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک اور دعا بھی سکھائی تھی اور فرمایا کہ اسے پڑھتی رہنا اس دعا کی برکت سے اللہ تعالی قرض کا بوجھ جلد اتار دیتا ہے

«اللهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ»(صحیح مسلم ج۲ص۳۴۸)

اے اللہ اے ساتوں آسمانوں کے، اور عرش اعظم کے پروردگار، اے ہمارے اور ہر چیز کے رب، اے تورات وانجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، اے دانوں اور گھٹلیوں کے اگانے والے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے، کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، ہمارے قرض ادا کرادے، اور ہمیں فقیری سے غناء دے۔

سنن ابن ماجہ میں دعا کے الفاظ یہ ہیں

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ "(سنن ابن ماجہ ج۲ص۱۲۵۹ش)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہؓ! کیا وجہ ہے کہ میں صبح شام تمہیں یہ کہتے ہوئے نہیں سنتا (یعنی تم اس طرح دن رات دعا کیا کرو)

يا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، أَصْلِح شأنِي كُلَّهُ، ولا تَكلْنِي إِلَي نَفْسِي طَرْفة عَين".((الاذکار ص ٦٦ للنوویؒ۔ اتحاف السائل ص ٦٢)

اے زندہ اور قائم رہنے والی ذات، میں تیری رحمت کے ساتھ تجھ سے مدد چاہتی ہوں پس تو مجھے لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر دینا اور میرے تمام کاموں کو درست کر دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ! کیا وجہ ہے کہ میں صبح شام تمہیں یہ کہتے ہوئے نہیں سنتا (یعنی تم اس طرح دن رات دعا کیا کرو)

يا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، أَصْلِح شأنِي كُلَّهُ، ولا تَكلْنِي إِلَي نَفْسِي طَرْفة عَين".((الاذکار ص ٦٦ للنوویؒ۔ اتحاف السائل ص ٦٢)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان جہاد میں

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نصرت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ میں بھی بڑا اعلی کردار رہا ہے اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مختلف غزوات میں شریک رہی ہیں

غزوہ احد کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر چوٹیں آئیں اور ان سے خون بہنا شروع ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے خون کو صاف کیا تھا اور جب خون کسی طرح رکتا نہ تھا تو آپ نے ٹاٹ (کپڑے) کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور اس کی راکھ کو زخم میں بھر دیا جس سے لہو نکلنا بند ہو گیا تھا

فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ المَاءَ لاَ يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ، فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ،(صحیح بخاری ج ٢ ص

(۵۸۴

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کپڑے میں خون کو روکنے کی بڑی زبردست صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ اس کی راکھ زخم میں جم جاتی ہے اور خون نکالنے والی رگوں کا منھ تنگ ہو کر بند کر دیتی (ساتھ ہی جل جانے کی وجہ سے یہ راکھ زخم کو Ceptic ہونے یعنی خراب ہونے اور پکنے سے بھی روک دیتی ہے (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۸۲)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ واپس گھر لوٹ آئے تو آپ نے اپنی تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا کہ بیٹی اس پر لگا ہوا خون دھوڈالو، یہ تلوار جنگ کے موقع پر بڑی سچی ثابت ہوئی ہے ... بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیتے ہوئے کہا کہ اس پر لگا ہوا خون دھوڈالو۔ خدا کی قسم !جنگ میں یہ تلوار بڑی سچی نکلی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم جنگ میں ثابت قدم رہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیفؓ اور ابو دجانہؓ نے بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا

لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَأَبُو دُجَانَةَ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۰۰)

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی جب آپ غزوہ احد میں شہید کر دئے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت غمگین ہوئیں آپ ان کو بہت یاد کرتیں اور ان کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے لئے روتے ہوئے دعا کرتیں تھیں (المغازی للواقدی ص ۳۱۳)

كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِيهِمْ فَتَكُنُّ عِنْدَهُمْ وَتَدْعُو (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۹)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ خندق اور غزوہ خیبر کے وقت بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھیں، اس وقت مسلمانوں کو مال غنیمت میں ستو بھی ملے تھے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو ۸۵ وسق (تقریباً ۱۶۲۳۵ کلو) ستو عنایت فرمائے تھے

☆... فتح مکہ کے موقع پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب ابوسفیانؓ کو امان دینے سے انکار کر دیا تھا جناب ابوسفیانؓ نے انہیں کہا کہ کیا تمہیں اختیار ہے کہ تم لوگوں کو امان دے سکو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تو ایک عورت ہوں (یعنی انکار کر رہی ہو ں) جناب ابوسفیانؓ نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو کہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ ابھی اتنا بڑا نہیں کہ کسی کو پناہ دے سکے، دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کون پناہ دے سکتا ہے (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۹۶۔ سیرت المصطفی ج ۳ ص ۶)

☆... فتح مکہ کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا تو اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ کئے ہوئے تھیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲)

ان مختلف واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے والد خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر موڑ پر ساتھ دیا تھا اور آپ ہمیشہ اسلام کی حمایت و نصرت میں سب مسلمانوں کے شانہ بشانہ رہی تھیں۔

☆... حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین شہزادی

حضرت فاطمہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین شہزادی تھی

وكانت أحب الناس إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اسد الغابۃ ج ۷ ص ۲۱۶)

اور آپ کی یہ ایک ہی بیٹی تھی جو حیات تھیں، باقی سب بیٹیاں داغ مفارقت دے گئیں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بچپن سے بہت پیار فرماتے تھے اور زیادہ سے زیادہ انہیں اپنی برکات سے نوازتے تھے۔ شارح صحیح بخاری علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وكانت فاطمة أحب أهله إليه– صلى الله عليه وسلم–، وكان يقبلها فى فيها ويمصها لسانه، (مواہب ج ۱ ص ۳۹۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ پیاری تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ میں بوسہ دیتے تھے اور اپنی زبان ان کو چساتے تھے (تاکہ آپ

کالعاب مبارک انکے اندر داخل ہو اور زیادہ سے زیادہ آپ کی برکت ان کے بدن میں پہنچے)

محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں

حضرت فاطمہؓ حضور اکرم ﷺ کی سب سے چہیتی اور بلند درجے کی بیٹی تھی بلکہ علی الاطلاق دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب تھی (اتحاف السائل ص ۲۷)

حضرت فاطمہؓ کا مکان دور تھا تو حضور ﷺ ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی خیر خیریت دریافت فرماتے تھے اور جب وہ حضور ﷺ کے قریب رہنے لگیں تو آپ آتے جاتے ان سے ملاقات فرمالیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو میں زیادہ محبوب ہوں یا حضرت فاطمہ زیادہ پیاری ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بیٹی مجھے زیادہ محبوب ہے

فاطمة أحب إلي منك (اسد الغابۃ ج ۷ ص ۲۱۹)

كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ، وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. (استیعاب ج ۴ ص ۳۷۸)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوال کرنے پر بھی یہی بات فرمائی تھی (ایضا)

بلکہ جمیع بن عمیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا کہ

أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "؟ قَالَتْ: «فَاطِمَةُ»، فَقِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ: «زَوْجُهَا»، (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷)

حضوط ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا فاطمہؓ تھیں۔ پوچھا گیا کہ مردوں میں کون؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ان کے شوہر (یعنی حضرت علی مرتضیٰؓ)

شارح مشکوۃ علامہ نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں

یہاں انصاف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اور صدق ان کا دیکھنا چاہئیے کہ کیا کہا۔ باوجودیکہ جگہ اس کی تھی کہ کہتیں کہ میں اور میرا باپ بہت پیارے تھے اور بعید نہیں کہ اگر حضرت فاطمہؓ سے یہ سوال کیا جاتا تو وہ فرماتیں کہ عائشہؓ اور ان کے باپ ان کو بہت پیارے تھے بر خلاف متعصب اور ٹیڑھی راہ چلنے والوں کے گمان کے، کہ ان کو آپس میں مخالف و معاند خیال کرتے ہیں۔ حاشا ثم حاشا۔ (مظاہر حق ج۵ ص۱۵۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور فرماتے

اے جان پدر خوش آمدید... «مَرْحَبًا بِابْنَتِي» (صحیح بخاری ج۱ ص۵۱۲)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی کو خوش دیکھتے تو آپ کے چہرہ انور پر بھی خوشی کے آثار نظر آتے تھے۔ اسی طرح جب آپ کبھی سفر یا غزوہ پر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے تھے (ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۷۔ مواہب ج۱ ص۳۹۵)

اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ سب سے پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرنے جاتے پھر وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملنے تشریف لاتے اور ان کی پیشانی چوم کر پیار کرتے تھے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا قدم من سفر قبل ابنته فاطمة "(اسد الغابۃ ج۷ ص ۲۱۹۔ بحار الانوار ج۴۳ ص ۴۰ عن ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ)

ابو ثعلبۃ بھی کہتے ہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إِذَا قَدِمَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَأْتِي فَاطِمَةَ، ثُمَّ يَأْتِي أَزْوَاجَهُ- (استیعاب ج۴ ص۳۷۶)

حضور ﷺ کہیں تشریف فرما ہوتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو آپ ان کے استقبال اور محبت میں کھڑے ہو جاتے تھے، آپ ان کی پیشانی چوم کر انہیں پیار کرتے اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے بات چیت فرماتے تھے۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَرَحَّبَ بِهَا، كَمَا كَانَتْ تَصْنَعُ هِيَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(استیعاب ج۴ص۳۷۷)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضور ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو جاتے ہوئے سب سے اخیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے تھے اور واپسی میں سب سے پہلے ان سے ملتے تھے تاکہ جدائی کا زمانہ کم ہو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کس قدر محبت تھی نیز جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو حضور ﷺ غایت محبت سے ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے (وعظ۔ حقوق البیت ص۲۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو بہت پیاری تھیں اور اسی تعلق کی بناء پر مجھے آپ سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ نے یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمائی تھی

«يَا فَاطِمَةُ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ، وَاللَّهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ»(مستدرک ج۳ص۱۶۸)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) آپ کے متعلق اس طرح عقیدت کا اظہار کرتے ہیں

فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ ** –صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ العَالَمِيْنَ فِي زَمَانِهَا، البَضْعَةُ النَّبَوِيَّةُ، وَالجِهَةُ المُصْطَفَوِيَّةُ،أُمُّ أَبِيْهَا ،

بِنْتُ سَيِّدِ الخَلْقِ رَسُوْلِ اللهِ –صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ– أَبِي القَاسِمِ مُحَمَّدِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ بنِ هَاشِمِ بنِ عَبْدِ مَنَافٍ القُرَشِيَّةُ، الهَاشِمِيَّةُ، وَأُمُّ الحَسَنَيْنِ.--- وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ –صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ– يُحِبُّهَا وَيُكْرِمُهَا وَيُسِرُّ إِلَيْهَا.وَمَنَاقِبُهَا غَزِيْرَةٌ.(سیر اعلام النبلاء ج۲ص۱۱۹)

آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں کی سردار، حضور ﷺ کے جگر کا ٹکڑا، تمام مخلوق کے سردار حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی تھیں، آپ قرشی ہاشمی تھیں، حضرات حسنین کریمینؓ کی والدہ مکرمہ تھیں، حضور اکرم ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے، ان کا اکرام کرتے، اوران کے پاس آیا جایا کرتے تھے، آپ بے شمار مناقب وفضائل رکھنے والی خاتون تھیں

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) نے آپ کا تذکرہ کس شاندار الفاظ میں فرمایا ہے اسے دیکھئے

فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: وَمِنْ نَاسِكَاتِ الْأَصْفِيَاءِ وَصَفِيَّاتِ الْأَتْقِيَاءِ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، السَّيِّدَةُ الْبَتُولُ الْبَضْعَةُ الشَّبِيهَةُ بِالرَّسُولِ أَلْوَطُ أَوْلَادِهِ بِقَلْبِهِ لُصُوقًا وَأَوَّلَهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ بِهِ لُحُوقًا كَانَتْ عَنِ الدُّنْيَا وَمُتْعَتِهَا عَازِفَةً، وَبِغَوَامِضِ عُيُوبِ الدُّنْيَا وآفَاتِهَا عَارِفَةً(حلیۃ الاولیاء ج۲ص۴۹)

(ترجمہ) حضور ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ بزرگ پارسا، سیدہ، بتول، جگر گوشہ رسول، حضور ﷺ کی اولاد میں آپ کو سب سے زیادہ پیاری، اور آپ کی وفات کے بعد آپ سے سب سے پہلے جاملنے والی، دنیا اور اس کے ساز وسامان سے کنارہ کش رہنے والی تھیں اور دنیا کی آفات اور اس کے عیوب سے اچھی طرح واقف تھیں۔

☆...شیعہ عالم آیت اللہ احمد الرحمانی کی غلط بیانی

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کے سامنے ہے افسوس کہ شیعہ عالم آیت اللہ احمد الرحمانی نے حافظ ابو نعیم کے ذمہ یہ جھوٹ لگادیا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث ان سے چھینی گئی تھی اور ان کا حق مارا گیا تھا۔ موصوف نے حلیۃ الاولیاء کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنی طرف سے جو جملہ داخل کیا ہے اسے خط کشیدہ الفاظ میں دیکھئے

حافظ ابو نعیم اصفہانی کہتے ہیں فاطمہ زہرا عظیم شان کی مالک ہیں وہ عبادت گزاروں میں برگزیدہ ہیں اور متقین کے ایمان کی پناہ گاہ ہیں وہ سیدہ نساء عالمین ہیں جنت میں جانے والی ہر خاتون کی سردار ہیں وہ بتول عذرا ہیں رسالت کا ٹکڑا ہیں بضعۃ الرسول رب العالمین ہیں حضرت رسول خدا کی تصویر ہیں وہ سب سے پہلے حضرت رسول خدا کی آغوش میں پہنچ گئیں وہ دنیا میں ہر چیز سے محروم کر دی گئیں تھیں ان کی میراث غضب کی گئی ان کا حق چھینا گیا وہ دنیا والوں سے بیزار تھیں (حلیۃ الاولیاج ۲ ص ۳۹ طبع بیروت) (دیکھئے حضرت فاطمہ ص ۶۵ ناشر شیعہ ورلڈ فیڈریشن آف لندن)

راقم الحروف کے سامنے اس وقت آیت اللہ موصوف کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے آیت اللہ موصوف کی اس کتاب کے مترجم سید علی ابن حسین الباقری ہیں اور اسے لندن کے شیعہ ورلڈ فیڈریشن نے ان کے حجۃ الاسلام ملا اصغر کی نگرانی میں شائع کیا ہے

یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آیت اللہ اور ان کے باقری صاحبان یہ بتانے کی ہمت کریں گے کہ شیخ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں کس مقام پر یہ بات لکھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث اور ان کا حق چھینا گیا تھا۔ ہم نے حافظ ابو نعیم کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھ دی ہے اسے پھر سے پڑھئے اور شیعہ کے آیت اللہ اور ان کے باقری کا جھوٹ اور بہتان بھی دیکھ لیجئے

اس کتاب میں اور بھی کئی مقامات ہیں جن میں ان لوگوں نے اہل سنت علماء کے ذمہ وہ باتیں منسوب کیں ہیں جو انہوں نے کہیں نہیں لکھیں تھیں اور بے شرمی کی انتہا تو یہ ہے کہ ان

لوگوں کو کتاب کا نام اور صفحات لکھتے ہوئے بھی شرم نہیں آئی ہم اس پر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت۔ مسند الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) نے اپنی بے نظیر کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں شیعہ کے ۱۰۷ مکر وفریب اور ان کے طریقہ وارادات کی ایک طویل فہرست لکھی ہے ان میں سے ۳۳واں طریقہ واردات یہ لکھتے ہیں

> شیعہ علماء روایات کی نقل میں خیانت سے کام لیتے ہیں، (یہ لوگ) نقل تو اہل سنت کی کتابوں سے کرتے ہیں مگر بیچ میں کہیں اپنے مفید مطلب ایک دو ایسے لفظ بڑھادیتے ہیں جن کا اصل کتاب میں نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔ بعض اہل سنت اس نقل پر غور وفکر کئے بغیر دیکھتے ہیں اور جعلی اور ملاوٹی الفاظ کا لحاظ نہ رکھنے کے سبب حیران ہوتے ہیں۔۔۔لہذا اس دھوکہ سے بھی باخبر رہنا چاہئے (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۰۳ مترجم)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جگر تھیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ان کی خوشی کو اپنی خوشی، اور ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد فرماتے تھے۔ آپ نے علی الاعلان یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے حضرت فاطمہؓ کو تکلیف پہنچائی اور اسے آزردہ کیا، اس نے صرف میری بیٹی کو نہیں، مجھے بھی تکلیف پہنچائی ہے اور جو مجھے تکلیف پہنچاتا ہے رب تعالی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس پر خدا کا غضب اترتا ہے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب (معرفۃ الصحابۃ) میں حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِذْ كَانَتْ عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِهِ، وَكَانَتْ مَخْصُوصَةً مِنْ بَيْنِ أَوْلَادِهِ بِمَحَبَّتِهِ لَهَا، كَانَتْ أَصْغَرَ بَنَاتِهِ سِنًّا، بَشَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَوَّلُ أَهْلِهِ لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ مِنْ خَيْرِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ، وَسَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَنِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، كَانَتِ

الْمُحْصَنَةَ الطَّاهِرَةَ الزَّهْرَاءَ الْبَتُولَ، يَغْضَبُ اللهُ لِغَضَبِهَا وَيَرْضَى لِرِضَاهَا، يَتَأَلَّمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلَمِهَا، وَيَتَأَذَّى بِتَأْذِيَتِهَا، (معرفۃ الصحابۃ ج ۵ ص ۱۳۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کا ٹکڑا، اور آپ کی تمام اولاد میں باعتبار محبت وشفقت خاص اہمیت کی حامل تھیں، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات انہیں بشارت دی تھی کہ وہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملیں گی، آپ دنیا جہاں کی عورتوں میں بہترین، اور اس امت اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، آپ پاکیزہ، پاکباز، زہرا، اور دنیا سے کٹ رہنے والی خاتون تھیں، ان کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا، اور ان کے خوش ہونے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ ان کے غمزدہ ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو جاتے تھے اور ان کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی،

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جز بتایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جزء سے تو کوئی چیز افضل نہیں ہے۔

وَلَا أُفَضِّلُ أَحَدًا عَلَى بَضْعَةِ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۳۹۶۵ بیروت)

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی جویریہ (جو صحابیہ تھیں) سے نکاح کا ارادہ کیا اور اس کے لئے وہ حارث بن ہشام اور سلمہ بن ہشام کے پاس گئے اور ان سے شادی کی بات کی (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۱۰) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ رنجیدہ ہو گئیں اور انہیں اس بات سے دکھ پہنچا

شیعی مجتہد شیخ صدوق (۳۸۱ھ) کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سارا دن غمناک رہیں اور شام کو حسن اور حسین کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

گھر آ گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی نہیں، تو انہیں فکر پیدا ہوئی اور وہ سخت پریشان ہو گئے مگر انہیں یہ پتہ نہ چلا کہ آخر بات کیا ہوئی ہے؟

فاشتد غم فاطمة من ذلك وبقيت متفكرة هى حتى أمست وجاء الليل حملت الحسن على عاتقها الايمن والحسين على عاتقها الايسرو أخذت بيد أم كلثوم اليسرى بيدها اليمنى ثم تحولت إلى حجرة أبيها فجاء علي فدخل حجرته فلم ير فاطمة فاشتد لذلك غمه وعظم عليه ولم يعلم القصة ماهي؟(علل الشرائع ص۲۶۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر رنج کے آثار دیکھے تو پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ علیؓ مجھ پر سوکن لانا چاہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت آزردہ ہوئے اور آپ نے مسجد میں خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے کہا

«إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا»، ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ، قَالَ: «حَدَّثَنِي، فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي، وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلاَلًا، وَلاَ أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللَّهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبَدًا»(صحیح بخاری ج۱ص۴۳۸وص۵۲۸)

(ترجمہ) حضرت فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے مجھے ڈر ہے کہ حضرت فاطمہؓ عزت کی وجہ سے اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے بنی عبد شمس میں سے اپنے داماد (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینبؓ کے شوہر ابو العاصؓ) کا ذکر کیا اور ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا میں نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی تھی، اس نے میرے ساتھ جو بات کی وہ سچی کر دکھائی، اور جو وعدہ اس نے کیا وہ پورا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے حلال کو حرام، اور حرام کو

حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم، اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ آل ہشام کے کچھ افراد آپ ﷺ کے پاس آئے اور ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رشتہ پر اجازت طلب کی تو آپ نے خطبہ دیا اور منبر پر تین مرتبہ فرمایا کہ میں کبھی اس کی اجازت نہیں دوں گا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں رشتہ کرنا چاہیں تو وہ بیشک کرلیں مگر وہ میری بیٹی کو چھوڑ دیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کا دکھ میرا دکھ اور اس کی تکلیف میری تکلیف ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں اس کی کبھی اجازت نہیں دوں گا، کبھی نہیں، کبھی نہیں،

«إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلاَ آذَنُ، ثُمَّ لاَ آذَنُ، ثُمَّ لاَ آذَنُ، إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي، يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا، وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا»(صحیح بخاری ج۲ ص۸۷۷۔ اسد الغابۃ ج۷ ص۲۱۷)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں کیا فرمایا اسے اس روایت میں بھی دیکھئے

فقال: " أما بعد فإني أنكحت أبا العاص بن الربيع، فحدثني فصدقني، وإن فاطمة بنت محمد بضعة مني، وأنا أكره أن تفتنوها، وإنه والله لا يجتمع ابنة رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وابنة عدو الله عند رجل واحد "۔(اسد الغابۃ ج۷ ص۲۱۷)

سنی اور شیعہ کی کسی کتاب سے یہ پتہ نہ چل سکا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزھراء کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ کیوں شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا، تاہم اس میں شک نہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ خطبہ سنا کہ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ پہنچایا اس نے حضور ﷺ کو دکھی کیا تو آپ نے فورا اپنا ارادہ ترک کر دیا اور آپ اس

رشتہ سے باز آگئے اور جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی دوسری شادی نہیں کی... فَتَرَكَ عَلِيٌّ الخِطْبَةَ (صحیح بخاری ج۱ص۵۲۸۔ الاحسان ج۹ص ۵۴)

شیعہ کے شیخ صدوق ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت علیؓ سوئے ہوئے تھے آپ نے ان کے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا، اور انہیں بیدار کیا، اور فرمایا اے ابوتراب، اٹھو، آرام کرنے والوں کو تونے بے قرار کر دیا ہے، جاؤ ابو بکر اور عمر کو اور طلحہ کو بلالاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تینوں کو بلالائے جب یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو گئے

قم يا أبا تراب فكم ساكن ازعجته ادع لي أبا بكر مند اره وعمرمن مجلسه وطلحة فخرج علي فاستخرجهما من منزلهما واجتمعوا عند رسول الله صلى الله عليه وآله

تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا

ياعلي أما علمت ان فاطمة بضعة منى وانا منها فمن آذاها فقد آذانى من آذانى فقد آذى الله ومن آذاها بعدموتى كان كمن آذاهافي حياتي ومن آذاها في حياتي كان كمن آذاها بعد موتى، قال: فقال علي بلى يارسول الله، (علل الشرائع باب نمبر۱۴۹ص۲۶۶ ۔ جلاء العیون ص ۱۶۴)

اے علی! کیا تم کو معلوم نہیں کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں، جس نے اس کو دکھی کیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے میرا دل دکھایا اس نے اللہ کو ناراض کر دیا، جس نے میری وفات کے بعد اسے دکھی کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زندگی میں اسے تکلیف دی اور

جس نے میری حیات میں اسے دکھی کیا ایسے ہی ہے جیسے اس نے میری وفات کے بعد مجھے اذیت پہنچائی۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ یہ بات درست ہے۔

حضرات شیخین کریمین اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کو اس لئے بلانے کا حکم فرمایا کہ یہ حضرات حضرت سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کے گواہ تھے۔

شیخ صدوق شیعی نے اپنی کتاب الامالی میں بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا سبب اسی واقعہ کو بیان کیا ہے

انه (أی علی بن ابی طالب) علیه السلام أراد أن یتزوج ابنة أبی جهل علی فاطمة علیها السلام وأن رسول الله ﷺ شکاه علی المنبر الی المسلمین فقال ان علیا علیه السلام یرید أن یتزوج بنت عدو الله علی ابنة نبی الله ان فاطمة بضعة منی فمن آذاها فقد آذانی ومن أسرها فقد أسرنی ومن غاظها فقد غاظنی (امالی صدوق ص ۶۴ مجلس نمبر ۲۴)

یہ صحیح ہے کہ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے اور یہ قرآنی اجازت ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہا کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دینا قرآنی حکم کی مخالفت میں نہ تھا، یہ آپ کے خصائص میں تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت تھی مگر آپ کی امت میں سے کسی کو نہیں۔ محدث شہیر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي أَنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يُعَدَّ فِي خَصَائِصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يُتَزَوَّجَ عَلَى بَنَاتِهِ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ خَاصًّا بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۱۱)

جو بات مجھ پر کھلی ہے وہ یہ کہ یہ بات بعید نہیں کہ ایسا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خصوصیات میں سے ہو کہ آپ کی صاحبزادی کے ہوتے کسی اور سے نکاح نہ کیا جائے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ خاص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حکم ہوا ہو

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) نے بھی یہ بات نقل کی ہے (الخصائص الکبری ج ۲ ص ۴۴۷

محدث امام علی بن بلبان فاسی رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۹ھ) کی رائے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عزت اور ان کے بلند مقام کی خاطر ایسا فرمایا تھا

بِأَنَّ هَذَا الْفِعْلَ لَوْ فَعَلَهُ عَلِيٌّ كَانَ ذَلِكَ جَائِزًا وَإِنَّمَا كَرِهَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْظِيمًا لِفَاطِمَةَ لَا تَحْرِيمًا لِهَذَا الْفِعْلِ (الاحسان ج ۹ ص ۵۴)

پھر یہ اس لئے بھی تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ماں کی شفقت سے محروم ہو گئیں تھیں، پھر یکے بعد دیگرے ان کی تینوں بہنیں بھی ان سے رخصت ہو گئیں، اور گھر میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس سے وہ دل بہلا سکیں اور بات کر سکیں۔

بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس نکاح سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آزردہ ہو جاتیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دکھی ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھی ہونا لازمی تھا اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حصہ تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھی کرنا اور آپ کو ایذا پہنچانا حرام ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روک دیا تھا کہ تمہارے اس عمل سے مجھے تکلیف ہو گی اور اس کا تمہیں سخت نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے آپ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی تھی ۔علامہ امیر علی بن بلبان فاسی رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۹ھ) اس واقعہ پر یہ باب باندھتے ہیں

زَجْرِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْكِحَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ابْنَتِهِ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۵۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور پھر آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے ہو کے رہ گئے اور آپ کی حیات میں انہوں نے دوسری شادی نہیں کی ۔امام

عبد اللہ ابن داؤد کا بیان ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس بات کو حرام کر دیا تھا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کسی دوسری عورت سے شادی کریں اور اللہ تعالی کے ارشاد کہ (جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ) میں یہ بات موجود ہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرا نکاح جائز نہ تھا اور آپ نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں اس کی کبھی اجازت نہ دوں گا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمادی کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے دکھی کیا اس نے مجھے دکھی کیا تو اس پر اللہ تعالی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ بات حرام کر دی کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے دوسری شادی کریں اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو، یہ بات اللہ کے ارشاد میں اس طرح موجود ہے کہ تم میں سے کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائیں۔ امام یحی بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے جب عبد اللہ بن داؤد سے پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا

" قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى عَلِيٍّ أَنْ يَنْكِحَ عَلَى فَاطِمَةَ حَيَاتَهَا لِقَوْلِهِ – عَزَّ وَجَلَّ –: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا} [الحشر: 7] فَلَمَّا قَالَ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –: " لَا آذَنُ " لَمْ يَكُنْ يَحِلُّ لِعَلِيٍّ أَنْ يَنْكِحَ عَلَى فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –. وَسَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ دَاوُدَ يَقُولُ: لَمَّا قَالَ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –: " «فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا» " حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى عَلِيٍّ أَنْ يَنْكِحَ عَلَى فَاطِمَةَ وَيُؤْذِيَ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ}[الأحزاب:53](مرقات ج۹ص۳۹۶۶بیروت)

بعض نادان شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کا رشتہ تو طلب کیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سننے اور آپ کی بر سر منبر تنبیہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ اس سے

کم از کم یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معصوم مانتے ہیں ان کا یہ عقیدہ غلط ہے

فَهَذَا يَقْتَضِي أَنَّهُ غَيْرُ مَعْصُومٍ (منہاج ج۴ ص ۲۵۲)

استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی نے ایک مجلس میں اس پر بڑا لطیف نکتہ ارشاد فرمایا ہے آپ بھی پڑھیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی سے اس لئے منع نہ کیا تھا کہ ان کے لئے دوسری شادی شرعا منع تھی، یا وہ اپنی بیٹی کی دل جوئی کے لئے ایک استثنائی بات کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں روکنا اس لئے تھا کہ اس میں دوسری خاتون (جویریہ رضی اللہ عنہا) کا ایمان بچانا مقصود تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خاتون سے شادی کرتے تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوکن ہوتی اور گھریلو حالات میں کبھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں جس پر سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں کبھی تلخ جملے بھی استعمال کرتی ہیں اور پھر یہ الفاظ صرف ان کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتے، سوکن کے والدین اور ان کا پورا خاندان بھی کبھی اس (تنازع) کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور جناب جویریہ کے درمیان اگر کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجاتا اور جناب جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی سخت جملہ کہہ دیتی تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام جو ایک مؤمنہ کے دل میں چاہئیے کیا وہ باقی رہتا؟ اور پھر کیا اس سے تکلیف نہ ہوتی؟ اور کیا اس کا یہ فعل ایذاء رسول نہ بن جاتا؟ اور اگر خدانخواستہ جویریہ کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی جملہ نکل پڑتا تو کیا وہ اسی وقت اپنے ایمان سے محروم نہ ہو جاتی؟ آپ نے جو مصلحت اختیار کی وہ اس خاتون کا ایمان بچانے کے لئے تھی۔

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل نہ تھا کہ پیغمبر کی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آنے پائے تاکہ پہلی بیوی کے جذبہ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم (جو خدا کے نبی ورسول ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جویریہ کے ساتھ نکاح کی بات کی ہے تو آپ غمزدہ اور ناراض ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی سے اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نکاح سے روک دیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی غرض حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اللہ کی ناراضگی سے بچانا ہو کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی تھی۔ امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا

إن الله يغضب لغضبك ويرضى لرضاك(بحار الانوار ج۴۳ ص۲۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا

إن الله يغضب لغضب فاطمة، ويرضى لرضاها(ایضاص۲۶)

پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ اگر کبھی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کسی بات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بجائے جویریہ کا ساتھ دیتے، اور اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غمزدہ اور رنجیدہ ہو جاتیں تو آپ ہی بتائیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کیا اس وعید کی زد میں نہ آجاتے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کی خوشی میں میری خوشی ہے اور جس نے اسے دکھ دیا اس نے مجھے دکھی کیا۔

(فاطمة بضعة مني من سرها فقد سرني ومن ساءها فقد ساءني،
(بحار الانوار ج۴۳ ص۲۳)

إن فاطمة شجنة مني يؤذيني ما آذاها ويسرني ما سرها (ایضاج ۴۳ ص۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضا ہوا کہ آپ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اس شادی سے روک دیں سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم میں کوئی تاخیر نہ کی اور اپنا ارادہ ختم کر دیا۔

یہاں ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ غضب اور اغضاب میں فرق ہے۔ غضب میں نیت شرط نہیں، اغضاب میں نیت وارادہ دونوں شامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ {**فمن**

أغضبها فقد أغضبني} (اخرجہ البخاری ج۵ ص۲۱ش۔۔بحار الانوار ج۴۳ص۳۹)تو یہ وعید اغضاب پر ہے، غضب پر نہیں، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہر گز اغضاب فاطمہ نہ تھا اور اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس سے ناراض ہوئیں تو یہ صرف ایک فطری عمل تھا۔

حضرت علامہ صاحب عمت فیوضہم اسی بحث میں ایک جگہ لکھتے ہیں

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کئی مرتبہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئیں لیکن اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ حدیث میں جس بات پر وعید آئی ہے وہ غضب یعنی مطلق ناراض ہونا نہیں، بلکہ اغضاب ہے جس کے معنی دوسرے کو قصداناراض کرنا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت سیدہؓ ناراض ہوئیں لیکن یہ ہر گز صحیح نہیں کہ حضرت علیؓ نے انہیں ناراض کیا یعنی فعل اغضاب حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس میں قصد ااذاء ضروری ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ کا ایسا قصد ہر گز نہ تھا۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں

آنچہ گفتہ اند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است من اغضبھا فقد اغضبنی پس کمال نادانی است بلاغت عرب زیرا کہ اغضاب آنست کہ شخصے بقول فعل در غضب آوردن شخصے قصد نماید (تحفہ اثنا عشریہ ص۲۸۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں من اغضبھا فقد اغضبنی اس جگہ لانا لغت عرب سے ناواقفیت اور نادانی کی دلیل ہے اس لئے کہ اغضاب (غصہ دلانا) یہ ہے کہ کوئی کسی کو اپنے قول عفول سے یا ارادہ سے غصہ دلائے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایذا رسانی کا قصد تو کیا، تصور بھی نہیں

کر سکتے تھے۔(ص ۵۴۴)

حاصل اینکہ ارشاد نبوت کی وعید میں لفظ اغضاب ہے، غضب نہیں اگر یوں ہوتا تو حضور ﷺ یوں ارشاد فرماتے من غضبت علیّ غضبت علیه ۔پس معلوم ہوا کہ ان واقعات سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار (ج ۴۳ ص ۱۴۶) میں ایسے کئی واقعات نقل کئے جن میں حضرت فاطمہ الزھراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف آنحضرت ﷺ کے حضور شکایتیں کیں لیکن ایسے واقعات سب کے سب محض ہنگامی اور وقتی قسم کے تھے جن میں فریقین میں سے کسی فریق کے فساد نیت کا کوئی احتمال نہیں۔۔(عبقات ص ۲۵۰)

حضرت الاستاذ عمت فیوضہم ایک اور مقام پر حدیث اغضاب فاطمہ کی بحث میں لکھتے ہیں

> غضب اور اغضاب میں فرق ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس پر لفظ اغضاب سے نکیر فرمائی ہے غضب (غصہ) سے نہیں، غصہ بیشتر بشری تقاضے سے بھی واقع ہو جاتا ہے، اور دوسرے کو جان بوجھ کر غصہ دلانا یہ ایک دوسری شئے ہے۔ اسی طرح یہ سمجھ لیجئے کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک نہ ملنے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض بھی ہوئی ہوں تو آپ کی ناراضگی ایک بشری تقاضے سے تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انہیں فدک نہ دینا انہیں ناراض کرنے کے لئے نہ تھا ،حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیت اغضاب کی نہ تھی حضور ﷺ نے اغضاب پر نکیر فرمائی، غضب پر نہیں کہ وہ کبھی صرف بشری تقاضے سے بھی واقع ہو جاتا ہے (تجلیات آفتاب ج ۲ ص ۴۰۴)

آپ ایک جگہ لکھتے ہیں

> روایت میں **فغاضبنی** کے الفاظ صریح طور پر موجود ہیں تاہم یہ بات یقینی ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس سے اغضاب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ارادہ نہ کیا تھا (ایضا)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس خبر سے دکھ ہوا تو جناب عتاب بن اسید نے ان کو پیغام بھیجا کہ آپ فکر نہ کریں، میں آپ کی اس پریشانی کو دور کر دوں گا، چنانچہ انہوں نے جناب جویریہ سے نکاح کر لیا

خطب عَلِي بْن أَبِي طَالِب جويرية بِنْت أَبِي جهل به هِشَام فشق ذَلِكَ عَلَى فَاطِمَة رضي الله عَنْهَا فأرسل إِلَيْهَا عتاب: أنا أريحك منها، فتزوجها، فولدت لَهُ عَبْد الرَّحْمَنِ بْن عتاب. (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج۱۹ص ۲۸۴۔ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ج۵ص ۱۵۴ش)

ان سے ایک بیٹا عبد الرحمن ہوا جو معرکہ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور وہ اسی معرکہ میں ان کی شہادت ہوئی تھی، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ جب ان کی لاش کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ تو قوم کے سردار ہیں (**هَذَا يعسوب القوم**) اس معرکہ میں ان کا ہاتھ الگ ہو گیا تھا تو ایک پرندہ ان کے ہاتھ کو اٹھا کر مدینہ لے گیا اور وہیں ڈال دیا جب وہاں کے لوگوں نے یہ ہاتھ دیکھا تو انہوں نے ان کی انگوٹھی سے ان کو پہچان لیا تھا چنانچہ وہاں کے لوگوں نے پھر اس کو وہیں دفن کر دیا

فلما رآه عليّ قتيلًا قَالَ: هَذَا يعسوب القوم. ولما قتل حملت الطير يده حتَّى ألقتها بالمدينة، فعرفوا أنها يده بخاتمه. فصلوا عليها ودفنوها. (اسد الغابۃ ج۳ص ۳۶۸)

☆... حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مصالحت کرانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلتا کہ حضرت سیدہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ رنجشیں ہوئی ہیں تو آپ ان کے گھر تشریف لاتے اور دونوں کو وعظ ونصیحت کر کے صلح صفائی فرمادیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان دونوں کے درمیان صلح کرا کر گھر سے خوش خوش نکلے تو کسی نے پوچھا کہ آپ گھر گئے تو اور حال تھا، اور گھر سے نکلے ہیں تو بہت خوش ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا میں نے ان دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائی ہے جو مجھے بہت محبوب ہیں

«وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ أَصْلَحْتُ بَيْنَ أَحَبِّ اثْنَيْنِ إِلَيَّ»(الطبقات ج۸ ص ۲۱)

ملا باقر مجلسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات اس طرح نقل کی ہے

كيف لا أفرح وقد أصلحت بين إثنين أحب أهل الارض إلى أهل السماء(بحار ج۴۳ ص ۱۴۶)

مجھے خوشی کیوں نہ ہو، میں نے ان دونوں کے درمیان صلح کرائی ہے جن سے آسمان وزمین والے محبت کرتے ہیں

ملا باقر مجلسی ابن عبد ربہ اندلسی سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح فرمائی

يا معاوية كيف لا أسر وقد أصلحت بين إثنين هما أكرم الخلق على الله.(بحار ج۴۳ ص ۴۲)

(نوٹ) شیعہ علماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناراضگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں میں صلح کرانے کے بعض واقعات نقل کئے ہیں (دیکھئے ناسخ التواریخ ج۴ ص ۶۷۔۶۸۔۶۹ بحوالہ علل الشرائع۔ جلاء العیون ص ۷۶ از ملا باقر مجلسی بحوالہ ابن بابویہ قمی۔ احتجاج طبرسی ص ۶۵)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عمل صالح کی تاکید کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی اس قدر محبت اور تعلق اور اس بشارت عظمی کے باوجود کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت میں سے، بلکہ خاتون جنت ہیں، آپ ہمیشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دین پر استقامت اور عمل صالح کی تاکید فرماتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (یعنی آپ اپنے رشتہ داروں کو ڈرایئے) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا

اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لاَ أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لاَ أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لاَ أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لاَ أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لاَ أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۴)

اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ دو، میں اللہ کی طرف سے آئی چیز کو نہیں ٹال سکتا، اے عباس بن المطلب، اور اے میری پھوپھی صفیہ، (یاد رکھنا) میں اللہ کی طرف سے آئی پکڑ کو تم سے نہیں ٹال سکتا، اور اے میری بیٹی فاطمہ، میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، مگر میں اللہ کی طرف سے آئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔

حضرت عباس حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کے جنتی ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے تاہم نے آپ نے انہیں ہدایت کی کہ محض میری قرابت پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہنا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم چونکہ حضور ﷺ کے قریبی عزیز ہیں اس لئے ہم سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہو گی اگر اللہ تعالی نے تمہارے لئے کسی بات کا فیصلہ کر دیا تو مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اسے روک دوں، شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں

مَعْنَاهُ لَا تَتَّكِلُوا عَلَى قَرَابَتِي فَإِنِّي لَا أَقْدِرُ عَلَى دَفْعِ مَكْرُوهٍ يُرِيدُهُ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ (نووی شرح مسلم ج ا ص ۱۱۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے ﷺ ارشاد فرمایا

(يا فاطمة بنت رسول الله أعملي لله خيرا فإني لا أغني عنك من الله شيئا يوم القيامة- (رواہ البزار اتحاف السائل ص ۷۱)

اے رسول اللہ کی پیاری بیٹی فاطمہ! اللہ کی رضا کے لئے نیک عمل کرتے رہنا کیونکہ میں روز قیامت اللہ کی بارگاہ میں تیرے معاملہ کا ذمہ دار نہیں ہوں

گا

علامہ عبدالرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بھی ارشاد فرمایا

وَقَدْ قَالَ نبينا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لابنته فاطمة لا أغني عنك من اللَّه شيئا وإنما فضل المحبوب بالتقوى فمن عدمها عدم المحبة

(تلبیس ابلیس ص۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں کل قیامت کے دن تمہارے کام نہ آؤں گا

(علامہ ابن جوزیؒ اس پر لکھتے ہیں کہ) اور محبوب کو فضیلت تو تقوی پر (ملتی ہے) پس جو تقوی نہیں کر سکتا اسے محبت بھی نہیں مل سکتی

آپ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں

وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لفاطمة رَضِيَ اللَّهُ عنها: "لا أغني عنك من اللَّه شيئا" ومن ظن أنه ينجو بنجاة أبيه كمن ظن أنه يشبع بأكل أبيه(تلبیس ابلیس. ص۳۴۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں کل خدا کے یہاں تمہارے کام نہ آؤں گا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں کہ: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے والد کی نجات سے اس کی بھی نجات ہو جائے گی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یہ سمجھے کہ اسکے والد کے کھانا کھانے سے اس کا بھی پیٹ بھر جائے گا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا تھا اور اللہ کی عبادت اور اسکے پیغمبر کی اطاعت میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صرف فرائض کے لئے نہیں، نوافل کی بھی تاکید فرماتے اور انہیں نیند سے اٹھایا بھی کرتے تھے۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہمیں نماز تہجد کے لئے جگایا پھر آپ اپنے گھر لوٹ گئے جب پتہ چلا کہ ہم ابھی تک اٹھے نہیں تو آپ پھر تشریف لائے اور فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آنکھ ملتے ہوئے اٹھ بیٹھا اور میں کہہ رہا تھا

إِنَّا وَاللَّهِ مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا، إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ، فَإِنْ شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، قَالَ: فَوَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: وَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِهِ: «مَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا»، {وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا} [الكهف:٥٤](سنن نسائی ج ا ص ۲۴۰)

ہم تو بخدا نہیں پڑھیں گے، مگر اتنا ہی، جتنا اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھا ہے، ہماری جان اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب ہم کو چاہے گا اٹھادے گا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے، ہم نہ پڑھیں گے مگر وہی، جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے اور انسان تو سب سے زیادہ جھگڑالو ہے

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلاَةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ لَيْلَةً لِلصَّلاَةِ(صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز اور نوافل کے لئے ترغیب دینا، اسے واجب نہ قرار دینا، اور ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو نماز کے لئے جگانے کے لئے آنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس گزرتے ہوئے کہتے

الصَّلاَةَ يَا أَهْلَ البَيْتِ {إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا}. (جامع ترمذی ج۲ص ۱۵۲ مستدرک ج۳ص ۱۷۲)

اے گھر والو نماز... اللہ نے چاہا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے، اے اہل بیت اور تم کو پاک صاف کر دے

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور دعا فرمائی

اللَّهُمَّ هَؤُلاَءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا.
(جامع ترمذی ج۲ص ۱۵۲ص ۲۲۷)

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، آپ ان سے گندگی کو دور فرمادیں اور ان کو پاک فرماویں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ {أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ}. بیشک تم تو اپنی جگہ پر ہو ہی، اور تم بھی خیر پر ہی ہو

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھر والوں کو ہمیشہ نہ صرف یہ کہ عمل صالح کی ہدایت فرماتے بلکہ آپ اس کام پر ان کی معاونت بھی فرماتے تھے اور انہیں اعمال صالحہ اپنانے پر ابھارتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رات بھر عبادت میں مصروف رہتی تھیں اور قیام بہت طویل ہوتا تھا اس طوالت سے آپ کے قدم بھی متورم ہو گئے تھے۔ مناظر اسلام حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

راقم الحروف کے مطالعہ میں نماز تہجد کی کثرت کے سبب سے دو ہستیوں کے قدم شریف متورم ہوئے ہیں ایک حضور پرنور خاتم النبیین شفیع المذنبین

ﷺ ہیں اور دوسری حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی ذات ستودہ صفات ہے۔ (تحقیق فدک ص۱۸۷)

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حضور ﷺ کے وصال کا گہرا اثر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲۸ سال کی تھیں کہ سرور دوعالم ﷺ نے اس جہاں فانی سے رحلت فرمائی، آپ کی رحلت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا اور آپ اکثر اپنے والد اقدس ﷺ کو یاد کر کے غمزدہ ہو جایا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کی وفات سے ایک دن قبل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے پاس بٹھالیا، پھر ان کے کان میں کچھ باتیں کہیں، تو وہ رونے لگیں پھر آپ نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس خوشی اور رونے پر تعجب ہوا، آپ نے ان سے پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ راز کی بات ہے، حضور ﷺ کی رحلت کے بعد جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں پھر پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے میرے کان میں کہا

«إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي القُرْآنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي العَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلاَ أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لَحَاقًا بِي. فَبَكَيْتُ، فَقَالَ: «أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الجَنَّةِ، أَوْ نِسَاءِ المُؤْمِنِينَ» فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ (صحیح بخاری ج۲ ص۹۳۰۔ استیعاب ج۴ ص۳۷۵۔ اسد الغابۃ ج۷ ص۲۱۸)

حضرت جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے مگر انہوں نے اس سال دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید میرا وقت قریب آچکا ہے اور میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی {اور میں تمہارے لئے وہاں اچھا پیش خیمہ ہوں گا}، تو میں یہ سن کر رو پڑی پھر حضور ﷺ نے میرے کان میں فرمایا کہ کیا

تو اس بات پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو، یہ سن کر آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

"ما يسرك أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة، إلا فلانة "، فضحكت

(اسد الغابۃ ج ۷ ص ۲۱۹)

تجھے خوش ہونا چاہیئے کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہو، سوائے فلاں خاتون کے، حضور ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں

(نوٹ) فلاں خاتون سے مراد حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا ہیں (استیعاب ج ۴ ص ۳۷۵)

صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے انہیں یہ بتایا کہ آپ اس وقت مرض الموت میں ہیں اور بہت جلد رخصت ہونے والے ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور پھر جب آپ نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے مجھ سے آملو گی، تو یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۷ و ص ۵۳۲)

وفات کے کچھ پہلے جب حضور ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور بے ساختہ زبان پر (وَا كَرْبَ أَبَاهُ،) ہائے میرے ابا کی بے چینی کے الفاظ آگئے حضور ﷺ نے آنکھ کھولی اور فرمایا بیٹی تمہارے والد کو آج کے بعد کوئی بے چینی نہ ہو گی

«لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ اليَوْمِ» (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱)

جب حضور پاک ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں اور کہا

يَا أَبَتَاهْ، مَنْ جَنَّةُ الفِرْدَوْسِ، مَأْوَاهْ يَا أَبَتَاهْ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ، (ایضا)

ابا جان! آپ نے اپنے رب کے بلاوا کو قبول کر لیا، ابا جان! آپ نے جنت الفردوس کو اپنا ٹھکانہ بنالیا، ابا جان! میں جبرئیل کو آپ کی رحلت کی خبر دیتی ہوں اور تعزیت کرتی ہوں

حضور ﷺ کے وصال کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ پھر آپ جب تک زندہ رہیں، کبھی تبسم نہیں فرمایا

وما رویت ضاحکة بعد وفاة رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حتی لحقت بالله عَزَّ وَجَلَّ ووجدت علیه وجدا عظیما. (اسد الغابۃ ج ۷ ص۔ ۲۲۱۔ الطبقات لابن سعد ج ۲ ص ۲۳۸)

جب صحابہ کرام حضور ﷺ کو دفن کر کے واپس لوٹے تو آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا؟ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸ اسد الغابۃ ج ۷ ص ۲۲۱)

(یعنی تمہارے دل نے کیسے گوارا کر لیا کہ تم حضور ﷺ پر مٹی ڈالو)

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گو زبان قال سے نہ سہی، زبان حال سے ضرور یہ عرض کیا ہو گا کہ اے حضور ﷺ کی لخت جگر۔ ہمارا دل بھی کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ ہم اپنے محبوب سے جدا ہوں، وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں، اور ہم انہیں قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈالیں، مگر ہمیں ہمارے نبی اور آپ کے والد مکرم و معظم ﷺ نے ہی اس بات کی تعلیم دی ہے اور ہم نے آپ ہی کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا ہے۔ اور ہمارے پاس صبر کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہم اس پر اللہ سے اجر کی امید بھی رکھتے ہیں۔

حضرت حماد کہتے ہیں کہ جب حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات بیان کی تو وہ رو پڑے اور حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث روایت کی تو وہ بھی رونے لگے... حین حدّث بہ نس بکی

قَالَ حَمَّادٌ: حِينَ حَدَّثَ ثَابِتٌ بَكَى، وقالَ ثَابِتٌ حِينَ حَدَّثَ بِهِ أَنَسٌ بَكَى (سنن الدارمی ج ۱ ص ۵۴)

حضور ﷺ کے وصال پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غم کا کس طرح اظہار فرمایا تھا اسے ان کے اشعار دیکھئے۔ ابن سید الناس لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا

أغبر آفاق السماء وكورت	شمس النهار واظلم العصران
والأرض من بعد النبي كئيبة	أسفا عليه كثيرة الأحزان
فليبكه شرق البلاد وغربها	ولتبكه مضر وكل يمان
وليبكه الطود الأشم وجوه	والبيت ذو الأستار والأركان
يا خاتم الرسل المبارك صنوه	صلى عليک منزل القرآن

۞۔ آسمان کے کنارے غبار آلود ہو گئے اور سورج کی چمک ماند پڑ گئی اور دن رات تاریک ہو گئے

۞۔ اور زمین بھی نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی جدائی پر بہت ہی غمگین ہو گئی ہے

۞۔ سو آپ ﷺ کے غم میں مشرق و مغرب کے تمام علاقے رو رہے ہیں اور آپ ﷺ پر (تمام قبائل) مضر ہوں یا یمن والے سب کی آنکھوں میں آنسو ہیں

۞۔ اور آپ ﷺ پر سردار روئیں، کعبہ کے پردے اور ارکان روئیں

۞۔ اے رسولوں کے خاتم ﷺ، آپ کی پھیلائی ہوئی روشنی کس برکت والی ہے، آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل کرنے والا رب کی رحمتیں نازل ہوں (نعت النبی ﷺ نمبر ص ۲۵۰)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) نے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ	أَلاَ يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا	صُبَّتْ عَلَى الأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۴)

جو شخص سرور دو عالم ﷺ کی قبر کی مٹی ایک بار سونگھ لے اس پر لازم ہے کہ اب وہ لمبے زمانے تک کوئی مٹی نہ سونگھے (یعنی اب اس خوشبو کے ہوتے

کسی اور خوشبو سونگھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے)۔ مجھ پر جو مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اگر وہ دن پر آتیں تو وہ رات بن جاتیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہوا، ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی قبر کے پاس تشریف لائیں اور یہ کہا

إنا فقدناك فقد الأرض وابلها	وغاب مذغبت عنا الوحي والكتب
فليت قبلك كان الموت صادفنا	لما نعيت وحالت دونك الكتب

ہم نے آپ کو اس طرح کھو دیا جیسے زمین بارش کو کھو دیتی ہے، اور جیسے ہی آپ ہم سے جدا ہوئے ہم سے اللہ کی وحی اور کتابیں بھی جدا ہو گئیں، کاش کہ آپ سے پہلے ہمیں موت آجاتی، آپ کو موت نہ آتی اور آپ کے بدلے ٹیلے ختم ہو جاتے۔

جناب ہند بنت اثاثہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح اپنے غم اور تعزیت کا اظہار فرمایا

أَشَابَ ذُؤَابَتِي وَأَذَلَّ رُكْنِي	بُكَاؤُكِ فَاطِمُ الْمَيْتَ الْفَقِيدَا
أَفَاطِمُ فَاصْبِرِي فَلَقَدْ أَصَابَتْ	رَزِيئَتُكِ التَّهَائِمَ وَالنُّجُودَا
وَأَهْلُ الْبِرِّ وَالْأَبْحَارِ طُرًّا	فَلَمْ تُخْطِئْ مُصِيبَتُهُ وَحِيدَا

اے فاطمہ! آپ کے والد محترم ومکرم کے وصال پاجانے کے صدمہ پر تیرے رونے نے میرے بال سفید کر دئے ہیں اور مجھے کمزور کر دیا ہے

اے فاطمہ! اب صبر کا دامن تھام لے، تیرے اس دکھ نے تہامہ اور نجد تک کو غمزدہ کر دیا ہے

اور خشکی اور تر والے سب کے سب اس دکھ میں شریک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے دکھ نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا۔ (الطبقات ج ۲ ص ۳۳۱ لابن سعد)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر ایک باب باندھا ہے اور اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اسی باب میں بیان کیا ہے

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الجَنَّةِ» (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے مناقب اور خاص طور پر حضرت فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے

☆... مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ نے منبر پر فرمایا

إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا أَنْصَبَهَا. (وقال ﷺ) فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۱)

حضرت فاطمہؓ میرے بدن کا حصہ ہے اس کا دکھ میرا دکھ، اور اس کی تکلیف میری تکلیف ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کر دیا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يَقْبِضُنِي مَا يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُنِي مَا يَبْسُطُهَا »
(مستدرک ج ۳ ص ۱۷۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا اور جس چیز سے اس کا دل کشادہ ہوتا ہے وہ چیز میرے دل کو بھی کشادہ کر دیتی ہے۔ (میں اس کی خوشی میں خوش ہوتا ہوں)

محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ وہ کام کرنا جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، بالاتفاق حرام ہے

وَفِي الْحَدِيثِ تَحْرِيمُ أَذَى مَنْ يَتَأَذَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَأَذِّيهِ لِأَنَّ أَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَامٌ اتِّفَاقًا قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ وَقَدْ جَزَمَ بِأَنَّهُ يُؤْذِيهِ مَا يُؤْذِي فَاطِمَةَ فَكُلُّ مَنْ وَقَعَ مِنْهُ فِي حَقِّ فَاطِمَةَ شَيْءٌ فَتَأَذَّتْ بِهِ فَهُوَ يُؤْذِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَهَادَةِ هَذَا الْخَبَرِ الصَّحِيحِ (فتح الباری ج۹ ص۴۱۱ فیض القدیر شرح جامع صغیر ج۴ ص۵۵۴)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اس شخص کو ایذا دینا حرام ہے جس کو ایذا دینے سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہو اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو ایذا دینا بالاتفاق حرام ہے تھوڑا ہو یا زیادہ، اور حضور ﷺ نے واضح طور پر بتادیا کہ جس چیز سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے آپ ﷺ کو بھی تکلیف ہوتی ہے سو جس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایسی چیز جس سے انہیں تکلیف ہو تو وہ حضور ﷺ کو تکلیف دیتی ہے۔ یہ صحیح حدیث اس بات کی شاہد عدل ہے

☆... اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو گھر والوں میں کون سب سے زیادہ پیارا ہے آپ نے فرمایا کہ "فاطمہؓ مجھے پیاری ہیں"

أَحَبُّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ، وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ» (جامع ترمذی ج۲ ص۲۲۷)

☆... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا

«إِنَّ اللَّهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضَى لِرِضَاكِ» (مستدرک ج۳ ص۱۶۷ ۔ اسد الغابۃ ج۷ ص۲۱۹)

اللہ تعالی تمہاری خوشی پر خوش اور تمہاری ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے

☆... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے چار لکریں کھینچیں اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اہل جنت کی افضل خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ، حضرت آسیہ بنت مزاحم، اور مریم بنت عمران رضی اللہ عنہم ہیں (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۷۴)

☆... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے ان سے فرمایا

«يَا فَاطِمَةُ، أَلاَ تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الأُمَّةِ»(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۰)

اے فاطمہؓ! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو

☆... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

نَزَلَ مَلَكٌ، فَبَشَّرَنِي أَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الجَنَّةِ(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۲۳ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۶۴ معرفۃ الصحابۃ ج ۵ ص ۱۳۶)

ایک فرشتہ نے مجھے اس بات کی بشارت دی کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے

☆... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی ... حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا

«أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ»(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۶۱۔ اصابہ ج ۳۷۸۴)

حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) یہ

سب میرے ہیں جو ان سے لڑے گا میں ان سے لڑوں گا اور جو ان سے صلح دوستی رکھے گا میں بھی ان سے دوستی صلح رکھوں گا

☆... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى (پ۲۵الشوری۲۳)

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں مانگتا اس پر کچھ بدلا مگر دوستی چاہئیے قرابت میں، تو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں جن سے مودت کرنا ہم پر ضروری قرار دیا گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ: " عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا»... (المعجم الکبیر ج۳ص۴۷للطبرانی)

وہ حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں بیٹے ہیں

☆... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (پ۲۲الاحزاب)

(ترجمہ) اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندگی اے نبی کے گھر والو! اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور فرمایا...

«اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، وَأَهْلُ بَيْتِي أَحَقُّ» (فضائل الصحابہ ج۲ص ۵۷۷لاحمد بن حنبلؒ)

اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں

☆... حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا

وَأَنْفُسَكُمْ (آل عمران ۶۱)

تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے گھر والے...(المستدرک للحاکم ج۳ص ۱۶۳)

☆...میدان محشر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکریم

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا اور کہے گا اے لوگو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گذر ہوا چاہتا ہے اپنی نظریں نیچی کرلو یہاں تک کہ وہ گذر جائیں

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: يَا أَهْلَ الْجَمْعِ، غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمُرَّ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» (المستدرک ج۳ص ۱۶۶ للحاکم)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابہ (ج ۲ ص ۷۶۳) میں، شیخ ابو بکر احمد بن مروان الینوری المالکی (۳۳۳ھ) نے المجالسۃ وجواہر العلم میں، شیخ ابو بکر احمد بن جعفر البغدادی المعروف بالقطیعی (۳۶۸ھ) نے جزء الف دینار (ص ۳۲۷) میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے معرفۃ الصحابۃ ج ۵ ص ۱۳۴ میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) نے مرقات شرح مشکوۃ میں بھی یہ روایت کچھ الفاظ کی زیادتی کے ساتھ نقل کی ہے (دیکھئے ج۹ ص ۳۹۶۶ بیروت)

یہ اس لئے ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیاء کے بہت اونچے مقام پر فائز تھیں آپ نے وصیت کی تھی کہ ان کو رات کے وقت دفن کیا جائے تاکہ کسی غیر محرم کی ان پر اور ان کی چارپائی تک پر نظر نہ پڑے۔

(نوٹ) حضرت امام سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۰ھ) اس قسم کی ایک روایت پر لکھتے ہیں

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ بَيَانٍ إِلَّا خَالِدٌ، تَفَرَّدَ بِهِ عَبْدُ الْحَمِيدِ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ بَكَّارٍ الضَّبِّيُّ، وَلَا يُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ

(المعجم الاوسط ج۳ص۳۵)

البتہ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) المستدرک اور اس قسم کی دوسری روایت پر نقد کرتے ہوئے اسے موضوع بتلاتے ہیں آپ لکھتے ہیں

لا والله بل موضوع، والعباس قال الدارقطنی کذاب ثم ورده الحاکم بعد ورقتین خبرنا القطیعی ثنا الکجی ثنا عبدالحمید بن بحر ثنا خالد الضحاک فذکره وزاد فتمر وعللها ربطتان خضروان وعبدالحمید قال ابن حبان کان یسرق الحدیث(حاشیہ المستدرک للحاکم ج۳ص۱۶۶)

علامہ محمد طاہر بن علی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۶ھ) اس روایت پر لکھتے ہیں

فِيهِ الْعَبَّاس بن الْوَلِيد كَذَّاب قلت صَححهُ الْحَاكِم على شَرط الشَّيْخَيْنِ لَكِن تعقبه الذَّهَبِيّ وَله شَاهد عَن أبي هُرَيْرَة.(تذکرۃ الموضوعات ص۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ملتی ہے اس کی سند میں سمانۃ اور ان کے باپ عمرو بن زیاد ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کو جھوٹا من گھڑت قصے بنانے والا لکھتے ہیں

عمروکذاب وضاع وسمانة عن ابیها عن عمرو بن زیاد اباطیل...

لعل البلاء من عمرو

الاستاذ عبدالرحمن بن یحی المعلمی الیمانی نے (الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ) میں اس روایت کی سندوں پر بحث کے بعد اسے موضوع لکھا ہے (دیکھئے ص۳۹۴ حاشیہ)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جنت میں شان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنت والے جنت میں نہایت چمکدار روشنی دیکھیں

گے جس سے وہاں کا ہر حصہ روشن ہو جائے گا، اہل جنت رضوان فرشتہ سے پوچھیں گے کہ یہ روشنی کیسی؟ اللہ نے تو فرمایا ہے لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا (جنت میں نہ دھوپ ہے نہ سردی) پھر یہ سورج جیسی روشنی کہاں سے آئی؟ رضوان فرشتہ کہے گا کہ یہ روشنی چاند سورج کی نہیں بلکہ یہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مسکراہٹ ہے جس سے جنت میں روشنی پھیلی

ليس هذا بشمس ولا قمر ولكن علي وفاطمة رضي الله تعالى عنهما ضحكا فأشرقت الجنان من نور ثغريهما. (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۷۵)

یہ چاند سورج کی روشنی نہیں، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا مسکرانا ہے اور یہ ان کے دانتوں کی روشنی ہے جس سے جنت چمک پڑی ہے

❁... حضرت علی مرتضی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تم اور یہ دونوں یعنی حسن حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ایک جگہ ہوں گے

«إِنِّي وَإِيَّاكِ وَهَذَيْنِ وَهَذَا الرَّاقِدَ، فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے اچھے محبانہ تعلقات تھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اکثر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتیں اور ان کی مزاج پرسی کیا کرتی تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے آخری دنوں اور آخری لمحات میں بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت کا فریضہ انجام دیا تھا۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیعی (۴۶۰ھ) نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے

و كان يمرضها بنفسه،وتعينه على ذلك أسماء بنت عميس رحمها الله(على استمرار بذلك، (الامالی ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کرتے تھے اور اس معاملہ میں آپ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مستقل متعین کر رکھا تھا کہ وہ ان کی تیمار داری کریں

ملا باقر مجلسی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کی تھی (دیکھئے جلاء العیون ص ۱۷۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے گھرانے میں کسی قسم کی کوئی رنجش اگر بقول کسے تھی بھی تو وہ پھر باقی نہ رہی تھی اگر ان دونوں گھرانوں میں کوئی بھی اختلاف ہوتا اور ایک دوسرے کے دل میں کسی قسم کا کوئی بوجھ رہتا تو کیا حضرت فاطمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کو پسند کرتیں اور حضرت علی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس خدمت پر کبھی مامور فرماتے؟ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) اعتراف کرتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے دنوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی عیادت کے لئے تشریف لائیں تھیں (بحار الانوار ج ۵ ص ۵۵)

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ چاہتی تھیں کہ آپ کا جنازہ اس طرح جائے کہ غیر محرم کی نظریں آپ کی جانب اٹھیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ آپ نے پوچھا کہ ایک عورت کے لئے سب سے اچھی بات کیا ہوتی ہے؟ ہمارے پاس اس کا جواب نہ تھا جب میں گھر آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ گھر کے ایک کونے کو پکڑ لے (**أن تلزم قعر بيتها.**) یعنی ایک عورت کے لئے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر محرم کو دیکھے اور نہ کوئی غیر محرم اسے دیکھے

جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سچ کہا ہے، ارے وہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے

صدقت إن فاطمة بضعة مني عليها السلام. (مناقب علی ص ۴۴۶

لابن المغازلی ۴۸۳ھ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب سخت بیمار ہو گئیں تو انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اب میں زیادہ دن زندہ نہ رہوں گی، مجھے اپنے جنازے کی فکر ہے، میں نہیں چاہتی کہ میرا جنازہ بلا پردہ اٹھایا جائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا آپ فکر نہ کریں، ایسا نہیں ہو گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے حبشہ کے علاقہ میں ایک باپردہ چارپائی پر میت لے جاتے دیکھا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا کہ وہ بنا کر دکھائیں، چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حرم مدینہ سے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر اس طرح ڈلوائیں کہ وہ باپردہ ہو گئیں یہ دیکھ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور یہ پہلی مسکراہٹ تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پہلی دفعہ آپ کے چہرہ پر دیکھی گئی (المستدرک للحاکم ج۳ص ۱۶۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس بات کی بھی وصیت کی کہ وہ ان کو غسل دیں۔ علامہ علی بن عیسی اردبیلی شیعی لکھتے ہیں

قالت فاطمة فإذا مت فغسليني أنت (کشف الغمہ ج۱ص ۵۰۴)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی مدد فرمائی تھی۔

وغسلها علي وأسماء. (اسد الغابۃ ج۷ص ۲۲۱)

(نوٹ) اس سے شیعہ علماء کے اس بیان اور بہتان کی حقیقت کھل جاتی ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اپنے وقت وفات کا پتہ چل گیا تو انہوں نے بجائے اس کے کہ کوئی دوسری خواتین انہیں غسل دیں خود ہی پہلے غسل کر لیا تھا جبکہ ایسا نہیں ہے

شیعہ علماء کم از کم اپنی کتابوں پر بھی ایک نظر ڈال لیا کریں تو انہیں اس قسم کی بے تکی ہانکنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

شیعہ علماء کیوں ایسا کہتے ہیں ؟ محض اس لئے کہ انہیں یہ نہ ماننا پڑے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت علی مرتضی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تعلقات بہت ہی اچھے

تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہی بتائیں کہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی تیمار داری اور خدمت کی اجازت دیتیں؟ اور انہیں وصیت کرتیں کہ وہ انہیں غسل دیں۔

علامہ عبد الرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۶ھ) لکھتے ہیں

وكذلك وضعوا أن فاطمة اغتسلت ثم ماتت وأوصت أن تكتفي بذلك الغسل وهذا من حيث النقل كذب ومن حيث المعنى قله فهم لأن الغسل عَنْ حدث الموت فكيف يصح قبله ثم لهم خرافات لا يسندونها إلَى مستند (تلبیس ابلیس ص۹۹)

اسی طرح شیعہ گروہ نے یہ بات گھڑلی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے موت سے پہلے ہی غسل کرلیا تھا اور یہ وصیت کی کہ میرے لئے اسی غسل پر اکتفا کیا جائے، مجھے غسل دوبارہ نہ دینا اس کا من حیث النقل جھوٹ ہونا تو ظاہر ہے اور من حیث المعنی اس گروہ کی حماقت کا پتہ دیتا ہے۔ کیونکہ موت واقع ہونے سے غسل لازم آتا ہے، تو موت سے پہلے غسل کا ہونا کیسے صحیح سمجھا جائے گا علاوہ ازیں اس گروہ نے اور بھی بہت سی بے سروپا باتیں لکھی ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چند ماہ گزارے اور رمضان المبارک گیارہ ہجری کو ۲۸ سال کی عمر میں آپ نے اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ تم میرے خاندان سے سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اپنی پوری شان اعجاز کے ساتھ پوری ہوئی۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ۷۵ دنوں بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی خالق حقیقی سے جاملیں۔

فلما قبض النبي (صلى الله عليه وسلم) لم تبق فاطمة بعده إلا خمسة وسبعين يوما حتى ألحقها الله به (صلى الله عليه وسلم)

(تاریخ دمشق ج ۴۲ ص ۱۳۱)

ایک روایت میں چھ ماہ کا ذکر بھی ملتا ہے (سنن کبری ج ۴ ص ۴۶ للبیہقی)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حسب وصیت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع کی اہلیہ حضرت سلمی اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ان کی معاونت فرماتے تھے شیعہ عالم علی بن عیسی الاربلی (۶۸۷ھ) نے کشف الغمہ میں بھی اسکا ذکر کیا ہے (ج ۳ ص ۴۶۶ ش)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی جونہی خبر پھیلی، مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا جس جس کو یہ خبر ملتی گئی وہ غمزدہ اور رنجیدہ ہو گیا تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر جس طرح اہل مدینہ آزردہ اور غمزدہ تھے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر بھی سب کا یہی حال تھا اور سب لوگ رو رہے تھے۔

فارتجت المدينة بالبكاء من الرجال والنساء، ودهش الناس كيوم قبض فيه رسول الله صلى الله عليه وآله. (کتاب سلیم بن قیس ہلالی عامری ص ۲۲۶ طبع نجف)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جب پتہ چلا تو وہ بھی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت سیدہ کے انتقال پر ان سے تعزیت فرمائی اور کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں جلدی نہ کر دینا یعنی ہمیں اطلاع ضرور کرنا

فأقبل أبو بكر وعمر يعزيان عليا عليه السلام ويقولان له: (يا أبا الحسن، لا تسبقنا بالصلاة على ابنة رسول الله). (کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۲۲۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ رات کے اندھیرے میں اٹھایا گیا تھا اور آپ کی وصیت وخواہش کے مطابق پوری طرح پردے کے ساتھ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تھا

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے لئے مسلمانوں کی جماعت حاضر تھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف لے آئے تھے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کو نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست پیش کی، حضرت ابراہیم نخعی تابعی رضی اللہ عنہ (۹۶ھ) کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی

«صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا»(طبقات ج۸ ص۲۴)

میمون بن مہران (۱۱۶ھ) کہتے ہیں

«أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، كَبَّرَ عَلَى فَاطِمَةَ أَرْبَعًا»(معرفۃ الصحابۃ ج۵ ص۱۳۸)

حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ (۱۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو کو پکڑا اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آپ کو آگے کیا

عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ فَاطِمَةَ، رضِيَ اللهُ عَنْهَا لَمَّا مَاتَتْ دَفَنَهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلًا، وَأَخَذَ بِضَبْعَيْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَدَّمَهُ يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهَا كَذَا رُوِيَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَالصَّحِيحُ (سنن کبری ج۴ ص۴۶ للبیہقی)

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑھانے کا ذکر ہے اور ایک دوسری روایت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر بھی ملتا ہے تاہم صحیح یہ معلوم ہوتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ہوگی اس لئے کہ سنت طریقہ بھی یہی ہے اور امامت ان کا حق بھی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ خود کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ باعتقاد شیعہ امام کی نماز چونکہ ایک امام ہی پڑھا سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں پڑھا سکتا وہ غلط کہتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے۔ اور آپ مدینہ منورہ کے والی اور گورنر تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور انہوں نے خود حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں خود ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ

کی نماز جنازہ پڑھاتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقیدے میں بھی امامت کا کوئی ایسا تصور نہ تھا کہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور معصوم کی نماز معصوم ہی پڑھا سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں؟

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ أَخْبَرَنِي: مَنْ شَهِدَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ حِينَ مَاتَ الْحَسَنُ، وَهُوَ يَقُولُ لِسَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ: " أَقْدِمْ فَلَوْلَا أَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قُدِّمْتَ "(سنن کبری ج۴ص۴۶ للبیہقی)

جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھادی اسی طرح حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھائی تو اس میں شک اور وہم کیوں ہو سکتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ خود حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی خواہش بھی یہی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی بات کہتے ہیں۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان دیکھئے

ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء, فحضرها أبو بكر وعمر وعثمان والزبير وعبد الرحمن بن عوف, فلما وضعت ليصلى عليها قال علي –رضي الله عنه: تقدم يا أبا بكر قال: وأنت شاهد يا أبا الحسن؟ قال: نعم تقدم فوالله لا يصلي عليها غيرك, فصلى عليها أبو بكر –رضي الله عنهم أجمعين– ودفنت ليلًا(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ ج۱ص۱۵۶۔ موسوعۃ آثار الصحابۃ ج۲ص۲۱۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا تھا، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر حضرت عثمان حضرت زبیر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ جب ان کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے

بڑھئے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی، آپ کی موجودگی میں ؟(یعنی آپ ہی پڑھائیں) انہوں نے کہا آپ آگے بڑھیں، اللہ کی قسم آپ کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائے گا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت ان کی تدفین ہوئی

حضرت امام جعفر بھی اپنے والد اور دادا سے یہی بات بیان کرتے ہیں

عن جعفر بن محمد عن أبيه قال: ماتت فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم فجاء أبو بكر وعمر ليصلوا فقال أبو بكر لعلي بن أبي طالب: تقدم، فقال: ما كنت لأتقدم وأنت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فتقدم أبو بكر فصلى عليها۔(کنزالعمال ج۱۲ص۵۱۵)

رات کے وقت آپ کی تدفین اس لئے تھی کہ یہ آپ کی خواہش تھی اورآپ نہیں چاہتی تھیں کہ دن کے اجالے میں آپ کی میت اٹھے اور وہ لوگوں کی نگاہ میں آئیں۔

وأما دفنها ليلا: حتى لا يشرف على جنازتها أحد من الرجال احتراما لها كونها بنت رسول الله – صلى الله عليه وسلم(الحجج الباھرۃ ص۲۸۵)

ملاباقر مجلسی شیعی المغنی سے نقل کرتا ہے

قد روي أن أبا بكر هو الذي صلى على فاطمة عليها السلام وكبر اربعا، وهذا أحد ما استدل به كثير من الفقهاء في التكبير على الميت(بحار الانوار ج۲۹ص۳۸۸)

جولوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر نہ دی تھی وہ غلط کہتے ہیں۔ آپ خود ہی سوچیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے

آخری اوقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے ساتھ گزرے تھے، انہوں نے آپ کو حسب وصیت غسل کرایا، ان کو کفن پہنایا، ان کے لئے جنازہ تیار کیا، آپ ہی بتائیں کیا انہوں نے اپنے شوہر نامدار اور مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر کو نہیں بتایا ہو گا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا ہے ؟ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو عقل وخرد سے عاری ہو، یا حقائق کا کھلا انکار کرنے پر اسے کوئی شرم نہ آتی ہو۔

محدث ابو العباس احمد بن عمر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بات کس طرح مانی جاسکتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر تک نہ ہوئی ہو (جبکہ آپ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے تو ان کو غسل دیا تھا) اور آپ نے ان کا جنازہ نہ پڑھا ہو (بلکہ پڑھایا نہ ہو) تمام صحابہ کام کی شان اور ان کے مقام کے لائق یہی ہے کہ جن جن کو ان کے انتقال کی خبر ملی انہوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی تھی اور ان کی برکت سے مستفید ہوئے تھے۔ آپ آگے لکھتے ہیں

> **ولا تسمع أكاذيب الرَّافضة المبطلين، الضالين، المضلين.** (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج۳ص۵۶۹)
>
> روافض کے اس جھوٹ پر نہ جائیں (کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا پتہ تھا نہ وہ جنازہ میں شریک ہوئے تھے) کیونکہ یہ لوگ باطل پرست ہیں، خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی بتاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے نہیں چاہتے تھے کہ سب لوگ نماز پڑھیں اس لئے انہوں نے حضرت ابوذر کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ لوگوں کو جھوٹ بول کر اور دھوکہ دیکر منتشر کر دیں اور جب لوگ چلے جائیں تو پھر رات کو چند لوگ ان کی نماز جنازہ ادا کر دیں اور آپ کو چپ چاپ دفن کر دیا جائے، حالانکہ لوگ وہاں جمع تھے ۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے

لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے پس ابوذر باہر آئے اور کہا جنازہ کے باہر آنے میں ابھی تووقت ہے یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے جب پہر رات آئی اور سب لوگ سوگئے تو جنازہ کو باہر لائے اور جناب امیر وحسنین وعمار ومقداد وعقیل وزبیر ابوذر سلمان وبریدہ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص نے نماز جنازہ ادا کی (جلاء العیون ج ا ص ۲۲۷)

شیعہ کی مرکزی کتاب اصول کافی ج ۲ ص ۴۴ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ صرف پانچ آدمیوں نے پڑھا تھا (ماخوذ از ایمانی دستاویز ص ۲۶۶)

اب یہ بات شیعہ علماء کے ذمہ باقی ہے کہ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے سوا اور دو کون لوگ تھے؟ جو بقول ان کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شامل ہوئے تھے

ہم سمجھتے ہیں کہ شیعہ کے پڑھے لکھے دوست اس قسم کی لغویات پر کبھی یقین نہیں کریں گے کیا اس قسم کی باتوں سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے متقی اور زاہد صحابی کی عزت داغدار نہیں ہو گی؟ کہ انہیں بھی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) نے منہاج السنۃ میں شیعہ عالم ابن مطہر حلی (۷۲۶ھ) کے اس جھوٹ کا پردہ خوب چاک کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس طرح کی باتیں جاہل کیا کرتے ہیں (دیکھئے ج ۴ ص ۲۴۷)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

نماز جنازہ کے بعد مسلمانوں نے حضرت سیدہ کا جنازہ اٹھایا اور قبر کے پاس لے آئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے متعلق مؤرخین مختلف ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی ہے...ودفنت بالبقیع (البدایہ ج ۶ ص ۳۳۳)

شیعہ عالم نجم الحسن کراروی کا بیان ہے آپ کو جنت البقیع میں لے جاکر دفن کر دیا (چودہ ستارے ص ۲۵۲)

آپ کی قبر جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ہے جبکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دار عقیل کے ایک گوشہ میں دفن ہوئیں (الطبقات ج۸ ص۲۵)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ اپنے گھر میں دفن ہوئیں تاہم سب سے زیادہ معروف اور مبارک مقام جنت البقیع ہے یہاں زائرین کی ایک بڑی تعداد آتی رہتی ہے۔ آپ کے بالکل قریب ہی آپ کی تینوں بہنوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی قبریں بھی ہیں۔ اور ان کے بالکل قریب آپ کے سوتیلے بھائی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عباس بن عبد المطلب حضرت علی مرتضی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا تھا۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنی رفقیہ حیات کے چلے جانے پر کافی غمزدہ تھے آپ نے ایک مرتبہ ان کی یاد میں یہ اشعار بھی کہے

لِكُلّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيلَيْنِ فُرْقَةٌ	وَكُلُّ الَّذِي دُونَ الْفِرَاقِ قَلِيلُ
وَإِنَّ افْتِقَادِي وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ	دَلِيلٌ عَلَى أَنْ لَا يَدُومَ خَلِيلُ

دو دوستوں کے ملنے کے بعد پھر ایک دن جدائی ہے اور ہر ایک کا موت سے تھوڑا ہی فاصلہ رہ گیا ہے اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا جدا ہونے کے بعد اب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی داغ مفارقت دے جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔ (المستدرک للحاکم ج۲ ص۱۷۹)

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۸ حدیثیں مروی ہیں جن کو بڑے جلیل القدر صحابہ نے آپ سے روایت کیا ہے روایت کرنے والوں میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ حضرت سلمی حضرت ام رافع اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں

وَلَهَا فِي (مُسْنَدِ بَقِيٍّ) : ثَمَانِيَةَ عَشَرَ حَدِيْثاً، مِنْهَا حَدِيْثٌ وَاحِدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۴)

وَرَوَى عَنْهَا: ابْنُهَا؛ الحُسَيْنُ، وَعَائِشَةُ، وَأُمُّ سَلَمَةَ، وَأَنَسُ بنُ مَالِكٍ، وَغَيْرُهُم.وَرِوَايَتُهَا فِي الكُتُبِ السِّتَّةِ.(ایضاص ۱۱۹)

ہم یہاں تبرکاً ان میں سے کچھ روایات نقل کرتے ہیں جو خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مروی ہیں

۞۔عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ: «بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ»

(سنن ابن ماجہ ص ۵۶ مسند احمد ج ۷ ص ۴۰۲)

(ترجمہ) حضور ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو آپ فرماتے "اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں، اللہ کے رسول پر سلامتی اترے، اے اللہ میرے گناہ بخش دے، اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے، اور آپ جب مسجد سے باہر نکلتے تو فرماتے "اللہ کے نام سے نکلتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہو"۔ اے اللہ میرے مجھے معاف فرما، اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے

۞۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس ایک خادمہ مانگنے آئیں تو آپ نے ان سے فرمایا

أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا، فَقَالَ: «أَلاَ أُخْبِرُكِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْهُ؟ تُسَبِّحِينَ اللَّهَ عِنْدَ

مَنَامِكِ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَتَحْمَدِينَ اللَّهَ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَتُكَبِّرِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ»(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۸)

کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتادوں جو تمہارے لئے اس سے بہتر ہو۔ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کروز

۞۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا یہ دعا پڑھ لیا کرو (ظاہر ہے کہ یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلائی ہو گی)

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ وَالقُرْآنِ، فَالِقَ الحَبِّ وَالنَّوَى، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَنْتَ الأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ البَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَأَغْنِنِي مِنَ الفَقْرِ "(جامع ترمذی ج ۲ ص سنن ابن ماجہ ص ۲۸۰)

(ترجمہ) اے اللہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کے پروردگار، ہمارے اور ہر چیز کے رب، تورات اور انجیل اور قرآن عظیم کے نازل کرنے والے ، آپ سب سے پہلے ہیں، آپ سے پہلے کوئی نہیں، آپ سب کے بعد ہیں ، آپ کے بعد کچھ نہیں، آپ ہی ظاہر ہیں، آپ سے اوپر کچھ نہیں، آپ ہی باطن ہیں، آپ سے کوئی چیز مخفی نہیں، ہم سے قرض اتاردے ،اور ہمیں فقر سے بے نیاز فرمادے۔

۞۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا لَا يَلُومَنَّ امْرُؤٌ، إِلَّا نَفْسَهُ، يَبِيتُ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ»(سنن ابن ماجہ ص ۲۴۵)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے آپ کو ہی ملامت کرے جو اس حال میں سوجائے کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی کی بو ہو (کہ اسے کوئی جانور نقصان پہنچادے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ کو اچھی طرح دھولے)

۞۔۔ عن عمرو بن امیہ کہتے ہیں

قَالَ: دَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: " أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِهِ لُحُوقًا بِهِ "(مسند احمد ج۷ ص۴۰۲)

(ترجمہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے بتایا ہے کہ میں آپ کے گھر والوں میں سے سب سے پہلے آپ سے جاملوں گی۔

۞۔۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے انہیں بتایا۔

" إِنَّ جِبْرِيلَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لُحُوقًا بِي، وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ " فَبَكَيْتُ لِذَلِكَ ، ثُمَّ قَالَ: " أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ،؟ " قَالَتْ: فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ (صحیح بخاری ج۲ ص۹۳۰۔ استیعاب ج۴ ص۳۷۵۔ اسد الغابۃ ج۷ ص۲۱۸ مسند احمد ج۷ ص۴۰۱)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے مگر انہوں نے اس سال دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید میرا وقت قریب آچکا ہے، اور میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی اور میں تمہارے لئے وہاں اچھا پیش خیمہ ہوں گا تو میں یہ سن کر رو پڑی پھر حضور ﷺ نے میرے کان میں فرمایا کہ کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تم اس امت کی

مومن عورتوں کی سردار ہو

۞۔۔ ام سلیمان کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس قربانی کے گوشت کے بارے میں پوچھنے آئی تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اسے روکے رکھنے منع کیا تھا، پھر اس کی اجازت دے دی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے کھانے کے لئے قربانی کا گوشت رکھا تو انہوں نے کہا۔

فَقَالَ: أَوَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ قَدْ رَخَّصَ فِيهَا. قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ: "كُلْهَا مِنْ ذِي الْحِجَّةِ إِلَى ذِي الْحِجَّةِ "(مسند احمد ج ۴۴ ص ۱۲)

کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ایک سال تک کھاؤ۔

۞۔۔عَنْ فَاطِمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ عَرْقًا، فَجَاءَ بِلَالٌ بِالْأَذَانِ، فَقَامَ لِيُصَلِّيَ، فَأَخَذْتُ بِثَوْبِهِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَهْ، أَلَا تَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: " مِمَّ أَتَوَضَّأُ يَا بُنَيَّةُ؟ " فَقُلْتُ: مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. فَقَالَ لِي: " أَوَلَيْسَ أَطْيَبُ طَعَامِكُمْ مَا مَسَّتْهُ النَّارُ؟ "(مسند احمد ج ۴۴ ص ۱۶)

۞۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے اور آپ نے وہاں سالن تناول فرمایا اتنے میں حضرت بلال نے اذان دی، آپ نماز پڑھانے کیلئے اٹھے تو میں نے آپ کا دامن پکڑا، اور کہا ابا جان، آپ وضو نہیں فرمائیں گے ؟ فرمایا! بیٹی میں کیوں وضو کروں ؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے جو کھانا تناول فرمایا ہے وہ آگ پر پکا ہے، آپ نے فرمایا کیا وہ

کھانا پاکیزہ نہیں ہوتا جو آگ پر پکے (یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اھل وعیال

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا خواجہ ابوطالب کے صاحبزادے ہیں آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں، آپ ماں باپ کی جانب سے ہاشمی ہیں

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اورآپ کا بچپن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اورآپ کے ہی آغوش محبت میں گزرا اور آپ نے ان کے ساتھ اپنے بچوں جیسا معاملہ فرمایا اور پھر آپ کو اپنی دامادی کا شرف بھی دیا اور پھر آپ خلفائے راشدین میں سے ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوی نبوت فرمایا اس وقت آپ کی عمر نو دس سال کی تھی (طبقات ج۳ص۱۵) چنانچہ آپ کو بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی خواجہ ابوطالب کے رعب ودبدبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بچپنے کی وجہ سے آپ کو ان شدائد کا سامنا نہ کرنا پڑا جس سے حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات صحابہ دوچار ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو آپ کو اپنے بستر پر سونے کے لئے فرمایا اور آپ جان کی پرواکئے بغیر بے خوف وخطر وہاں سوگئے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق امانتیں ان کے حقداروں تک پہنچائیں اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے، آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ تمام غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ہر میدان میں داد شجاعت دیتے رہے، اللہ تعالی نے آپ کو بڑی جرات عطا فرمائی تھی، آپ کفار کی صفوں میں گھس جاتے، اور بڑی جوانمردی سے لڑتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی

مواقع پر ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا تھا، میدان بدر میں بھی جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا(طبقات ج۳ص۱۶) حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے موقع پر اپنے اہل خانہ کی تیمار داری کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور ان کے لئے اجر وثواب ملنے کی بشارت دی تھی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے وقت اپنے اہل خانہ کی حفاظت پر مامور کیا تھا اور وہ اس غزوہ میں شریک نہ ہو پائے تھے۔(طبقات ج۳ص۱۷)

اللہ تعالی نے آپ کو علم وفضل میں بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا، آپ شہر علم کا دروازہ تھے ، آپ نے حضور ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کیں، آپ سے روایت کرنے والوں میں جلیل القدر صحابہ کرام ہیں،

حضور ﷺ نے آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی تھی، اور آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے آپ کا سینہ کھول دیا تھا اور آپ سب سے زیادہ قضاء کا علم رکھنے والے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو قاضی بنایا تھا، صحابہ کرام میں جو لوگ اعلی درجہ کے فصیح اور خطیب مانے گئے تھے آپ ان میں سے ایک تھے۔

حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت فرماتے تھے آپ نے ان کے بہت سے مناقب وفضائل بیان فرمائے اور انہیں دنیا وآخرت میں اپنا بھائی فرمایا(جامع ترمذی) اور غایت محبت میں آپ کو ابوتراب کہا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں جس کا مولی(دوست) ہوں، علی بھی اس کا مولی(دوست) ہے، آپ نے اللہ کے حضور دعا فرمائی کہ اللہ اس سے محبت کر جو علیؓ سے محبت کرے، اور اس کو ناپسند رکھ، جو علی سے بغض رکھے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ جس نے فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی وہ قیامت میں میرے ساتھ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مؤمن محبت رکھیں گے اور منافق ان سے بغض رکھیں گے۔(صحیح مسلم) آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسی علیہ السلام سے تھا سوائے اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔(متفق علیہ)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ زہد وتقوی میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ سب سے زیادہ خوف

خدا رکھنے والے اور اللہ کی ذات میں غرق انسان تھے، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری آپ کا شیوہ تھی

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ اللہ کی ذات کے عالم تھے اور آپ کے قلب میں ذات باری کا عرفان موجزن تھا (حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۱۰۹) آپ کے پاس جو کچھ آتا آپ اسے راہ خدا میں خیرات کر دیتے تھے، آپ کے در سے کوئی بھی خالی ہاتھ نہ لوٹتا تھا، آپ دنیا اور اس کی آرائشوں سے کوسوں دور تھے، شب بیدار تھے، ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ فرماتے تھے، آپ بہت رقیق القلب تھے، اور رات کی تنہائیوں میں خوف خدا سے رودیا کرتے تھے، آپ کے دل میں مساکین سے بہت محبت تھی آپ دنیا کو مخاطب کر کے کہتے کہ

میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں، تیری عمر کم ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر آئے تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت فرمائی اور آپ کے ساتھ ساتھ رہے ان کے دل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے بڑا احترام تھا آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو اس طرح فرماتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث سنائی اور ابو بکر نے تو سچ ہی کہا ہے

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: مَا حَدَّثَنِي أَحَدٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اسْتَحْلَفْتُهُ، غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، إِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، (الزہد والرقاق ص ۳۸۵ لابن المبارک (۱۸۱ھ)۔ سنن ابو داؤد ج ا ص ۲۲۰۔ مسند احمد ج ا ص ۱۷۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ ان کی مجلس شوری کے ممتاز رکن اور مشیر بھی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو قاضی بنایا تھا، آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے نکاح میں دی تھی اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے ہم زلف تھے، ان کے دور خلافت میں بھی آپ ان کی نصرت وحمایت فرماتے اور خلافت کے مسائل پر وہ آپ سے مشورہ کرتے تھے، اور آخری دنوں میں

آپ نے اپنے بچوں کو ان کی حفاظت پر مامور کر رکھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے، آپ کی خلافت چار سال نو مہینے کے قریب رہی۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَسَبُهُ نَسَبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَسَبُهُ حَسَبُهُ، وَدِينُهُ دِينُهُ، قَرِيبُ الْقَرَابَةِ، قَدِيمُ الْهِجْرَةِ، عَظِيمُ الْحَقِّ،(معرفۃ الصحابۃ ج ا ص ۹۴)

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں آپ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں

عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَسَيِّدُ الْقَوْمِ، مُحِبُّ الْمَشْهُودِ، وَمَحْبُوبُ الْمَعْبُودِ، بَابُ مَدِينَةِ الْعِلْمِ وَالْعُلُومِ، وَرَأْسُ الْمُخَاطَبَاتِ، وَمُسْتَنْبِطُ الْإِشَارَاتِ، رَايَةُ الْمُهْتَدِينَ، وَنُورُ الْمُطِيعِينَ، وَوَلِيُّ الْمُتَّقِينَ، وَإِمَامُ الْعَادِلِينَ، أَقْدَمُهُمْ إِجَابَةً وَإِيمَانًا، وَأَقْوَمُهُمْ قَضِيَّةً وَإِيقَانًا، وَأَعْظَمُهُمْ حِلْمًا، وَأَوْفَرُهُمْ عِلْمًا، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ، قُدْوَةُ الْمُتَّقِينَ وَزِينَةُ الْعَارِفِينَ، الْمُنَبِّئُ عَنْ حَقَائِقِ التَّوْحِيدِ، الْمُشِيرُ إِلَى لَوَامِعِ عِلْمِ التَّفْرِيدِ، صَاحِبُ الْقَلْبِ الْعَقُولِ، وَاللِّسَانِ السَّؤُولِ، وَالْأُذُنِ الْوَاعِي، وَالْعَهْدِ الْوَافِي، فَقَّاءُ عُيُونِ الْفِتَنِ، وَوُقِيَ مِنْ فُنُونِ الْمِحَنِ، فَدَفَعَ النَّاكِثِينَ، وَوَضَعَ الْقَاسِطِينَ، وَدَمَغَ الْمَارِقِينَ، الْأُخَيْشَنُ فِي دِينِ اللهِ، الْمَمْسُوسُ فِي ذَاتِ اللهِ.(حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۱۰۰)

آپ قوم کے سردار اللہ سے محبت رکھنے والے اور اللہ کے محبوب اور شہر علم کا دروازہ بہترین واعظ اشارات کا استنباط کرنے والے مہتدین کے سرتاج اطاعت کرنے والوں کے نور متقین کے والی امام العادلین اسلام قبول کرنے میں آگے فیصلہ کرنے میں انصاف کا دامن تھامنے والے بڑے حلم والے

اور بھرپور علم والے آپ متقین کے پیشوا عارفین کی زینت توحید کے حقائق سے پردہ اٹھانے والے اور اس راہ کی طرف لے جانے والے سمجھدار دل والے عاقل اور لسان سائل کے حامل عہد کا ایفاء کرنے والے فتنوں کی جڑ کاٹ دینے والے ہر آزمائش میں کامیاب ہونے والے اور دشمنان دین کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے اور ان کو تباہ وبرباد کرنے والے شخص تھے۔ اللہ کے دین کے معاملہ میں خوف رکھنے والے اور اللہ کی ذات میں فنا ہو جانے والے تھے

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸) آپ کا تعارف اس طرح کراتے ہیں

آپ کا نام نامی علی رضی اللہ عنہ اور کنیت ابوالحسن ہے، آپ ہاشمی النسب ہیں، امت کے قاضی، اسلام کے شہ سوار، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ آپ نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور اس میں ذرا بھی تردد نہ کیا، جہاد کا وقت آیا تو اللہ کے راستہ میں جہاد کا پورا پورا حق ادا کیا ،اور یوں علم وعمل کی ذمہ داریوں کو بطریق احسن نبھایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں جنت کی شہادت دی، اور فرمایا جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، نیز فرمایا علی میرے ہاں تمہارا وہ مقام ہے جو موسی علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام کا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، یہ بھی فرمایا مؤمن تم سے محبت اور منافق تم سے بغض رکھیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ہیں جسے میں نے ایک الگ کتاب میں لکھے ہیں۔ آپ علم میں امامت کے مرتبہ پر فائز تھے، اوراخذ حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے پہلے حلفیہ بیان لیتے تھے،(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۳)

آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی ان کے انتقال کے بعد

آپ نے کئی شادیاں فرمائیں اور ان سے کئی اولادیں بھی ہوئیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے تین سوتیلے بھائی ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم بھی کربلاء میں شہید ہوئے تھے معروف غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان مرحوم لکھتے ہیں کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے سات روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا نکاح کیا آپ کی چار بیویاں تھیں اور سترہ لونڈیاں تھیں (لغات الحدیث ج ۴ کتاب ن ص ۱۴۲)

آپ کے دور خلافت میں خارجیوں نے آپ کے خلاف سازش کی ،اور آپ کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ تیار کیا، عبد الرحمن ابن ملجم خارجی نے اپنے سر یہ ذمہ داری لی۔ایک دن حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو ابن ملجم نے اس زور سے آپ پر تلوار ماری جو آپ کی پیشانی کو چیرتی ہوئی دماغ تک جا پہنچی، اس حملہ میں ابن ملجم کے ساتھ شبیب اشجعی بھی تھا، ابن ملجم گرفتار ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو گرفتار رکھو میں زندہ رہا تو خود ہی فیصلہ کروں گا، اور اگر میں فوت ہو گیا تو اسے بھی قتل کر دینا۔اس حملہ کے تین دن بعد ۱۹ رمضان ۴۰ ہجری کو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خالق حقیقی سے جاملے ،حضرت حسن حضرت حسین حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور کوفہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی

أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَّى عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ. وَدُفِنَ عَلِيٌّ بِالْكُوفَةِ عِنْدَ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فِي الرَّحَبَةِ مِمَّا يَلِي أَبْوَابَ كِنْدَةَ (الطبقات ج ۳ ص ۲۷)

تاہم آپ کی قبر بعض وجوہات کی بناء پر گمنام کر دی گئی

وَدُفِنَ بِالْكُوفَةِ، وَقَدْ عُمِّيَ دَفْنُهُ» (معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۱۰۰)

اللہ تعالی آپ سے راضی ہوں اور آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے آمین

(نوٹ) سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی تفصیلی سوانح حیات کے مطالعہ کے لئے راقم الحروف کی کتاب (زبدۃ المناقب من حیات سیدنا علی بن ابی طالب) (دو جلد) ملاحظہ کیجئے

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی چار اولادیں معروف و مشہور ہیں۔

(۱) حضرت حسن (۲) حضرت حسین (۳) حضرت زینب (۴) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم

علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۰ھ) لکھتے ہیں

وَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِيٍّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَأُمَّ كُلْثُومٍ وَزَيْنَبَ بَنِي عَلِيٍّ.
(الطبقات ج ۸ ص ۲۲)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

فَوَلَدَتْ لَهُ الْحَسَنَ، وَالْحُسَيْنَ، وَأُمَّ كُلْثُومٍ، وَزَيْنَبَ، (استیعاب ج ۴ ص ۳۷۴)

مؤرخ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور بیٹا بھی ہوا تھا جو بچپنے میں فوت ہو گیا اس کا نام محسن تھا

«فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِيٍّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا وَمُحَسَّنًا فَذَهَبَ مُحَسَّنٌ صَغِيرًا وَوَلَدَتْ لَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ وَزَيْنَبَ». (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۱۶۱)

ابن جریر طبری اور امام شمس الدین ذہبی نے بھی جناب محسن کا ذکر کیا ہے (طبری ج ۳ ص ۱۷۴۲۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۱۹)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں

فاطمة الزهراء رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رُزِقَتْ مِنَ الْأَوْلَادِ خَمْسَةً: الحسن، والحسين، ومحسنا، وأم كلثوم، وزينب فَأَمَّا محسن فَدَرَجَ سَقْطًا، وَأَمَّا الحسن والحسين فَأَعْقَبَا الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ، وَأَمَّا أم كلثوم فَتَزَوَّجَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَوَلَدَتْ لَهُ زيدا ورقية، وَتَزَوَّجَهَا

بَعْدَهُ ابْنُ عَمِّهَا عون بن جعفر بن أبي طالب فَمَاتَ عَنْهَا، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ أَخُوهُ محمد فَمَاتَ عَنْهَا، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ أَخُوهُ عبد الله بن جعفر فَمَاتَتْ عِنْدَهُ، وَلَمْ تَلِدْ لِأَحَدٍ مِنَ الثَّلَاثَةِ شَيْئًا، وَأَمَّا زينب، فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا عبد الله بن جعفر فَوَلَدَتْ لَهُ عليا، وعونا الْأَكْبَرَ، وعباسا، ومحمدا، وأم كلثوم (الحاوی للفتاوی ج ا ص ۳۱ للسیوطیؒ)

شیعہ عالم نجم الحسن کراروی صاحب لکھتے ہیں

آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں ۱۶ رمضان ۳ ہجری کو امام حسن... ۳ شعبان ۴ ہجری کو امام حسین اور ۵ جمادی الاول ۶ ہجری میں حضرت زینب اور نو ہجری میں جناب ام کلثوم اور ۱۱ ہجری میں اسقاط محسن ہوا (چودہ ستارے ص ۹۸)

حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہونے والی اولاد کا تذکرہ درج ذیل ہے

سیدنا حضرت حسنؓ

آپ حضرت فاطمہؓ کے پہلے بیٹے ہیں ہیں آپ کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک میں ہوئی تھی حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام حسن رکھا تھا۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور سے بہت مشابہ تھے، حضور ﷺ کو حضرت حسن اور حضرت حسینؓ دونوں بہت پیارے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بچوں کے پاس تشریف لاتے، ان کو پیار فرماتے، اوران کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ ان دونوں کے خوش ہونے پر خوش ہوتے تھے اور ان کے رونے سے آپ تڑپ جاتے تھے اور جب تک وہ خاموش نہ ہوتے آپ کو چین نہ آتا تھا۔

۞۔ حضرت حسنؓ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی کہ نانا جان کی محبت و شفقت کا نورانی اور روحانی سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور پھر کچھ ماہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ

رضی اللہ عنہا بھی سفر آخرت پر چلی گئیں۔ تاہم آپ کے والد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور حضور کے محبوب ساتھی حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ان کی زیر نگرانی آپ کی تعلیم وتربیت ہوتی رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے خالو تھے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما باوجودیکہ عمر میں بڑے تھے مگر قرابت نبوی کی وجہ سے ان دونوں کا ہر طرح لحاظ فرماتے تھے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مختصر تھا تاہم حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں آپ نے جہاد میں بھی حصہ لیا تھا۔

۞۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد کے دور خلافت میں پوری طرح آپ کے معاون رہے تھے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین بنے، پھر آپ مسلمانوں کو انتشار اور ان کا خون بہنے سے بچانے کے لئے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی اور حضرت معاویہ کی بیعت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی وہ پیشن گوئی اپنی پوری شان اعجاز کے ساتھ پوری ہوئی جس میں آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالی اس کے ہاتھ پر اہل ایمان کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ آپ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو تحفے تحائف اور عطیات اور وظائف آتے آپ ان کو قبول فرماتے تھے اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے آپ نے کبھی اس کے لینے سے انکار نہیں کیا تھا

۞۔ ایک مرتبہ جب آپ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں شاہزادوں کا بڑا اکرام واحترام کیا تھا اور بڑے عطیات سے نوازا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنا جانا تھا اور محبت وعقیدت کے یہ تعلقات برابر قائم تھے

۞۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ علم وفضل کے اس کمال پر تھے کہ مدینہ منورہ میں جو لوگ صاحب افتاء تھے آپ ان میں سے ایک تھے، مدینہ منورہ میں آپ کے علمی اور روحانی حلقے کی اپنی

ایک شان تھی اور لوگ جوق درجوق آپکے علمی حلقے میں آتے اور علمی اور روحانی پیاس بجھاتے تھے

۞۔ آپ کو اللہ کی عبادت بہت محبوب اور مرغوب تھی، اور کبھی کبھی خوف خدا سے آپ کانپ جایا کرتے تھے، جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو زیادہ تر وقت طواف میں گزرتا تھا، آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، اور روزہ بھی رکھا کرتے تھے، آپ نے پچیس مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی اور بیس مرتبہ پیدل حج کیا تھا

۞۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دل کے بڑے سخی تھے جو کچھ ملتا اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور ہر نیکی کے کاموں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے، آپ غرباء اور مساکین کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور اللہ کے رستے میں مال خرچ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا اور آپ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

۞۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۵ ربیع الاول ۴۹ ہجری کو ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئے تھے علماء نے آپ کی موت کا سبب زہر دینا بتلایا ہے اور آپ کو شہید کہا ہے آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں اپنے والدہ مکرمہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں ہے جہاں لاکھوں لوگ آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

(نوٹ) سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تفصیلی سیرت کے لئے راقم الحروف کی کتاب "لطائف المنن فی مناقب سیدنا الحسن رضی اللہ عنہ" کا مطالعہ کیجئے جو شائع ہو چکی ہے۔

شہید کربلاء سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بیٹے ہیں، آپ کی ولادت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں شعبان ۴ ھ میں ہوئی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسین رکھا تھا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے بہت مشابہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں بہت پیارے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بچوں کے پاس تشریف لاتے، ان کو پیار فرماتے، اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ

کے بارے میں بطور خاص یہ بات ارشاد فرمائی کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اور آپ نے دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ! جو حسین سے محبت رکھے اس سے آپ بھی محبت رکھئے۔ آپ ان دونوں کے خوش ہونے پر خوش ہوتے تھے اور ان کے رونے سے آپ تڑپ جاتے تھے اور جب تک وہ خاموش نہ ہوتے آپ کو چین نہ آتا تھا۔

۞۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سات سال کی تھی کہ نانا جان کی محبت وشفقت کا نورانی اور روحانی سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور پھر کچھ ماہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سفر آخرت پر چلی گئیں۔ تاہم آپ کے والد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور حضور کے محبوب ساتھی حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ان کی زیر نگرانی آپ کی تعلیم وتربیت ہوتی رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے خالو تھے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما باوجودیکہ عمر میں بڑے تھے مگر قرابت نبوی کی وجہ سے ان دونوں کا ہر طرح لحاظ فرماتے تھے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مختصر تھا تاہم حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں آپ نے جہاد میں بھی حصہ لیا تھا۔

۞۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد کے دور خلافت میں پوری طرح آپ کے معاون رہے تھے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے رہے۔ پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہوگئے اور خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی تو آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو تحفے تحائف اور عطیات اور وظائف آتے آپ ان کو قبول فرماتے تھے اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں شاہزادوں کا بڑا اکرام واحترام کیا تھا اور بڑے عطیات سے نوازا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنا جانا تھا اور محبت وعقیدت کے یہ

تعلقات برابر قائم تھے۔

۞۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب یزید تخت نشین ہو گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسے اپنا امیر قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ آپ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش ہوئی تو آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے آئے۔ مگر اہل کوفہ نے بار بار اپنی حمایت اور اعانت کے خطوط لکھ لکھ کر آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، جب آپ ان کی دعوت قبول کر کے جانے کا ارادہ کرنے لگے تو آپ کے عزیز واقارب اور دیگر اجلہ صحابہ نے آپ کو اس سفر سے روکنا چاہا اور بتلایا کہ یہ لوگ غدار ہیں، آپ کو بلا کر دھوکا دیں گے، جس طرح انہوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ غداری کی تھی، اور عین وقت پر اپنی حمایت سے ہاتھ اٹھا کر ان کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا تھا، اس لئے آپ نہ جائیں تو اچھا ہو گا مگر آپ کو شاید ان کی باتوں پر اطمینان تھا اس لئے آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے تشریف لے گئے، راستے میں اندوہناک خبریں ملنے کے باوجود آپ نے اپنا سفر جاری رکھا اور پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ حمایت کا دعوی کرنے والوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا، آپ مقابلہ کرتے رہے تا آنکہ آپ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے عزیز واقارب اور دوسرے رفقاء نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ اللہ رب العزت ان سب کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے آمین

۞۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے بھائی کی طرح اللہ کی عبادت بہت محبوب تھی، آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، اور روزہ بھی رکھا کرتے تھے، آپ نے بیس مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی اور ہر نیکی کے کاموں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے آپ اپنے بھائی کی طرح غرباء اور مساکین کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور اللہ کے رستے میں مال خرچ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا۔

(نوٹ) سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تفصیلی سیرت کے لئے راقم الحروف کی کتاب "قرۃ العینین فی مناقب سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ" کا مطالعہ کیجئے جو شائع ہو چکی ہے۔

حضرت محسن رضی اللہ عنہ

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے تیسرے صاحبزادے حضرت محسن رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، اس بچے کا نام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور اس کا بچپنے میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاں جب تیسرے بیٹے کی پیدائش ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا نام حرب رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام محسن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بچوں کے نام شبر، شبیر، اور مبشر رکھا تھا اسی طرح میں نے ان کے نام حسن، حسین اور محسن رکھے ہیں

فقال: "أروني ابني، ما سميتموه؟ " قلت: حرباً، قال: "بل هوُ محَسِّن"، ثم قال: سميتهم بأسماء ولد هرون: شَّبر وشَبِير ومُشَّبر.

(مسند احمد ج ۱ ص ۹۸ ۴۔ تاریخ دمشق ج ۱۳ ص ۱۷۰)

مشہور شیعہ عالم اور مجتہد آیت اللہ خوئی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں

و فيه ان رسول الله صلّى الله عليه و آله سمّي الحسن و الحسين و المحسن بأسماء ولد هارون شبر و شبير و مشبر (منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جناب محسن رضی اللہ عنہ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوئی تھی اور آپ نے ان کا نام بھی رکھا تھا۔ اس سے اس کہانی کی حقیقت بھی کھل گئی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جب دروازہ گرایا تو اس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ کہانی شیعہ عوام کے جذبات سے کھیلنے اور رونے رلانے کے لئے تو سنائی جاسکتی ہے مگر حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دو بہنیں تھیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

☆... حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں

زينب بنت علي بن أبي طالب واسمه عبد مناف بن عبد المطلب بن هاشم القرشية الهاشمية.وأمها فاطمة بنت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(اسد الغابۃ ج۷ ص ۱۳۴۔الاصابہ ج۴ ص ۳۲۱)

علامہ عزالدین ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۰ھ) لکھتے ہیں

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں (۵ جمادی الاول سن ۶ ہجری میں) پیدا ہوئیں، اور خاتون جنت کے سایہ میں پلتی رہیں بڑی ہوئیں، آپ بڑی عقلمند، ذی فہم، اور کریم النفس خاتون تھیں آپ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا (اسد الغابۃ ص ۱۳۴) جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں

وَأَمَّا زينب، فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا عبد الله بن جعفر فَوَلَدَتْ لَهُ عليا، وعونا الْأَكْبَرَ، وعباسا، ومحمدا، وأم كلثوم.(الحاوی للفتاوی ج۱ ص ۳۱)

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اولاد اور سلسلہ کے بارے میں ایک مستقل مضمون (**العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية**) کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے آپ کا یہ مضمون (الحاوی للفتاوی ج۱ ص ۳۱) پر موجود ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حادثہ کربلا کے موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں موجود تھیں اور جب آپ کو گرفتار کرکے یزید کے دربار میں لایا گیا تو آپ نے بھرے دربار میں یزید کو اس کے سوالات کا بڑی ہمت و حوصلہ سے جواب دیا تھا، آپ بڑی صابرہ، عاقلہ اور باہمت خاتون تھیں

وكانت زينب امرأة عاقلة لبيبة جزلة... وهو يدل على عقل وقوة جنان.(اسد الغابۃ ج۸ ص ۱۳۴)

آپ اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی روایت کرتی ہیں

☆... حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما۔

آپ حضرت علی مرتضی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی صاحبزادی ہیں آپ کی ولادت سن ۶ ہجری میں ہوئی، آپ کو اپنے نانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ چھوٹی بچی ہونے کی وجہ سے آپ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے

أُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيّ بنِ أَبِي طَالِبٍ الهَاشِمِيَّةُ ابْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ بنِ هَاشِمٍ الهَاشِمِيَّةُ، شَقِيْقَةُ الحَسَنِ وَالحُسَيْنِ. وُلِدَتْ: فِي حُدُوْدِ سَنَةِ سِتٍّ مِنَ الهِجْرَةِ، وَرَأَتِ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَمْ تَرْوِ عَنْهُ شَيْئاً.(سیر اعلام النبلاء ج۳ص۵۰۱)

آپ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا آپ کا اس شادی سے مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کا شرف پانا تھا اور آپ نے اپنی اس نیت اور جذبہ کا کھلا اظہار بھی کر دیا تھا

آپ نے جب حضرت علی مرتضی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں سے اس بارے میں مشورہ فرمایا، انہوں نے بھی اس رشتہ کو بخوشی منظور کیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں آئیں، آپ نے اس نکاح کی غرض بتاتے ہوئے کہا کہ میں یہ شادی محض خواہش کے تحت نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب ورشتہ کٹ جائے گا سوائے میرے نسب اور رشتہ کے۔ محدث امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۱ھ) نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا

إِنِّي لَمْ أَتَزَوَّجْ مِنْ نَشَاطٍ بِي، وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي»، فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ بَيْنِي، وَبَيْنَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَبٌ وَنَسَبٌ(المصنف لعبد الرزاق ج۶ص۱۶۴)

«كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا خَلَا سَبَبِي وَنَسَبِي، وَكُلُّ وَلَدِ أَبٍ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ، فَإِنِّي أَنَا أَبُوهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ»(معرفۃ الصحابۃ ج ا ص ۷۸)

مشہور شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی اردبیلی (۶۴۶ھ) نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح نقل کیا ہے

لما قال عمر حين طلب مصاهرة علي إني سمعت رسول الله ص يقول كل سبب و نسب منقطع يوم القيامة إلا سببي و نسبي

(کشف الغمہ ج ا ص ۲۹)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵۸ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں

" فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَبٌ وَنَسَبٌ،(سنن کبری ج ۷ ص ۶۴)

میں نے چاہا کہ اس نکاح کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے رشتہ کا شرف بھی نصیب ہو جائے

مؤرخ علامہ محمد بن سعدؒ (۲۳۰ھ) لکھتے ہیں

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لئے پیام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے کے لئے اپنی صاحبزادی روک رکھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی !ام کلثوم کا مجھ سے نکاح کر دیں اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو میری طرح ام کلثوم سے اس رشتہ کے پانے کا منتظر ہو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین کی مجلس میں (جو قبر انور اور منبر کے درمیان تھی اور جہاں علی عثمان زبیر طلحہ اور عبد الرحمن رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے) تشریف لائے۔

جب دنیا کے کسی گوشہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی اہم بات آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان

حضرات کے پاس آکر اس کی خبر دیا کرتے تھے اور انہیں سے عموما مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جاکر کہا مجھے شادی کی مبارکباد دو۔ انہوں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین آپ کی کس سے شادی ہوئی؟ بولے، علی ابن ابی طالب کی صاحبزادی سے، اس پر ان سب نے آپ کو مبارک باد دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب کٹ جائے گا البتہ میرا نسب و سبب باقی رہے گا میں آپ کے ساتھ رہا اور اب آپ سے میرا نسب بھی جڑ گیا ہے

وَكُنْتُ قَدْ صَحِبْتُهُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ هَذَا أَيْضًا (الطبقات الکبری ج۷ ص۲۳۹)

مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پانے کا شرف حاصل ہوا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس نکاح کے ذریعہ حضور رضی اللہ عنہ کے رشتے میں داخل ہونے کی سعادت بھی پالوں

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مہر چالیس ہزار درہم رکھا گیا تھا۔

أَنَّ عُمَرَ أَمْهَرَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ أَرْبَعِينَ أَلْفًا (الطبقات ج۸ ص۳۹۹ مختصر تاریخ دمشق ج۴ ص۲۷۰)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ان کے گھر رہیں اور ان سے دو بچے (ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ) بھی ہوئے تھے

محمد بن اسحاق المدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۱ھ) کہتے ہیں

«وَتَزَوَّجَ أُمَّ كُلْثُومٍ ابِنْة عَلِيٍّ من فاطمة ابنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدَ بْنَ عُمَرَ وَامْرَأَةً مَعَهُ فَمَاتَ عُمَرُ عَنْهَا» (السیرۃ ص۲۴۸ لابن اسحاق)

مؤرخ محمد بن سعد (۲۳۰ھ) لکھتے ہیں

وزيد الأكبر لا بقية له. ورقية وأمهما أم كلثوم بِنْت علي بْن أبي

طالب بن عبد المطلب بن هاشم وأمها فاطمة بِنْت رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–(الطبقات ج۳ص۲۰۱)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) لکھتے ہیں

وَزَيْدٌ وَرُقَيَّةُ أُمُّهُمَا أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،(معرفۃ الصحابہ ج۱ص۵۴)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

قَالَ أبو عمر رضي الله عنه: زيد بن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أمه أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب رضي الله عنه من فاطمة بنت رسول الله صَلَّى الله عليه وسلم.(الاستیعاب ج۱ص۱۲۵)

امام عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۱ھ) نے المصنف میں حضرت زید کے پوتے عمر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت بھی نقل کی ہے (دیکھئے ج۲ص۱۳۷)

کہا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت زید، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے اس لئے عبد الملک بن مروان کو ان سے خطرہ محسوس ہوا کہ وہ کہیں ان کی حکومت کے لئے خطرہ نہ بن جائیں اس لئے انہیں زہر دیا گیا اور وہ اسی میں انتقال کر گئے تھے۔ امام عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۱ھ) لکھتے ہیں

فَبَلَغَنِي أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكَ بْنَ مَرْوَانَ سَمَّهُمَا، فَمَاتَا وَصَلَّى عَلَيْهِمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَذَلِكَ أَنَّهُ قِيلَ لِعَبْدِ الْمَلِكِ: هَذَا ابْنُ عَلِيٍّ، وَابْنُ عُمَرَ، فَخَافَ عَلَى مُلْكِهِ فَسَمَّهُمَا "(المصنف ج۶ص۱۶۴)

ایک دوسری روایت کے مطابق بنو عدی کے ساتھ ہونے والی جنگ کے موقع پر وہ صلح کرانے کے لئے گئے تھے کہ ایک شخص نے اندھیرے میں ان پر حملہ کر دیا جس کے بعد وہ چند دن بیمار رہے اور جس دن ان کی والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اسی دن وہ بھی فوت ہو گئے تھے (اسد الغابۃ ج۷ص۳۷۷)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیٹی کا نکاح عمر بن ابراہیم بن نعیم کے ساتھ ہوا تھا اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ حضرت جعفر طیار شہید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عون کے نکاح میں آگئیں اور ان کے انتقال کے بعد آپ نے ان کے بھائی جناب محمد بن جعفر سے شادی کی، پھر ان کے بعد عبد اللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں تھیں

فَتَزَوَّجَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدَ بْنَ عُمَرَ وَامْرَأَةً مَعَهُ فَمَاتَ عُمَرُ عَنْهَا فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَ عُمَرَ عَوْنُ بْنُ جَعْفَرٍ فَهَلَكَ عَنْهَا عَوْنٌ وَلَمْ يُصِبْ مِنْهَا وَلَدًا وَتَزَوَّجَهَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ فَمَاتَ مُحَمَّدٌ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَلَمْ يُصِبْ مِنْهَا وَلَدًا» (الذریۃ الطاہرۃ ص ۶۲ للدولابی)

مؤرخ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دنیوری (۲۷۶ھ) لکھتے ہیں

وأما أم كلثوم الكبرى وهي بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب وولدت له ولداً قد ذكرناهم، فلما قتل عمر تزوجها محمد بن جعفر بن أبي طالب، فمات عنها -- الخ (المعارف ص ۲۱۱)

۔شیعہ عالم مرزا محمد بن معتمد خان البدخشی (۱۱۲۶ھ) لکھتے ہیں

وأما أم كلثوم فزوجها أبوها من عمر بن الخطاب لما مات عمر تزوجها عون بن جعفر بن بی طالب وبعد فوته تزوجها أخوه محمد بن جعفر فلما توفی محمد تزوجها عبدالله بن جعفر وماتت عنده فی الوقت الذی مات فيه ابنها زيد بن عمر بن الخطاب (نزل الابرار فی مناقب اهل البيت الاطهار ص ۷۸)

آپ کی وفات ۴۹ھ میں ہوئی آپ کی وفات والے دن آپ کے بیٹے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) حضرت زیدؒ نے بھی وفات پائی اور دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی وقت میں

ادا کی گئی

توفي هو وأمه أم كلثوم في ساعة واحدة لا يدرى أيهما مات أول.
(الجرح والتعدیل ج۳ص۵۶۸لابن ابی حاتم۔ مختصر تاریخ دمشق ج۹ص۱۶۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہنے پر پڑھائی گئی تھی

وقال الحسين بن علي لعبد الله بن عمر: تقدم فصل على أمك وأخيك. فتقدم فصلى عليهما (مختصر تاریخ دمشق ج۹ص۱۶۲لابن منظور الرویعفی(۷۱۱ھ)

امام شعبی رضی اللہ عنہ (۱۰۴ھ) کہتے ہیں

قَالَ مَاتَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَابْن لَهَا من عمر فصلى عَلَيْهِمَا ابن عمر (التاریخ الاوسط ج1ص۱۰۲للامام البخاریؒ۔ سنن کبری ج۴ص ۶۲للبیہقی، الطبقات ج۸ص۳۳۹)

والمحفوظ أن عبد الله بن عمر هو الذي صلى عليهما في إمارة سعيد بن العاص، وكبر أربعاً، وخلفه الحسن، والحسين، وابن الحنفية، وابن عباس، وغيرهم (مختصر تاریخ دمشق ج۹ص۱۶۲)

عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى زَيْدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَرْبَعًا وَخَلْفَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ. (الطبقات ج۸ص۳۳۹)

شیعہ مؤرخ مرزا عباس قلی خان لکھتا ہے

درجنازہ آن مخدرہ محترمہ حضرت امام حسن وامام حسین علیہما السلام حضور داشتند وجماعتی از مشائخ بزرگ واعیان آن زمان چوں ابن عباس وعبد اللہ بن عمر وابوہریرہ حاضر شدند وبفرمان امام حسن علیہ

السلام عبد اللہ بن عمر در نماز تقدم گرفت (طراز المذہب مظفری ص ۵۲ طبع بمبئی)

حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے حضرت زید بن عمر کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی تھی ہمیں کسی روایت سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن کا جنازہ اس لئے نہ پڑھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبد اللہ اس نماز کے امام تھے اور نہ کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی بہن سے اس لئے علیحدگی اپنالی تھی کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

جو دوست یہ کہتے ہیں کہ اہل بیت کی عزت واپس خواجہ ابو طالب کے گھر تو آگئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی کے بیٹے سے ان کی شادی ہو گئی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تو نہ رہی؟ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ عزت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انتقال تک آپ کے گھر ہی رہی تھی، معلوم نہیں انہیں یہ بات تسلیم کرنے میں کیوں تکلیف ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے داماد تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بغض میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور آل رسول کی عزت سے کھلواڑ کیا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے؟۔

علامہ جلال الدین محمد بن اسعد دوانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۸ھ) لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ایک دوسرے سے محبت وعقیدت رکھتے تھے اور حضرت علی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کو درست سمجھتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر طے پائی تھی اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما غلط اور باطل پر نہ تھے۔

أن عليا رضی اللہ عنہ أنكح عمر ابنته أم كلثوم من فاطمة رضی اللہ عنہا في إمامته وأولدها زيد بن عمر. وهذا مما يدل على الوداد بين علي وعمر رضی اللہ عنہما وصحة إمامة عمر رضی اللہ عنہ الذي هو منصوص أبي بكر رضی اللہ عنہ،

وأنهما لم يكونا على باطل (الحجج الباھرۃ ص۱۶۸)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی صاحبزادی ہونا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا نکاح اہل سنت کی مستند کتابوں میں موجود ہے اور شیعہ علماء نے بھی اسے کھلے بندوں تسلیم کیا ہے راقم الحروف نے اپنی کتاب (نور القمر بسیرۃ سیدنا عمرؓ) کی دوسری جلد میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔

شیعہ عالم محمد بن علی بن شہر آشوب (۵۵۸ھ) لکھتا ہے

فولد من فاطمة (ع) الحسن والحسين والمحسن سقط، وزينب الكبرى، وام كلثوم الكبرى تزوجها عمر (مناقب آل ابی طالب ص ۱۰۶ ش)

شیعہ علماء مختلف بہانوں سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس تزویج کا انکار کرتے ہیں ہم ان کی اس پریشانی کو سمجھتے ہیں مگر کیا کیا جائے وہ جس شدت سے اس تزویج کا انکار کرتے ہیں شیعہ کتابیں اسی شدت (بلکہ اس سے زیادہ شدت) سے اس نکاح کو ثابت مانتی ہیں کاش کہ شیعہ علماء علامہ خمینی کے ممدوح ملا باقر مجلسی کا یہ فیصلہ کن بیان پڑھ لیں

فبعد ورود تلك الأخبار وما سيأتي بأسانيد أن عليا عليه السلام لما توفي عمر أتى أم كلثوم فانطلق بها إلى بيته و غير ذلك مما أوردته في كتاب بحار الأنوار إنكار ذلك عجيب، (مراۃ العقول فی شرح الفروع والاصول ج۳ ص۴۴۹)

سو ان احادیث کے ملنے پر اور جو (روایات) آگے آئیں گی کہ عمر کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں اپنے گھر لے گئے اور کئی دوسری احادیث جو میں نے کتاب بحار الانوار میں لکھی ہیں اس سے اس نکاح کا انکار بہت حیران کن ہے

بارھویں صدی میں بھی شیعہ مؤرخین اس حقیقت کو تسلیم کرتے رہے ہیں۔۔ مرزا تقی خان

سپر (۱۲۹۷ھ) لکھتا ہے

ام کلثوم بنت علی علیہا السلام عمر بن خطاب ویرا
تزویج کرد، ازوے زید ورقیہ متولد شد (ناسخ التواریخ ص ۳۲۷)

ہاں یہ الگ بات ہے کہ ملا باقر مجلسی اس نکاح کو مجبوری اور تقیہ کے کھاتے میں ڈال کر اپنے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ تاہم اسے اس اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، کوئی مانے یا نہ مانے, اس حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عظیم القدر داماد تھے۔

شیعہ علماء کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ یہ بات منسوب کریں کہ آپ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بدگمان رہیں تھیں اور آپ نے آخر وقت تک ان سے قطع تعلق رکھا تھا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں صاحبزادوں اور خاندان نبوت کے دیگر روشن ستاروں نے بھی ان حضرات کے لئے کبھی کوئی کلمہ خیر نہیں کہا... یقین مانئے کہ یہ سب جھوٹ ہے اور اس باب میں جتنی بھی داستانیں وضع کی گئیں ان کا موجد شیخ الروافض عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جو شروع دن سے ہی اس عزم کے ساتھ مصر سے نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اسے اختلافی بنا دیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو یہ دین حوالہ کیا تھا ان کے بارے میں انتہائی غلیظ ترین پراپیگنڈا کیا جائے تاکہ لوگوں کا اس دین کی حقانیت سے اعتماد ختم ہو جائے۔ اس نے اس سلسلے میں اپنی کوششیں جاری رکھیں اور نتیجتاً ایک ایسا گروہ وجود میں آگیا جس نے اسلام کی شکل مسخ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دین اور حاملین دین کو بے اعتبار کرنے کے لئے جس قدر جھوٹ، الزامات، بہتانات اور اتہامات ہو سکتے تھے اس گروہ نے وہ سب کے سب ان پر لگائے مگر وہ یہ بات بھول گئے کہ اس دین کا محافظ اللہ رب العزت ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس دین کی خود حفاظت کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے چراغ کو قیامت تک روشن کئے رکھے گا خواہ کافروں اور مشرکوں کو کتنا ہی برا لگے اور اس سے انہیں کیس ہی

تکلیف پہنچے

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) کے اس بیان پر شیعہ عوام کو ضرور غور کرنا چاہئیے

یہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہئیے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور باایمان ہیں کہ ان کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر نعوذ باللہ کافر ہیں (جیسا کہ شیعہ کہتے رہتے ہیں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نعوذ باللہ پہلے ہیں۔ کافر نہیں، فاجر سہی کہ اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا، اپنے آپ (مرضی سے) کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں، اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی بے عزتی نعوذ باللہ کہ ادنی چمار بھی اسے گوارا نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو درکنار۔

الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں اس عقیدہ سے بدل وجان ناخوش ہوں اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بناچاری لکھتا ہوں کہ کسی طرح شیعہ عالم مولوی عمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدظن نہ رہیں

(ہدیۃ الشیعہ ص۲۱۸)

آپ اس سے پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں

افسوس کہ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عداوت کے سبب خاندان نبوی کی عزت کو تو اتنا بٹہ لگا دیا پر یہ نہ ہو سکا کہ بتصدق اہل بیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کو شامل رحمت اور مغفرت خداوندی سمجھ لیتے (ایضاص ۲۲۱)

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء اور آپ کے دونوں صاحبزادگان کے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ تعلقات کس طرح کے تھے۔ راقم الحروف نے خلفائے راشدین پر لکھی گئی چھ کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس پر گفتگو ہے، تاہم مناسب معلوم ہوا کہ اس

کتاب میں بھی اس کا خلاصہ لکھ دیا جائے تا کہ وہ دوست جن کے پاس راقم الحروف کی دوسری تالیفات نہیں، کم از کم وہ ہماری ان سطور غور کریں اور اپنے شیعہ دوستوں کو ان حقائق سے آگاہ کریں، اللہ کی رحمت سے بعید نہیں کہ ہماری تھوڑی سے کوشش پر کئی بھولے بھٹکوں کو راہ ہدایت پر مل جائے اور جو لوگ ہدایت کے نام پر دن رات یہاں برطانیہ میں بغاوت کا سبق دیتے ہیں وہ ان کے ان باغیانہ پراپیگنڈے سے آنے سے بچے رہیں

حضرات فاطمۃ الزاہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نگاہ محبت وعقیدت میں

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شاہزادے اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر ہیں تو وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی ہدایت کے پیش نظر حضرات شیخین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اوران کے دونوں صاحبزادگان کو نہایت محبت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حسنین کریمین کے بہنوئی بھی تھے (کہ ان کی سگی بہن حضرت ام کلثوم حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھی) تاہم آپ کی نظر میں وہ رشتے سب سے اہم تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تھے اور آپ اس رشتہ کو نہایت قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ یہ دونوں شہزادے بیمار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھنے کے لئے آئے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ علی بن عیسی اردبیلی شیعی (۶۸۷ھ) لکھتا ہے

مرض الحسن و الحسين فعادهما جدهما رسول الله ص و معه أبو بكر و عمر رضي الله عنهما (کشف الغمہ ص ۳۰۲)

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خیر خیریت بھی پوچھا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد سلیم بن قیس ہلالی (۹۰ھ) کہتے ہیں

وكان علي عليه السلام يصلي في المسجد الصلوات الخمس. فكلما صلى قال له أبو بكر وعمر: (كيف بنت رسول الله)؟ إلى أن ثقلت، فسألا عنها (کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳ مطبوعہ قم ایران

۔بحار الانوار ج۳ص۱۹۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دونوں شہزادوں کے ساتھ بڑی محبت تھی اور آپ انہیں اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ایک مرتبہ آپ نماز عصر پڑھا کر نکلے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھیل رہے ہیں آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر پیار کیا اور کندھے پر سوار کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ تو میرے نبی کے مشابہ ہیں تمہارے مشابہ نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر ہنس پڑے۔

حضرت ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں شہزادوں کا خصوصی خیال رکھتے تھے آپ کے دور میں اگر کہیں سے کوئی مال غنیمت آتا تو آپ ان دونوں کو بھی عطا فرمایا کرتے تھے، دور صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حیرہ کے مقام پر فتح میں بہت مال ملا آپ نے اسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان میں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عطا فرمائی تھی

فوهب الطيلسان للحسين بْن علي رضي اللَّه عنهما.(فتوح البلدان ص۴۵۲للبلاذری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس نگاہ عقیدت وعظمت سے دیکھتے تھے اسے دیکھئے۔آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سے بڑھ کر مجھے بھی کوئی عزیز وپیارا نہیں ہے۔

: «يَا فَاطِمَةُ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ، وَاللَّهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ»(المستدرک ج۳ص۱۶۸)

☆...حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان دونوں شہزادوں کو کس محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسے بھی ملاحظہ کیجئے

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ والد صاحب کسی ضروری کام میں مصروف ہیں خود مجھے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی ہے، یہ سن کر حضرت حسین واپس تشریف لے گئے جب آپ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے صورت حال عرض کی اور کہا کہ اس وجہ سے میں بھی واپس چلا آیا تھا آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا آپ ابن عمر کے درجہ میں ہیں؟ یعنی کیا تم اور ابن عمر برابر کے درجہ میں ہو؟ نہیں... تمہارا مقام اور ہے اس کا اور ہے ہمیں جتنی بھی عزت ملی ہے وہ سب کچھ آپ کے گھرانے سے حاصل ہوئی ہے آپ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مقام کیسے حاصل ہوتا؟

وأنت عندی مثله وهل أنبتت الشعر علی الرأس غیرکم(تاریخ عمر لابن جوزی ص ۱۶۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی تعلق کی بناء پر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور ہمیشہ بزرگانہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے لئے وظیفہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس کے لئے ایک فہرست تیار کی جس میں آپ نے حضرات حسنین کریمین کے لئے ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ کے مطابق وظیفہ مقرر فرمایا جو پانچ ہزار درہم تھے۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۹ھ) لکھتے ہیں کہ

أَلْحَقَهُمَا بِأَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(شرح معانی الاثار ج ۲ ص ۱۸۱)

یہ اس لئے تھا کہ یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب کا رشتہ رکھتے ہیں

علامہ محمد بن سعد رحمہ اللہ (۲۳۰ھ) لکھتے ہیں

وَفَرَضَ لأَبْنَاءِ الْبَدْرِيِّينَ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ إلا حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَإِنَّهُ أَلْحَقَهُمَا بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا بِرَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلافِ دِرْهَمٍ. وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَمْسَةَ آلافِ دِرْهَمٍ لِقَرَابَتِهِ بِرَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-(الطبقات ج۳ص۲۲۵)

علامہ احمد بن یحی بلاذری (۲۷۹ھ) لکھتے ہیں

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بناء پر اتنا ہی مقرر کیا جتنا ان کے والد کے لئے مقرر کیا یعنی دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار، (فتوح البلدان ص ۶۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اللہ تعالی نے بے شمار فتوحات عطا فرمائیں اور مال ومتاع آیا تو وہ سب مسجد میں رکھا گیا، جب سارے صحابہ آگئے تو سب سے پہلے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہمیں ہمارا وہ حق عطا فرمائیں جو اللہ نے مسلمانوں پر عائد کئے ہیں آپ نے کہا خوش آمدید۔ چنانچہ آپ نے انہیں ہزار درہم دینے کا حکم دیا، پھر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور انہوں نے بھی اسی طرح عرض کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی ہزار درہم دینے کا حکم دیا، جب اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ نے انہیں پانچ سو دینے کا حکم دیا، انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! مجھے پانچ سو کیوں؟ میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد بھی کیا ہے جبکہ اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بچپنے میں تھے آپ نے فرمایا کہ بیٹا یہ بات درست ہے، لیکن مجھے ایسا باپ لاکر دکھا جس طرح ان دونوں کا ہے، ایسی ماں لاکر دکھا جیسی ان کی ہے۔ ایسا نانا لاکر دکھا جیسے ان کے تھے، تو ایسا نہیں کر سکے گا، کیونکہ ان کا باپ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں ان کی نانی حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے ماموں ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی خالہ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ہیں (ریاض النضرۃ ص ۳۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار درہم دینا اور اپنے بیٹے کو اس کا نصف دینا بتاتا ہے کہ آپ کے دل میں قرابت رسول کا بہت زیادہ احترام تھا چونکہ یہ دونوں کا خصوصی تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس لئے آپ نے ان کا خصوصی خیال رکھا تھا

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسری کے خزانے لائے گئے تو آپ ان خزانوں کو دیکھ کر رو پڑے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور! آج تو شکر اور خوشی کا دن ہے آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، البتہ جس قوم کو اس طرح کی چیزیں ملتی ہیں انجام کار ان میں بغض وعداوت بھی آجاتا ہے، میں اسی کے خوف سے لرز گیا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بتائیں ہم وزن سے دیں یا بھر بھر کر دیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھر بھر کر دیں چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں بھر بھر کر دیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں بھی خوب بھر کر دیا پھر دوسرے لوگوں کو دیا

فقال علی بل احثوا لهم ثم دعاحسن بن علی أول الناس فحثا له ثم دعا حسینا ثم أعطی الناس (المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۱۰۰)

آپ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو یہ اس لئے دئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز یعنی نواسے تھے اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار کتنے عزیز تھے اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت و تعلق کا نتیجہ تھا جو آپ کے ہر عمل، ہر ادا اور ہر فیصلہ میں نمایاں نظر آتا تھا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں ان دونوں شہزادوں کے لئے اس قدر پیار تھا کہ آپ نے یمن سے خاص طور پر ان کے لئے اچھے کپڑے سلوا کر منگوائے، اور جب ان دونوں کو پہنائے تو فرمایا کہ اب مجھے خوشی ہوئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے لڑکوں سے زیادہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا خیال ولحاظ رکھتے تھے حضرت امام باقر کہتے ہیں کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے کپڑے آئے تو ان کو مہاجرین وانصار میں تقسیم فرمادیا ان میں سے کوئی ایسا کپڑا نہ تھا جو ان دونوں شہزادوں کی شان کے لائق ہوتا تو آپ نے

صاحب یمن کو لکھا کہ

فكتب إلى صاحب اليمن أن يعمل لهما على قدرهما, ففعل وبعث بهما إلى عمر فلبساها، فقال عمر: لقد كنت أراها عليهم, فما يهنيني حتى رأيت عليهما مثلها.

(الریاض النضرۃ ج ا ص ۳۴۱۔ ازالۃ الخفاء ج ۳ ص ۲۸۹)

ان دونوں شہزادوں کے لئے ان کے قدر کے مطابق کپڑے تیار کر کے بھیجیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا حضرت عمر نے ان دونوں کو بلایا اور ان کو پہنایا اور کہا کہ انہیں پہلے جو کپڑے پہنائے گئے وہ مجھے پسند نہیں آئے تھے یہاں تک کہ اب ان پر ایسے کپڑے ہیں جن کو دیکھ کر میرا جی خوش ہو گیا **فَقَالَ: الآنَ طَابَتْ نَفْسِي.** (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ

وَجِيءَ مَرَّةً بِحُلَلٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ أَبْنَاءِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُعْطِهِمَا مِنْهَا شَيْئًا، وَقَالَ: لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ يَصْلُحُ لَهُمَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى نَائِبِ الْيَمَنِ فَاسْتَعْمَلَ لَهُمَا حُلَّتَيْنِ تُنَاسِبُهُمَا. (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

(مزید تفصیل کے لئے راقم کی کتاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوسری جلد میں ملاحظہ کیجئے)

یہی حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی تھا حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان حضرت حسین کا بہت اکرام واحترام کرتے تھے

كَانَ الصِّدِّيقُ يُكْرِمُهُ وَيُعَظِّمُهُ، وَكَذَلِكَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

حافظ ابن کثیرؒ کے بیان سے شیعہ دوستوں کو اتفاق نہ ہو تو وہ اپنے ملا باقر مجلسی سے سن لیں

درایام خلافت خود ظاہر اور ااعزاز واکرام آنحضرت وحضرات حسنین علیہم السلام نہایت مبالغہ مے نمودند (حق الیقین ص ۱۷۷ طبع لکھنؤ)

حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی مرتضی حضرت حسن اور حضرت حسین کے اعزاز و اکرام میں بہت زیادہ مبالغہ فرماتے تھے

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) کی والدہ محترمہ کون ہیں؟ اور یہ خاتون محترم کس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں تھیں، اس کے لئے شیعہ محدث کلینی کی یہ روایت دیکھئے۔ موصوف امام جعفر صادقؒ کے والد امام محمد باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ

عجم کی فتوحات میں سے جو کچھ آیا اس میں یزدجرد بادشاہ کی بیٹی بھی تھی، جو اپنے حسن و جمال میں بہت معروف تھی، اور مدینہ کی عورتیں اس کو دیکھنے لئے چھتوں پر چڑھ گئیں تھیں... حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ اسے مسلمانوں میں کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں جس کو وہ پسند کرلے وہ اس کے غنیمت کے حصہ میں شمار کرلی جائے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، چنانچہ اس لڑکی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس طرح وہ حضرت حسین کے حصہ میں آگئی حضرت علی نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام شاہ جہاں بتایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا نام شہر بانو ہو گا۔ حضرت امام زین العابدینؒ اسی کے بطن سے ہیں۔ (الشافی ترجمہ اصول کافی ج۳ص۵۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات میں آئی تھیں اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں اور پھر آپ نے اسے ان کے مال غنیمت میں شمار کیا۔

شیعہ کی کسی ایک روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی بہو بنانے سے یہ کہہ کر انکار کیا ہو کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے اور ہم اس خلافت کو درست نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی کسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو یہ کہہ کر اپنے سے دور کر دیا کہ میں چھینی ہوئی خلافت سے کوئی حصہ نہیں لینا چاہتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ان

سے اپنی ایک خواہش کا اظہار فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے شرف پذیرائی بخشا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور اسے اپنے حرم محترم میں لے آئے۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت حسین حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی خلافت کو خلافت غاصبہ سمجھتے تھے؟ نہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایسے ملکی معرکوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتے تھے ورنہ وہ موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ کیسے دے رہے تھے؟

کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان آپس میں کوئی رنجش تھی اور ان دونوں کے راستے جدا جدا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر مرحوم نے بڑے پتہ کی بات لکھی ہے آپ بھی پڑھیں

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمرؓ کے بار منت سے وہ قیامت تک سبک دوش نہیں ہو سکتے اگر حضرت عمرؓ بکمال ایثار حضرت شہر بانو امام حسینؓ کو نہ بخش دیتے نہ زین العابدینؒ کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا نہ اس کی پشت سے سادات پیدا ہوتے یہ بھی معلوم ہو کہ معاذ اللہ اگر حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کو لینا حلال نہ ہوتا پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا، اس لئے اس امر کے جواب دہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ کہ حضرت عمرؓ کو معاذ اللہ کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے، خوب غور کرو (آفتاب ہدایت ص ۱۱۸)

اللہ کرے کہ شیعہ علماء کو یہ بات سمجھ آجائے اور وہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف بدگمانیوں اور بدزبانیوں سے باز آجائیں۔

(نوٹ) پیش نظر رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے (حضرت علی مرتضیؓ کے پوتے) امام زین العابدینؒ حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے سالم بن عبد اللہؒ، حضرت ابو بکر صدیق

کے پوتے قاسم بن محمدؒ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ مولانا وحید الزمان حیدرآبادی اس رشتہ کی بابت لکھتے ہیں

> یزدجرد ایران کا بادشاہ تھا اس کی تینوں بیٹیاں مسلمان قید کرکے لائے حضرت عمرؓ کی خلافت میں ایک بیٹی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دی گئی اس سے سالم پیدا ہوئے دوسری محمد بن ابی بکرؓ کو دی گئی اس سے قاسم پیدا ہوئے تیسری امام حسینؓ کو دی گئی اس سے امام زین العابدینؒ پیدا ہوئے یہ تینوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے (لغات الحدیث ج ۲ کتاب ز ص ۹)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی حضرات حسنین کریمینؓ کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، یوں بھی رشتے میں آپ ان کے خالو تھے کہ آپ کی دو خالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عثمان غنیؓ ان پر صرف شفقت ہی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہونے اور ان سے خصوصی محبت فرمانے کی بناء پر ان کی تعظیم و تکریم بھی فرماتے تھے ہم پہلے حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے یہ بات پہلے بتا آئے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب ایک مرتبہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے ساتھ حضرت حسینؓ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا ان کے ہمراہ حضرت جعفرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی تھے راستہ میں حضرت حسینؓ بہت زیادہ بیمار ہوگئے حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ وہیں ان کے ساتھ رہیں مگر حضرت حسینؓ نے آپ کو قسم دے کر ساتھ جانے کی درخواست کی تو پھر آپ ان کے ساتھ عمرہ کے لئے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عہد عثمانی میں ہونے والے بہت سے غزوات میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا اور آپ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت پر بھرپور اعتماد تھا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے تھے اور ان کے احکامات کی تعمیل کرتے اور خلیفہ اسلام کی جانب سے جو کچھ بھی ملتا تھا آپ اسے خوشی سے قبول فرماتے تھے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ میں خلافت عثمان کو غلط جانتا ہوں اس لئے نہ تو کسی غزوہ میں جاؤں گا اور نہ کوئی

سازوسامان اور وظائف لوں گا

☆...۲۶ ہجری میں طرابلس اور افریقہ کے علاقوں میں معرکہ لگا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس میں پوری طرح شریک تھے اس فوج کے سالار حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے

☆...۳۰ ہجری میں خراسان اور پبرستان کے علاقوں میں جہاد ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس میں بھی شریک رہے اس قافلہ کے امیر حضرت سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ تھے

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ حضرت عثمانؓ غنی کو دل کی گہرائیوں سے خلیفہ اسلام سمجھتے تھے اور ان کی اطاعت کو اسلام کی اطاعت ہی جانتے تھے اگر آپ کے دل میں کہیں بھی اس باب میں کوئی شک ہوتا تو آپ ہی بتائیں کہ حضرت امام حسینؓ کبھی ان معرکوں میں حصہ لیتے؟ اور کیا ان فتوحات سے ملنے والے اموال اور وظائف کو کسی صورت لینا پسند فرماتے؟ نہیں ... البتہ ہمارے پاس شیعہ علماء کے اس جھوٹ کا کوئی علاج نہیں کہ حضرت امام حسینؓ یہ سب کچھ تقیہ کے طور پر کرتے رہے یہ آپ کی ہوشیاری تھی کہ آپ نے دوغلی پالیسی اپنائے رکھی اور کسی کو پتہ نہ چلنے دیا کہ آپ اوپر سے کچھ ہیں، اور اندر سے کچھ ہیں، آپ اوپر سے تو ان کی بات مانتے ہیں، ان سے وظائف لیتے ہیں، ان کا ادب واحترام کرتے ہیں، ان سے محبانہ سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر اندر سے آپ پوری طرح ادھار کھائے بیٹھے تھے اور سوچ سوچ کر پریشان ہو جاتے تھے کہ وہ وقت کب آئے گا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہماری جان چھوٹے گی تا آنکہ مرد مجاہد شیخ الروافض عبداللہ بن سبا میدان میں نکلا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر ہمارے لئے سامان نجات پیدا کیا... شیعہ علماء کے اس عقیدہ اور اس سوچ کو اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں تو خود ہی غور کر لیں کہ اس سے حضرت امام حسینؓ کی تصویر کیا نظر آتی ہے؟ کیا آپ واقعی ایسے ہی تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں، آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا، اور آپ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء عظام کی قدر و عزت پوری طرح موجود تھی۔

رہی بات خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

ساتھ تعلقات کی، تو آیئے ہم اسے بھی ایک نظر دیکھتے چلیں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
اور خاتون جنت حضرت سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مابین محبت وعقیدت

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ... اما بعد

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر اور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور سب مؤمنوں کی ماں ہیں، آپ گو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں چھوٹی ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے کے باعث آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روحانی ماں بھی ہیں، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ تشریف لائیں تو اس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ پھر مدینہ منورہ میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے ہاں کثرت سے جاتیں اور ان کا خیال رکھتی تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی روحانی والدہ کے آنے سے بہت خوش ہوتی تھیں

خاتون جنت اس بات سے بے خبر نہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کس نگاہ محبت سے دیکھتے ہیں، آپ نے بارہا ان کے عند اللہ مقام ومرتبہ کی خبر دی تھی، اور امت کو ان کا ادب واحترام کرنے کی خصوصی ہدایت بھی فرمائی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میرے ہاں آرام فرمارہے تھے اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کو یہاں دوسری ازواج مطہرات نے بھیجا تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اجازت لے کر اندر آئیں اور کہا کہ حضور! مجھے آپ کی ازواج نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ان میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں الفت وہدایا وتحائف وغیرہ میں مساوات فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں خاموشی سے اس بات کو سن رہی تھی یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

«أَيْ بُنَيَّةُ أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟» فَقَالَتْ: بَلَى، قَالَ «فَأَحِبِّي هَذِهِ» (صحیح مسلم ج۲ص۲۸۵)

اے میری بیٹی میں جس سے محبت رکھتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی ؟حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جی ہاں، میں محبت رکھتی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے (یعنی حضرت عائشہؓ سے) محبت رکھا کرو

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی روحانی والدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنے کی تعلیم فرمائی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اس ہدایت کو پیش نظر رکھا تھا، اور اپنی روحانی ماں سے ہمیشہ محبت وعقیدت رکھی تھی، اور بسا اوقات آپ کو اپنے راز کی باتیں بھی سناتی تھیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں ماں بیٹی کے تعلقات بڑے خوش گوار تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنے کی ہدایت فرمائیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے دور دور رہیں، اور ان سے بات چیت تک نہ کریں، جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں اور آپ کے اہل وعیال میں دشمنی کے قصے سنانے والے کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

علامہ حمیری (جو باعتقاد شیعہ گیارھویں امام حضرت حسن عسکریؒ کے اصحاب میں سے تھے) نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب کبھی کوئی کھانا تیار کرتی تو اس میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی ایک حصہ رکھ لیتی تھیں اور آنے جانے والے کے ہاتھ انہیں بھیج دیتی تھیں (دیکھئے قرب الاسناد ص۱۳۷)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت وعقیدت کا رشتہ اتنا گہرا تھا کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت ان کے لئے چاندی دینے کی وصیت بھی کی تھی

شیعہ عالم ابن رستم طبری (محمد بن جریر بن رستم) بیان کرتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات پائی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت خوش تھیں اور انہوں نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے لئے بارہ اوقیہ چاندی کی وصیت کی تھی

أن فاطمة (عليها السلام) أوصت لأزواج النبي (صلى الله عليه وآله) لكل واحدة منهن باثنتي عشرة أوقية (دلائل الامامۃ ص ۲۶۰)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی صاحبزادی تھیں آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر آپ نے ان کے گھر کا کام کاج کیا تھا وہ خاص حدیث جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہل بیت اور آل عباء میں ہونے کا ذکر ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ سے مروی ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳)

آپ خود ہی سوچیں کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ذرا بھی (معاذ اللہ) بوجھ ہوتا تو کیا آپ یہ حدیث روایت کرتیں؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کسی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل نہیں دیکھا سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

قالت عائشة: ما رأيت قط أحدا أفضل من فاطمة غير أبيها

(الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوا تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیں کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتیں!

قَالَتْ عَائِشَةُ: " مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَصْدَقَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيهَا، وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ سَلْهَا؛ فَإِنَّهَا لَا تَكْذِبُ"

(مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۳۶۳)

ایک مرتبہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا

«مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا»

(مستدرک حاکم ج۳ص۱۷۵)

میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سچ بولنے والا کسی کو نہیں دیکھا سوائے ان کے جن کی وہ صاحبزادی تھی

ملا باقر مجلسی شیعی(۱۱۱۱ھ) بھی نقل کرتا ہے

وعن عائشة – وذكرت فاطمة (عليها السلام) –: ما رأيت أصدق منها إلا أباها(بحار الانوار ج۴۳ص۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر سچا ان کے والد کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو کس محبت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اسے دیکھئے شیعہ عالم ملا باقر مجلسی اور مرزا محمد تقی سپہر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جو آپ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی محبت میں کہے۔

يا نسوة استرن بالمعاجر	واذكرن ما يحسن في المحاضر
واذكرن رب الناس إذيخصنا	بدينه مع كل عبد شاكر
والحمد لله على إفضاله	والشكر لله العزيز القادر
سرن بها فالله أعطى ذكرها	وخصها منه بطهر طاهر

(بحار الانوار ج۴۳ص۱۱۶۔ناسخ التواریخ ج۱ص۶۲)

اے عورتو۔پردہ کے پیچھے چھپ جاؤاور اپنی مجلسوں میں اچھی اچھی باتوں کیا کرو،

اور اس پروردگار کو یاد کرو جس نے اپنے ہر شکر گزار بندے کے ساتھ ہمیں بھی اپنے دین سے خاص کر دیا

اللہ عزیز و قادر کا شکر ہے اس کی بخشش واحسان پر۔فاطمہ کے ساتھ رہنا،اللہ نے ان کا ذکر بلند کیا ہے اور خوب طہارت کے ساتھ ان کو مخصوص فرمایا ہے۔۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خاتون جنت حضرت سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہمیشہ محبت والفت کے تعلقات رہے ہیں اور کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہین ملتا جس سے پتہ چلے کہ ان کے درمیان کبھی لڑائی جھگڑا ہوا ہو اور ان کے آپس کے درمیان کبھی نفرت کی باتیں سنی گئی ہوں۔

آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں سے بھی بڑی محبت تھی اور آپ کے دل میں ان کا بڑا احترام تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب ان کے گھر (یعنی حجرہ شریفہ) میں دفن ہونے کی خواہش کی اور آپ سے اس کی اجازت مانگی تو آپ نے خوشی سے اس کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے بھی بہت اچھے مراسم تھے اور ان کا روزانہ آپ کے ہاں آنا جانا تھا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہت خدمت کرتی تھیں اور آخری وقت تک آپ ان کے ساتھ رہیں حضرت فاطمہ نے انہیں غسل دینے کی بھی وصیت فرمائی تھی اور انہوں نے ہی آپ کو غسل بھی دیا تھا جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں بدلائل بتلا چکے ہیں

یہ واقعات اور حقائق بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے گھرانے میں کسی قسم کی کوئی رنجش نہیں تھی ان کے درمیان مؤدت ومحبت اور اکرام واحترام کا رشتہ برابر قائم تھا اور یہ سب ایک تھے ان کے درمیان رنجشوں کی کہانی دشمنوں کی ہوائی ہے جو انہوں نے اڑائی ہے اور یہ راہ انہیں شیطان نے دکھائی ہے افسوس کہ انہوں نے ہمیشہ منھ کی کھائی ہے۔ اور دنیا وآخرت میں اپنی عزت گنوائی ہے

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آپ کے اہل وعیال کی سیرت اختصارا آپ کے سامنے ہے اللہ تعالی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بڑی شان سے نوازا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے جگر کا ٹکڑا اور خاتون جنت فرمایا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نسل آپ ہی کے گھر سے چلی ہے، آپ کے دونوں بیٹے جنت میں جوانوں کے سردار ہوئے، اور وقت آئے گا کہ اللہ اسی حسنی اور حسینی گھرانے سے امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمائیں گے اور دنیا پھر ایک مرتبہ اسلام کی شان

اور اس کی بہار دیکھے گی یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر پھلائے جانے والے گمراہ کن پراپیگنڈے کی حقیقت

الحمدلله وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی آل واولاد اور آپ کا خاندان نہایت ہی قابل اکرام واحترام خاندان ہے، اور صحابہ کرام نے آپ کے گھر والوں اور خاندان کو ہمیشہ اسی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا ہے، حضور ﷺ نے حضرت علی مرتضی حضرت فاطمہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے جو مناقب وفضائل بیان فرمائے ہیں صحابہ کرام نے ان فضائل کو اسی عقیدت ومحبت سے روایت کیا ہے تاکہ ان کے بعد آنے والے یہ جان سکیں کہ حضور ﷺ کے خاندان اور آپ کے اہل وعیال کو اللہ نے بڑی عزت وعظمت بخشی ہے اور ان کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے

مگر افسوس کہ ایک گروہ دن رات اب تک اس مذموم کوشش میں لگا ہوا ہے کہ حضور ﷺ کے اہل وعیال اور صحابہ کرام میں فاصلہ دکھایا جائے، اور انہیں ایک دوسرے کے مد مقابل لاکر امت کو انتشار وافتراق کی نذر کیا جائے، اس گروہ نے بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے طعن کا نشانہ بنا رکھا ہے اور یہ لوگ بات بات پر یہ پراپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے اپنی موت تک ناراض رہیں کیونکہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق دبالیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نے ان کا گھر جلا دیا تھا... لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیئے ہم رافضی گروہ کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لگائے ان کے دو گھٹیا الزام کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان دو الزاموں کی حقیقت کیا ہے؟

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى... اما بعد

آنحضرت ﷺ کے پہلے خلیفہ اور جانشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کہ آپ نے خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی حق غصب کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ فدک کا مسئلہ ہے کیا؟ آیئے ہم اس پر حقائق ودلائل کی روشنی میں غور کریں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جو لوگ اس باب میں جانشین رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہرا کر ان پر طنز وطعن کرتے ہیں وہ کس طرح اپنے لوگوں اور دیگر عام جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں یہ لوگ بظاہر اہل بیت کے حقوق کی بات کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا مقصود اسلام کی صف اول کے بزرگوں (صحابہ کرام اور اہل بیت کرام) سے مسلمانوں کو بدگمان کرنا اور اس بہانے اسلام اور پیغمبر اسلام کو نشانہ بنانا ہے۔

☆...مسئلہ فدک

حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ کے جانشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا کہ وہ آپ سے حضور کی وراثت کے بارے میں دریافت کریں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قاصد کو بتلایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیاء کرام کی میراث مال میں نہیں چلتی، وہ جو کچھ بھی چھوڑ جاتے ہیں سب کا سب صدقہ ہوتا ہے، چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات معلوم ہو گئی تو پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

شیعہ علماء اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نہایت ہی غلیظ قسم کے الزام لگاتے رہے ہیں ان کے مجتہد اور ملا یہ کہتے نہیں تھکتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق وراثت چھین لیا تھا اور انہیں ان کی جائداد سے محروم کر دیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ دنیوی مال نہ ملنے پر اس قدر ناراض ہوئیں کہ انہوں نے پھر حضرت ابو بکر سے زندگی بھر کوئی بات نہ کی،

شیعہ علماء نے اتنا بھی نہ سوچا کہ دنیاوی مال ومتاع کے مطالبہ کے نام پر وہ کس طرح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عزت پر جانے انجانے میں حملہ کر رہے ہیں۔

آیئے ہم اس واقعہ کی حقیقت معلوم کریں اور دیکھیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں دنیوی مال سے محبت کیا واقعی اس درجہ کی تھی کہ اس کے لئے انہوں نے اپنے والد معظم سید دوعالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمر بھر کے رفیق وخادم اور جانثار ویار غار کو چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

فدک کی زمین کیا اور کہاں تھی؟

خاتم النبیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہود کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور ان کے اپنے باغات اور زمینیں تھیں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو قوت وشوکت عطا فرمائی اور آس پاس کے علاقے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے جب بنو نضیر بنو قریظہ اور خیبر کے بعض قبائل نے مسلمانوں کا رعب وجلال دیکھا تو انہوں نے بغیر کسی لڑائی کے اپنی یہ زمینیں مسلمانوں کے حوالہ کر دیں ان میں "فـــدک ــــ" نامی جگہ بھی تھی جو جنگ کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زمینیں اپنی تحویل میں لے لیں، یہ مال "فئی" تھا۔

مال فئے کے متعلق قرآن کا حکم

معروف شیعہ مترجم ملا مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے

تہذیب الاحکام میں جناب باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر علیہ السلام سے فئے اور انفال کے بارے میں منقول ہے کہ جو زمین اس طرح ہاتھ آئے کہ اس میں خون نہ بہایا گیا ہو (اور نہ ہی جہاد کی نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں) بلکہ کسی قوم سے مصالحت کی گئی ہو اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو اور جو زمین غیر آباد پڑی ہو یا پانی کی تہہ میں ہو یا پانی کے راستے میں ہو یہ سب کی سب فئے اور انفال میں داخل ہے

(ضمیمہ مقبول نوٹ نمبر ۳ ص ۱۵۶)

(نوٹ) یہی بات تفسیر صافی (ج ا ص) ۶۳۶ اور دوسری کتب شیعہ میں بھی مروی و موجود ہے

عن أبي عبد الله (عليه السلام)، قال: «الفي ء ما كان من أموال لم يكن فيها هراقة دم أو قتل، و الأنفال مثل ذلك، هو بمنزلته»
(البرہان فی تفسیر القرآن ج 13 ص 440 للھاشم البحرانی (۱۱۰۷ھ)

فدک "مال فئے" میں سے تھا اور یہ ایک گاؤں تھا جو مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر تھا (اس وقت مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۴۰ کلو میٹر (۸۷ میل) پر ہے) جس میں پانی کا چشمہ، اور کھجور کے درخت تھے اور یہ بغیر کسی جنگ کے صلح کے طور پر حضور ﷺ کے قبضہ میں آگیا تھا۔ علماء شیعہ خود بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فدک اموال فئی میں سے تھا۔ نہج البلاغۃ کے شارح سید علی نقی لکھتے ہیں

اہل فدک نصف آں را بقولے تمام را بصلح وآشتی تسلیم نمودند (فیض الاسلام شرح نہج البلاغۃ ص ۹۵۹)

فدک کے لوگوں نے اس کا نصف حصہ یا ایک قول کے مطابق تمام فدک بغیر کسی لڑائی کے حضور ﷺ کے سپرد کر دیا

باغ فدک میں کتنے درخت تھے؟

شیعہ عالم ملا ابراہیم بن حسین الدنبلی (۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق باغ فدک میں کھجور کے کل گیارہ درخت تھے جو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لگائے تھے

انه كان فيها احدى عشر نخلة غرسها رسول الله ﷺ بيده (درر نجفیہ ص ۳۳۲)

مگر افسوس کہ شیعہ علماء اس کے بجائے اپنے عوام کو یہ بتاتے ہیں کہ فدک درحقیقت ایک بہت ہی وسیع و عریض ملک تھا اور یہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملنا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اتنا بڑا ملک اور اچھی خاصی سلطنت

مل جائے جب ان کے پاس اتنی بڑی دولت آجائے گی تو پھر سارے مسلمان ہمیں چھوڑ کر ان کے پاس چلے جائیں گے کیونکہ جائداد اور دولت کی ریل پیل تو وہاں ہو گی اس لئے یہ دولت اور سلطنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں ملنی چاہیئے (معاذ اللہ)

کیا فدک کا حدود اربعہ آدھی دنیا سے زیادہ تھا؟

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ فدک ایک بہت ہی بڑے رقبے پر مشتمل جائداد کا نام ہے۔ یہ کل کتنا بڑا رقبہ تھا اسے دیکھئے

شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب خلیفہ مہدی نے امام موسی کاظمؒ سے پوچھا کہ فدک کا کل رقبہ کیا تھا آپ اس کا حدود اربعہ بتائیں آپ نے اس کے جواب میں کہا

> **فقال: حد منها جبل احد، وحد منها عريش مصر، وحد منها سيف البحر وحد منها دومة الجندل، فقال له، كل هذا؟ قال: نعم يا أمير المؤمنين هذا كله، إن هذا كله مما لم يوجف على أهله رسول الله صلى الله عليه وآله بخيل ولا ركاب،۔** (الشافی ترجمہ اصول کافی ج۳ص ۱۹۲)
>
> (ترجمہ) اس کی حدود اربع (باؤنڈری) یہ ہے ایک طرف جبل احد دوسری طرف عریش مصر تیسری سیف البحر اور چوتھی دومۃ الجندل۔ اس نے کہا یہ ہے کل علاقہ۔ فرمایا ہاں اس علاقہ پر لڑائی نہیں ہوئی۔

امام موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک کسی باغ یا گاؤں اور شہر کا نام نہیں تھا یہ ایک بڑا وسیع و عریض کوئی ملک تھا کہ اس کا ایک کنارا جبل احد تھا تو دوسرا عریش مصر تھا ادھر سے سیف البحر تھا تو دوسری طرف دومۃ الجندل اس کی حد تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو خود پتہ نہ تھا کہ فدک کس بلاء کا نام ہے اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے۔ کسی نے آپ کہہ دیا کہ آپ تو آدھی دنیا کے مالک ہیں اور آپ اس کو سچ سمجھ بیٹھے اور

خلیفہ مہدی کے سامنے آدھی دنیا کا نقشہ پیش کر دیا۔(استغفر اللہ)

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی(۱۱۱۱ھ) معروف شیعہ عالم محمد بن علی بن شہر آشوب(۵۸۸ھ) کی مناقب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

ہارون رشید نے امام موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ فدک لے لیجئے، تو حضرت نے انکار کیا اور جب کبھی ہارون رشید ان سے فدک کے لئے کہتا تو وہ انکار ہی کر دیتے، آخر جب ان سے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ان سے نہ لوں گا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جاوے۔ ہارون رشید نے کہا کہ اچھا اس کی حدود بتلا دیجئے، امام کاظم نے فرمایا کہ اگر میں نے اس کے حدود بتائے تو پھر تم ہر گز نہ دوگے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دوں گا، تب امام نے کہا کہ پہلی حد اس کی عدن ہے یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اس کی سمرقند ہے یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ ٹمٹمانے لگا پھر امام نے کہا اس کی تیسری حد افریقہ ہے یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو پھر کچھ بھی نہ چھوڑا امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود بتاؤں گا تو تم کبھی مجھے نہ دوگے

قد أعلمتك أنني إن حددتها لم تردها(بحار الانوار ج۲۹ ص۲۰۰۔ مناقب ج۴ ص۱۹۔ ش)

ملا باقر مجلسی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اس کی عریش مصر، اور دوسری دومۃ الجندل، اور تیسری احد، اور چوتھی سمندر ریبان کی تھی اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ تو پھر پوری دنیا ہے(جو آپ مانگ رہے ہیں)

فقال هذا كله، هذه الدنيا(ایضا)

ملا باقر مجلسی نے امام کاظم کی زبانی فدک کا جو حدود اربعہ (جو تقریبا آدھی دنیا پر محیط تھا) بیان کیا دور حاضر کے شیعہ علماء اس پر پوری طرح یقین رکھتے ہیں اور وہ اپنی مجالس میں جب فدک

کی بات کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر فدک صرف ایک جائداد یا گاؤں یا باغ نہیں ہوتا بلکہ پوری دنیا ہوتی ہے۔

"فدک" درحقیقت خلافت کا نام ہے (شیعہ عالم)

حال ہی میں شیعہ کے مدرسۃ القائم نے اپنے قبلہ شیعہ عالم شیخ کمیل مہدوی کا ایک ویڈیو کلپ نشر کیا ہے جس میں موصوف کہتے ہیں کہ "فدک" اصل میں خلافت کا نام ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو اب چونکہ ان کی خلافت دور دور تک تھی اور یہی فدک کی حد تھی جس کے وہ مالک بن گئے تھے۔ موصوف کہتے ہیں

فدک کی جو حیثیت تھی اس کی جو سمبولزم تھی وہ سیدہ کونین سلام اللہ علیھا نے اس دربار میں حاکم وقت کو بے نقاب کر دیا تھا۔ وہ کیا ایک باغ کے ٹکڑے کے لئے گئی تھیں کہ علی اسے واپس لیں گے، یہ تو ہماری دلیل ہے کہ سیدہ جب گئیں تھیں تو خالی دنیا کی ملکیت کے لئے نہ گئیں تھیں ورنہ اگر دنیا کی ملکیت کا معاملہ ہوتا تو اسے علی واپس لے لیتے وہ تو عطا کرنے والے تھے ... وہ گئیں تو اس لئے تھیں کہ جیسے تم نے خلافت کو غصب کیا ہے ویسے ہی فدک کو غصب کیا ہے وہ جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا تھا۔ اس کی دلیل اس سے بڑھ کر اور بھی ہے، بہت خوبصورت ہے کہ ہارون رشید نے امام موسی کاظم سے کہا تھا کہ بزرگوں سے جو ہو گیا ہو گیا اب ہم صلح صفائی کر لیتے ہیں، تو جو فدک ہے وہ واپس کر دیتا ہوں، اس نے تو آفر کر دی تھی اب سمجھ میں آجائے گا کہ علی بن ابی طالب نے وہ فدک کا ٹکڑا کیوں واپس نہیں لے لیا امام موسی کاظم نے کہا کہ تو واپس کر ہی نہیں سکتا، میں بتاؤں گا تو اسے واپس نہیں کرے گا، تو اس نے کہا میں کیوں واپس نہیں کروں گا، آپ مجھے بتلایئے کہ میں فدک کی سرزمین واپس کر دوں گا امام نے کہا کہ فدک کی جو حقیقی سرحد ہے اس کی ایک سرحد ایران ہے، دوسری سرحد مصر افریقہ ہے، تیسری سرحد یورپ زون ہے، اور یہاں سے مکہ مدینہ اور حجاز اور یہ سارے علاقے ہیں، اور عراق کی طرف سے پورا بغداد ہے، اور پورا آگے علاقہ ہے، اس نے کہا کہ یہ تو آپ میری خلافت کا حدود اربعہ بیان کر رہے ہیں امام نے کہا کہ یہی تو فدک ہے

کر دو واپس... سمجھ میں آ گیا کہ فدک ہے کیا؟ فدک باغ کا ٹکڑا نہیں ہے، فدک وہ منصب خلافت ہے اب لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ مولائے کائنات جب خلیفہ بن گئے تو فدک کیوں واپس نہ لیا ارے جب وہ خلیفہ بنے تو فدک ان کے پاس آ گیا تھا کہ وہ خلیفہ تھے، لینے کی کیا بات ہے اس لئے کہ فدک کا مطلب ہی خلافت ہے"

کیا خوب! اے کاش کہ شیعہ علماء موصوف کی بات مان کر فدک کے بارے میں بولنا ہی چھوڑ دیں کیونکہ جب اس صاحب کے بقول فدک دراصل خلافت کا ہی نام ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گئی تھی تو پھر فدک کی بحث ہی ختم ہو گئی، مگر شیعہ علماء یہ مسئلہ اس لئے زندہ رکھنا چاہتے ہیں کہ اس سے جہاں وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے مذموم عزائم اور قلبی بغض کا اظہار کرتے ہیں وہیں وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر عام مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر ان کو بدگمان اور پھر بدزبان بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں

یہ صرف اس شیعہ عالم کی بات نہیں ان کے دیگر ملا صاحبان نے بھی فدک کا حاصل یہی بتلایا ہے، سابق شیعہ عالم سید محمد مہدی علی خان صاحب (۱۹۰۷ھ) ملا باقر مجلسی کی تحریر پر لکھتے ہیں کہ

> گویا فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم میں داخل تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں (آیات بینات ج ۲ ص ۱۷۴)

ان شیعی روایتوں اور ان کے علماء سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک تقریبا آدھی (بلکہ نوے فیصد) سے زیادہ دنیا پر محیط تھا اور یہ ایک ایسی سلطنت کا نام تھا جو آرمینیا سے لے کر مصر تک پھیلی ہوئی تھی اس کی ایک حد مدینہ میں احد پہاڑ کو بھی لگتی تھی (دیکھئے انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۱۶ للجزائری)

> جس میں کئی ملک اور علاقے تھے، کئی بڑے بڑے قلعے تھے، اور حضرت جبرئیل نے اپنے پروں سے اس کا حدود اربعہ مقرر کر دیا تھا (بحار الانوار

ج۱۷ص۳۷۸)

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی امام جعفرؒ کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ

حضور ﷺ نے کہا کہ جبرئیل نے فدک کی حدود بتانے کے لئے اپنے پروں سے ایک لائن کھینچی اور مجھے حکم دیا کہ یہ سلطنت تمہارے (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے) حوالہ کردوں (حیات القلوب ص ج۲ص۵۰۳)

اس میں بے شمار قلعے اور اموال بھی تھے جن کی چابیاں حضور ﷺ کے پاس آگئی تھیں (بحار الانوار، ج۱۷ص۳۷۸وج۲۹ص۱۱۵)

ملا باقر مجلسی نے (حیات القلوب ج۲ص۶۶۶باب۳۹) میں بھی ابن شہر آشوب کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے۔

اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ سارا مال ومتاع اوراسباب وجائداد حضور ﷺ نے اکیلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے رکھا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اسی عریض ووسیع سلطنت کا مطالبہ کرنے کے لئے اکیلی گئی تھیں اور بقول شیعہ وہاں چیخ چیخ کر لمبے چوڑے خطبے دے رہی تھیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق پر شیعی حملہ ؟

نجف کے ممتاز عالم اور صاحب افتاء واجتہاد آیت اللہ السید حسین الموسوی صاحب "کتاب سلیم بن قیس" کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) ابو بکر وعمر کے پاس آئیں اور فدک کے معاملہ میں ان سے جھگڑا شروع کردیا اور لوگوں کی موجودگی میں اونچا اونچا بولنا اور چیخنا شروع کردیا حتی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے (کشف الاسرار ص ۲۵ مترجم بحوالہ کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکباز اور حیاء دار جیسی خاتون کے بارے میں یہ تصور کہ وہ مجمع عام میں اپنے والد ﷺ کے انتہائی قریبی دوستوں کے ساتھ اس لہجے میں گفتگو کریں کسی

صورت تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین ہے اور کوئی مسلمان اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم میں مال فئی کے مصارف

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر آئے ہیں کہ فدک "اموال فئی" میں سے تھا اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں مال فئی کی آمدنی کے مصارف بھی بتادئے کہ یہ اموال کن مصارف میں خرچ کئے جائیں گے ۔ یہ آٹھ مصارف ہیں جس کا ذکر قرآن کریم (پ۲۸ سورہ حشر کی آیت نمبر ۷۔۸۔۹) میں موجود ہے اور وہ یہ ہیں...(۱) اللہ کے نام پر (۲) رسول کے لئے (۳) رسول کے قرابت داروں کے لئے (۴) یتیموں (۵) مسکینوں (۶) مسافروں (۷) مہاجرین کے لئے (۸) انصار کے لئے

پیغمبر کے بعد اس کے جانشین ذمہ دار ہو گا

شیعہ عالم محمد بن مرتضی المعروف فیض کاشانی نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اموال فئی کے متعلق نقل کیا ہے کہ

وهي لله، وللرسول، ولمن قام مقامه بعده (تفسیر صافی ص۲۱۰)

یہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا قائم اور جانشین بنے اس کا حق ہے۔

امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ "انفال" کے بارے میں فرماتے ہیں

فهو لرسول الله صلى الله عليه وآله وهو للامام من بعده يضعه حيث يشاء. (اصول کافی ج ا ص ۷۸۷ ش)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوں گے پھر اس کے قبضے میں ہو گا جو آپ کے بعد حکمراں ہو گا وہ جہاں چاہے خرچ کرے گا۔

قد بين الله للامام أين يضعه وكيف يصنع به (ایضاح ا ص ۶۰۶)

شیعہ مفسر ہاشم حسینی البحرانی (۱۱۰۷ھ) لکھتا ہے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

فهذا لله و لرسوله (صلى الله عليه و آله)، فما كان لله فهو لرسوله يضعه حيث يشاء، و هو للإمام بعد الرسول (صلى الله عليه و آله)» (البرہان ج۵ ص۴۴۱)

اور یہی بات حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے

وما كان لرسول الله فهو للامام (دیکھئے اصول کافی ج۱ ص۹۴۷ ش)

یہاں "امام بعد الرسول" کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اموال جو امام تک پہنچے ہیں، وہ رسول کی قائمقامی کی حیثیت سے پہنچے ہیں، ترکہ اور میراث کے طریق پر نہیں۔ اگر یہ اموال ترکہ اور میراث کی شکل رکھتے، تو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کبھی اس طرح کا بیان نہ دیتے۔

شیعہ عالم شیخ فتح اللہ کاشانی (۹۸۸ھ) نے مال فئے کے متعلق حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے

آن رسول را باشد در حیات وے وعبد از وے کسے را کہ قائم مقام وے باشد از ائمہ دین وایشاں بہر کس کہ خواہند دہند وبہر چہ صلاح باشد صرف نمایند (تفسیر منہج الصادقین ج ص)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ فئے کے اموال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف متولیانہ تھا، مالکانہ نہ تھا اور آپ کے بعد اس کی تقسیم ترکہ اور میراث کے طور پر نہ ہو سکتی تھی آپ کے بعد یہ سب کچھ آپ کے نائب اور خلیفہ کے اختیار میں آجاتا (خواہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کوئی اور ہوتا) پھر وہ بھی ان اموال کو انہی مقامات میں صرف کر سکتا تھا جو قرآن کریم نے طے کر دئے تھے

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے بہت پہلے ہی یہ مسئلہ واضح کر دیا تھا، مگر افسوس کہ شیعہ علماء ان کے خلاف تو آوازے کستے ہیں اور یہ نہیں سوچتے خود حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

بھی تو یہی بات فرمارہے ہیں جیسا کہ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، ثُمَّ قَبَضَهُ، جَعَلَهُ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ» (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲، بحار الانوار ج ۲۹ ص ۳۶۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ» (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی پیغمبر کو کوئی معاش دیتا ہے تو وہ ان کی وفات کے بعد اس کے پاس جاتی ہے جو ان کا قائم مقام ہوتا ہے۔

مال فئی میں وراثت نہیں چلتی

دونوں مکاتب فکر کے ائمہ کرام کے ان بیانات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مال فئی کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا، اور نہ یہ کسی کی وراثت میں چلتا ہے، جب فدک کے مال کا فئی میں سے ہونا شیعہ علماء کو بھی تسلیم ہے تو پھر اس پر وراثت کا دعوی خود شیعہ مفسرین کے نزدیک بھی غلط ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کیوں غلط الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو بقول شیعہ علماء مال فئے تھا، مال وراثت نہ تھا۔ ۔اب آپ ہی بتائیں کہ اس قسم کی باتوں سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عزت ہوتی ہے یا آپ کے بارے میں کوئی اور تصور پیدا ہوتا ہے اس پر شیعہ عوام بھی کبھی غور کر لیا کریں۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ترکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درحقیقت ملکیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں تھا اب ترکہ میں جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح خرچ کروں گا، اور واللہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی قرابت سے مقدم و عزیز تر ہے۔ (ہدایات الشیعہ ص

(۲۹

مال فئی پر قبضہ مالکانہ نہیں، متولیانہ ہوتا ہے

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) ایک شیعہ عالم کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

(سورہ حشر کی آیت ما افاء اللہ۔ الایۃ میں) جیسا لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض وتصرف ثابت ہوا ویسا ہی لفظ فللّٰہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبض وتصرف مالکانہ نہیں بلکہ متولیانہ ہے یعنی آپ خازن اور امین ہیں، مالک نہیں، ورنہ اس مصرف کے مقرر کرنے کے کیا معنی؟ مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے اور اگر بالفرض والتقدیر مال فئے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو، اور ایک قدر معین کے لئے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن السبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو، جیسا زکوۃ کے لئے (جو ایک حصہ معین ہے) فقراء ومساکین وغیرھما کو مقرر کر دیا تو قطع نظر اس کے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیت ظاہر البطلان ہے، اس کے یہ معنی ہوئے کہ نعوذ باللہ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصوات والتسلیمات جو باتفاق سراسر معصوم ہیں اس جہاں سے بار حقوق مندرجہ آیت اپنے سر پر لے گئے سو اس کے قائل ہونے کی جرات شیعوں ہی میں نظر آتی ہے اہل سنت کو ایسی بات کہہ کے اپنا ٹھکانہ نظر نہیں آتا

باقی رہا فئے کے اندر فئے کا مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا سو اس صورت میں اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس صورت میں صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کو اصل زمین بانٹ کر دینی چاہئیے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مملوک ہونے کی کوئی صورت نہیں پھر نہ معلوم کہ کس وجہ سے روایت ہبہ فدک کو علماء شیعہ صحیح سمجھتے ہیں یا

فدک کو بتمامہ حق وارثان رسول کریم ﷺ ؟ بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ خصوصا خلفائے ثلثہ پر زبان طعن دراز کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اگر پہلے سے عذر جہل تھا تو البتہ یہ عذر معقول ہے لیکن بعد استماع ان کلمات مذکورہ اور مضمون آیت سراپا ہدایت کے توبہ واستغفار میں کیا توقف ہے۔(ہدیۃ الشیعہ ص ۳۵۱)

سابق شیعہ عالم محسن الملک نواب محمد مہدی علی خان صاحب حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۵ھ) لکھتے ہیں

(سورہ حشر کی آیت) فللّٰہ وللرّسول سے یہ مدعا نہیں کہ خدا کے لئے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص اس پر دعوی نہیں کر سکتا بلکہ جس طرح خدا جس طرح پر حکم دے گا اس طرح پر کیا جاوے گا (آیات بینات ج ۲ ص ۱۸۳)

جو بات آپ ﷺ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس مال میں تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر یعنی جہاں خدا کا حکم ہوتا تھا وہیں صرف فرماتے آپ اس مال کے مالک نہ تھے بلکہ اس میں ایسا تصرف فرماتے جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اس کے مولی کا حکم ہو وہاں صرف کرے اور اس کی تشریح خود آپ نے فرمادی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں

اور نہ منع کرتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا، نہیں دیتا اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لئے لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرض فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا۔ مالکانہ نہ تھا (ایضاص ۱۸۶)

آپ لکھتے ہیں

اس سے خدا تعالی کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اس کا رسول ملک گیری، حصول سلطنت، اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا اس میں یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک ہیں اور انہیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لئے وہ اس کے تصرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھ کر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لئے نہیں ہے اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے

وہ بھی اس لئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ ﷺ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس میں سے بھی آتا، بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب آپ کی خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے اور کل کے لئے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں خرچ نہ ہو جاتا آپ کو چین نہ آتا تھا...(ایضاص ۱۸۴)

حضور ﷺ اس مال کو کہاں خرچ کرتے تھے؟

سو حضور ﷺ اس آیت کی روشنی میں "فدک" کی آمدنی اپنے اہل وعیال اور قرآن کے بیان کردہ دوسرے مصارف پر خرچ کرتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی بھی تھی اور ان دونوں بزرگوں نے اس کا کبھی انکار نہیں کیا۔

فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا المَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهُ (صحیح بخاری ج۲ص ۵۷۶)

حضور ﷺ اس مال سے اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ نکالتے تھے، اور باقی مال کو اللہ تعالی کی بتائی ہوئی جگہوں پر خرچ کر دیتے تھے حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کیا تھا۔

معروف مؤرخ احمد بن یحی بلاذریؒ (۲۷۹ھ) لکھتے ہیں

فكان نصف فدك خالصا لرسول اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لأنه لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب، وكان يصرف ما يأتيه منها إِلَى أبناء السبيل

إِنَّ فَدَكَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا، وَيَأْكُلُ، وَيَعُودُ عَلَى فُقَرَاءِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ أَيِّمَهُمْ(فتوح البلدان ص ۳۱)

آدھا فدک خالص حضور ﷺ کے قبضہ میں تھا اس سے جو آمدنی آتی اسے مسافروں پر خرچ کر دیتے تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ اس سے خود بھی خرچ کرتے تھے اس میں سے اپنے کھانے کے لئے لیتے اس میں سے بنی ہاشم کے فقراء کو دیتے اور ان کی شادیاں کراتے تھے۔

آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں فدک کی آمدنی کو انہی مصارف میں خرچ کرتے رہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اس مال سے سب کو ان کا حصہ برابر ملتا رہا۔ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ فدک کی سالانہ آمدنی ۲۴ ہزار دینار تھی (دیکھئے حیات القلوب)

☆... فدک عہد صدیقی میں

حضور ﷺ جب سفر آخرت پر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق حضور ﷺ کے جانشین ہوئے تو یہ زمینیں بطور خلیفہ حضرت ابو بکر ﷺ کی تحویل میں آگئی اور آپ نے اس کی آمدنی کو انہی مصارف میں صرف کیا جو آپ ﷺ کا طریقہ رہا تھا اس دوران حضرت سیدہ فاطمہ نے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس ایک قاصد بھیجا (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ۶۰۹۔ ج ۱ ص ۵۲۶) اور کہا کہ فدک نامی علاقے کی جائداد یا باغ جس کی آمدنی سے ہمیں بھی حصہ ملتا تھا اب چونکہ حضور ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اس لئے وہ مجھے دے دیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اگر ہم یہ آپ کو دے دیں تو یہ وراثت کی شکل بن جائے گی، جبکہ پیغمبر کی وراثت جاری نہیں ہوتی، اور یہ بات حضور ﷺ نے فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ پیغمبر جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے، وہ تمام مسلمانوں کا ہو جاتا ہے، اور اس کی نگرانی و حفاظت کرنا، اور اسے پیغمبر کے کئے اور بتائے ہوئے طریقے

کے مطابق خرچ کرنا اس کے خلیفہ اور جانشین کی ذمہ داری بن جاتی ہے البتہ میں اس بات کی پوری ذمہ داری لیتا ہوں کہ آپ کو اس کی آمدنی سے برابر اسی طرح حصہ ملتا رہے گا جس طرح حضور ﷺ زندگی میں آپ کو (اور دوسرے گھر والوں کو) دیا کرتے تھے حضور ﷺ کی قرابت مجھے بہت عزیز ہے اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں ہوگی، تاہم میں وہ کام کبھی نہیں کروں گا جو حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف ہوگا اور اگر میں نے ایسا کیا تو میں راہ راست سے ہٹ جاؤں گا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام سنا تو آپ خاموش ہو گئیں اور پھر آپ نے آئندہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی، یہاں تک کہ کچھ ماہ بعد آپ اللہ کو پیاری ہو گئیں (رضی اللہ عنہا)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام

حضرت عامر بن واثلۃ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ پیغمبر جو چھوڑ کر جاتے ہیں ان کی وفات کے بعد وہ سب اس کے جانشین کی ذمہ داری میں آجاتی ہیں اس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ سے اس بارے میں جو سنا ہے آپ اس کا زیادہ علم رکھتے ہیں

أَنْتَ وَرَسُولُ اللَّهِ أَعْلَمُ (مسند بزار ج ۱ ص ۱۲۴۔ مسند ابی یعلی ج ۱۲ ص ۱۱۹)

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک (کا عرصہ جو زیادہ نہ تھا) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی (میں آپ کا پورا حصہ) آپ کے ہاں بھیج دیا کرتے تھے اور آپ اس مال سے اکثر اپنے گھر کا خرچ چلاتی رہیں۔

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا

اموال واحوال خود را از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال

من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد (حق الیقین ص ۱۲۷ باب پنجم)

میں اپنے حالات اور اپنے مالوں کو تمہیں دینے میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا آپ (میرے) اس (مال) میں مختار ہیں جو چاہیں آپ لے سکتی ہیں، آپ اپنے والد کی امت کی سیدہ ہیں اور اپنے بچوں کے لئے شجرہ طیبہ کی طرح ہیں، آپ کے فضل کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، میرے مال پر آپ کا حکم نافذ ہے، تاہم مسلمانوں کے مالوں سے متعلق میں آپ کے والد گرامی ﷺ کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

حضور ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنا میری ذمہ داری ہے

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵)

میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر حضور اکرم ﷺ عمل پیرا تھے میں تو ضرور اسی عمل کو جاری رکھوں گا کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے کوئی چیز آنحضرت ﷺ کے عمل سے ترک کر دی تو میں راہ راست سے ہٹ جاؤں گا

وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ ہی بات فرمائی تھی

أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عمل کے خلاف کچھ نہ کروں گا، یہ اموال مسلمانوں کے معاملات میں صرف ہونگے، مسلمان اس سے سامان جنگ بھی خریدیں گے، اور کافروں کے ساتھ مقابلہ کریں گے پھر آپ نے کہا

وین را باتفاق مسلماناں کردہ م و دریں مسر منفرد و تنہا نبودہ ام

(حق الیقین ا ص ۱۲۶)

خدا کی قسم میں نے رسول خدا کی رائے سے تجاوز نہیں کیا ہے اور جو کچھ کیا ہے ان کی اجازت سے کیا ہے میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول خدا سے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ترکہ نہیں چھوڑتے نہ سونا نہ چاندی نہ گھر نہ گھر کے سامان ہماری میراث کتاب وحکمت اور علم پیغمبری ہے اور جو ہمارے کھانے پینے کا ذریعہ ہے ہمارے بعد ولی امر خلافت اس میں اپنی رائے اور اختیار سے حکم کرتا ہے اور میں نے ایسا ہی حکم کیا ہے کہ جو کچھ آپ ہم سے طلب کرتی ہیں وہ گھوڑوں اور اسلحوں کی خریداری پر صرف ہو گا جس سے مسلمان کافروں سے جنگ کریں گے حق الیقین ج ۲ ص ۲۲۷ مترجم)

موصوف یہ بھی لکھتے ہیں

> یہ فیصلہ میں نے تنہا اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے اجماع کی مدد سے کیا ہے اور میرا (اپنا ذاتی مال) آپ کا مال ہے اور آپ کے لئے (ہر وقت) حاضر ہے آپ کی فضیلت کا انکار نہیں ہو سکتا آپ کے فرع اور اصل کو پست نہیں سمجھا جا سکتا آپ کا حکم اس مال میں نافذ ہے جو میری ملکیت ہے پس کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں نے ان باتوں میں آپ کے والد محترم کی مخالفت کی ہے؟ (حق الیقین ج ا ص ۳۷ ج ۲ ص ۵۲ مترجم)

آپ میرے مال میں سے جتنا چاہیں لے لیں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ)

شیعہ عالم ابو منصور احمد بن علی طبرسی (۵۴۸) لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ

سے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

ہم گروہ انبیاء سونا چاندی زمین ومال میراث میں نہیں چھوڑتے ہماری میراث علم وحکمت اور کتاب ونبوت ہے اور جو کچھ دنیا کا مال باقی رہ جائے وہ اس کے اختیار میں ہے جو کہ ہماری وفات کی بعد امور عامہ کی ولایت وحکومت کا مالک ہو وہ جیسی اصلاح دیکھے اسے صرف کرے

یہ صرف میرا خیال اور میری بات نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی رائے اور امت کا اجماع ہے ہم ہر گز ہر گز کوئی مقصد ومطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے یا کوئی چیز آپ سے چھپانا نہیں چاہتے جو کچھ میرے پاس (میرا مال اور میری ملکیت) ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں میں اپنی طرف سے کوئی سختی ودشمنی نہیں کروں گا آپ اپنے پدر بزرگوار کی امت کی سردار ہیں پیغمبر اسلام کے فرزندوں کی مادر گرامی ہیں ہم آپ کے مال کو آپ سے لینا نہیں چاہتے باپ اور بیٹوں کے اعتبار سے آپ کی منزلت وعزت کا بھی انکار نہیں کرسکتے جو کچھ میرے پاس ہے اس میں آپ کا امر اور حکم (آپ فرمائیں) نافذ ہو گا لیکن کیا میں آپ کے بابا کے قول کی مخالفت کرسکتا ہوں؟ (احتجاج طبرسی ج ا ص ۱۸۸۔ مترجم)

میں حضور ﷺ کا طرز عمل کے مطابق عمل کروں گا

معروف شیعہ عالم دکتور سعید السامری لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ سے کہا کہ میں وہی طرز عمل اپناؤں گا جو سرور دوعالم ﷺ کا رہا ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر آپ سے اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ لیا، جب آپ نے وعدہ فرمالیا، تو حضرت سیدہ نے فرمایا اے اللہ آپ گواہ رہنا

أن أصنع فيها كما يصنع فيها أبوك قالت الله لتفعلن قال الله لأفعلن قالت اللهم اشهد (شرح نہج البلاغۃ ص 7 لابن ابی الحدید)

یہاں یہ بات لائق غور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں اپنے گھر والوں میں سے کیا کسی کو اس بات کا ذمہ ٹھہرا دیا تھا کہ وہ باغ فدک کا یہ نظام اپنے ہاتھ میں لے لیں کہ یہ زمین یا باغ اب ان کی ملکیت ہے؟

(۲) کیا آپ نے کبھی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی کہ وہ اس کے ذمہ دار بن جائیں؟ نہیں۔ حضور ﷺ نے قرآنی ہدایات کے مطابق اس کی آمدنی ان مصارف میں ضرور خرچ کیں، مگر اپنے گھر والوں میں سے کسی کو بھی اس کا مالک نہیں بنایا، اور نہ کسی کو اس کا حصہ دار قرار دیا، اور نہ اسے کسی کی ملکیت میں دے دینے کی کوئی خبر دی۔

حضور ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ نہیں فرمایا (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)

نہج البلاغۃ کے شارح شیعہ عالم علامہ عبد الحمید ابن ابی الحدید (۶۵۶ھ) لکھتے ہیں

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فدک کے متعلق گفتگو کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

> **قال لها أبو بكر لما طلبت فدك بأبي أنت و أمي أنت عندي الصادقة الأمينة إن كان رسول الله ص عهد إليك في ذلك عهدا أو وعدك به وعدا صدقتك و سلمت إليك فقالت لم يعهد إلي في ذلك بشي ء** (شرح نہج البلاغۃ ص ۱۹ ج ۱۷)
>
> حضرت ابو بکر نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو صادقہ اور امینہ ہیں اگر آنحضرت ﷺ نے آپ سے فدک کے معاملے پر کوئی عہد اور وعدہ فرمایا ہو تو بتائیں میں اس کو تسلیم کرلوں گا اور فدک آپ کے حوالہ کر دوں گا حضرت سیدہ فاطمہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اس بارے میں مجھ سے کوئی عہد اور وعدہ نہیں فرمایا تھا

حضور ﷺ نے اپنے نواسوں کو وراثت میں کیا دیا؟

شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ

میرے دوبچوں کے لئے کچھ دے جائیں حضور ﷺ نے اس وقت بھی کسی مال وجائداد کا ذکر نہیں کیا، بلکہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہا کو تو میرا رعب ودبدبہ، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو میری بہادری اور سخاوت ملے گی۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی شیعی (۳۸۱ھ) اور شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی (۶۵۶ھ) لکھتے ہیں

فقالت يا رسول الله هذان ابناك فورثهما شيئا فقال أما حسن فإن له هيبتي و سوددي و أما حسين فإن له جرأتي و جودي(شرح نہج البلاغۃ ص ۲۴۲۔ خصال ص ۳۹ طبع ایران)

حضور ﷺ نے فدک کو کسی کی تملیک میں نہیں دیا

حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باغ فدک کے بارے میں حضور ﷺ سے گفتگو کی تھی مگر حضور ﷺ نے انہیں بتادیا کہ یہ کسی کی تملیک میں نہیں دی جاسکتی

وإن فاطمة رضي الله عنها سألته أن يجعلها لها فأبى،(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۹)

حضور ﷺ اپنی زندگی میں اس کی آمدنی ان قرآنی مصارف میں خرچ کرتے تھے اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے اپنے زمانے میں اسی سنت نبوی کے مطابق عمل کیا

فلما أن ولي أبو بكر رضي الله عنه عمل فيها بما عمل النبي صلى الله عليه وآله وسلم في حياته، حتى مضى لسبيله، فلما أن ولي عمر رضي الله عنه عمل فيها بمثل ما عمل لسبيله،(ایضا)

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اسی طرح خرچ کیا جس طرح حضور ﷺ خرچ فرماتے تھے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ امہات المؤمنین میں سے کسی نے، یا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے، یا بنی ہاشم کے کسی فرد نے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ کہا ہو کہ

حضور ﷺ ہمیں اتنا دیتے تھے آپ نے ہمیں اس سے کم کیوں دیا؟ یا آپ نے ہمیں کیوں نہیں دیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک شکایت بھی شیعہ کی کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں ٹھیک ٹھیک اسی پر عمل کروں گا جو حضور اکرم ﷺ کا طریقہ رہا تھا اور آپ نے اس پر عمل کر کے دکھایا تھا۔

أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری ج۲ ص ۹۹۶)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات کہی تھی تاہم کسی ایک نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چیلنج نہیں کیا کہ آپ یہ بات غلط کہتے ہیں، یہ آواز صحابہ کے مجمع میں سے آئی، نہ ہی اہل بیت نبوت میں سے کسی نے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو چیلنج کیا تھا اور نہ ہی بعد میں کسی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے اختلاف کیا۔ اختلاف تو دور کی بات ہے، انہوں نے آپ کے اس فیصلے کی بھرپور تائید و توثیق کی ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ مال اہل بیت پر خرچ کرنا

سید علی نقوی شیعی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اناج غلہ اور دیگر آمدنی لے کر حضور ﷺ کے گھر والوں (ازواج اور حضرت فاطمہ وغیرہم) کو پورے خرچ کی مقدار دیا کرتے تھے

ابو بکر غلہ وسود آنرا گرفتہ بقدر کفایت باہلبیت علیہم السلام مے داد وخلفاء بعد ازوہم بر آں اسلوب رفتار نمودند تازمان معاویہ (فیض الاسلام شرح نہج البلاغۃ ج۲ ص ۹۶۰)

اور آپ کے بعد حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول رہا تھا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے طریقہ سے سر مو انحراف

نہیں کیا تھا، نہ کسی حقدار کا مال روکا ،اور نہ کسی کو غلہ اناج دینے سے منع کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا گھرانہ خوش تھا کہ انہوں نے جو بات پہلے دن کہی تھی اس پر آپ نے پوری نیک نیتی کے ساتھ عمل کر دکھایا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی آپ نے جب یہ بات کہی تھی تو انہوں نے بھی اس پر کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا

نہج البلاغۃ کے شارح علامہ میثم بن علی بن میثم بحرانی (۶۷۹ھ) لکھتے ہیں

كان رسول الله يأخذ من فدک قوتكم ويقسم الباقی ويحمل منه فی سبيل الله ولک علی الله أن أصنع بها كما يصنع فرضيت بذلک وأخذت العهد عليه به وأن ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها مايكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلک الی أن ولی معاوية(محجاج السالکین ماخوذ از فتاوی عزیزی ص ۸۳۔ شرح نہج البلاغۃ ص ۴۳۲)

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں

و كان أبو بكر يأخذ غلتها فيدفع إليهم منها ما يكفيهم و يقسم الباقي و كان عمر كذلك ثم كان عثمان كذلك ثم كان علي كذلك
(شرح نہج البلاغۃ ص ۷)

☆... فدک عہد فاروقی، اور عہد عثمانی میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اوران کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور یہ سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق فدک سے ملنے والی آمدنی کو خرچ کرتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فدک اور دیگر فئی کے اموال پر حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کو متعین فرمایا کہ وہ حسب سابق اس کی نگرانی رکھیں اور اسے ان مصارف پر خرچ کریں جس پر پہلے خرچ ہوتا آرہا ہے، کچھ عرصہ تک تو یہ معاملہ چلتا رہا مگر پھر ان دونوں

حضرات کے درمیان اس پر بڑا اختلاف پیدا ہو گیا اور دونوں نے چاہا کہ ان اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے حوالہ کر دیا جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا کہ کہیں اسے وراثت نہ سمجھ لیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنے گھر والوں کا سال بھر کا خرچ نکال لیتے جو بچ رہتا اس کو انہی کاموں میں صرف کرتے تھے جن کاموں میں اللہ کا مال صرف کیا جاتا ہے (یعنی سامان جنگ خریدنے اور اس کی تیاری کے لئے) آپ زندگی بھی ایسا ہی کرتے رہے

فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا المَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ، فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ حَيَاتَهُ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۵)

جس وقت یہ دونوں بزرگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا اختلاف لے کر آئے اس وقت حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن کر یہ بھی کہا کہ

كل مال النبي صلى الله عليه وآله وسلم صدقة إلا ما أطعمه أهله وكساهم، إنا لا نورث؟ قالوا: بلى، (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مال (جو آپ کے قبضے میں آیا) صدقہ ہے، مگر جو کچھ آپ اپنے گھر والوں کو کھلا پلا دیں، اور پہنا دیں، (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ) ہم کسی کو دنیا کا وارث نہیں بناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر سب نے کہا جی ہاں، بالکل ٹھیک فرمایا ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ان دونوں بزرگوں نے اتفاق کیا اور پھر کبھی اشارۃ بھی ان اموال کو بطور وراثت نہیں کہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی اسی پر عمل رہا اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی اسی طرح رہا جیسا کہ ہم شیعہ عالم ابن ابی الحدید

عبدالحمید بن بہاء الدین مدائنی (۶۵۶ھ) کا بیان پہلے نقل کر آئے ہیں

☆... فدک عہد علوی میں

سوال ... سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا اس باب میں موقف کیا رہا؟ کیا آپ نے اپنے دور خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے اس موقف مسترد کر دیا تھا اور فدک کو وراثت سمجھتے ہوئے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دیا تھا؟

جواب ... نہیں ۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں وہی موقف اختیار کیا جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا اگر فدک اور اس کی ساری آمدنیوں کا یہ حق صرف اور صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ضرور بالضرور اس پر قبضہ کر لیتے ،اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو دے کر ہمیشہ کے لئے یہ قضیہ ختم کر دیتے، مگر تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا، اور آسانی سے حل ہو جانے والے معاملے کی طرف توجہ تک نہ فرمائی، اور اسے اسی طرح رہنے دیا جس طرح حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آرہا تھا آپ نے حضرات شیخین کریمین کے اس فیصلے کی (اسی طرح دیگر فیصلوں کی بھی) مخالفت نہیں کی جو انہوں نے اپنے دور خلافت میں کئے تھے۔ اور اگر واقعی وہ بات سچ ہوتی جس کا شیعہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اسے لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے وارثوں کو دے دیتے

مفسر قرآن علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں

لما ولي عَليّ، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، لم يُغير هَذِه الصَّدَقَة عَمَّا كَانَت فِي أَيَّام الشَّيْخَيْنِ، ثمَّ كَانَت بعده بيد الْحسن ثمَّ بيد الْحُسَيْن ثمَّ بيد عَليّ بن الْحُسَيْن ثمَّ بيد الْحسن بن الْحسن ثمَّ بيد زيد بن الْحسن ثمَّ بيد عبد الله بن حُسَيْن ثمَّ وَليهَا بَنو الْعَبَّاس على مَا ذكره البرقاني فِي (صَحِيحه) وَلم يرو عَن أحد من هَؤُلَاءِ أَنه تَملكهَا وَلَا ورثهَا وَلَا

ورثت عَنهُ، فَلَو كَانَ مَا يَقُوله الشِّيعَة حَقًا لأخذها عَليّ، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، أَو أحد من أهل بَيته لما ولوها.(عمدۃ القاری ج۱۵ص ۲۱ش۔۔ فیض الباری ج۴ص۴۶)

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فدک کے معاملے میں جو نظام حضرات شیخین کے دور میں تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی پھر یہ معاملہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پھر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس پھر حسن بن حسن ؒ پھر زید بن حسن ؒ پھر عبد اللہ بن حسین ؒ پھر بنو عباس اس کے متولی ہوئے جیسا کہ امام برقانی نے اپنی صحیح میں اس کا ذکر کیا ہے اور یہ بات کسی نے نہیں لکھی کہ یہ حضرات فدک کے مالک بن گئے تھے یا فدک انہیں وراثت میں ملا تھا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے کہ فدک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا تو آپ کے لئے یہ بات کوئی مشکل نہ تھی کہ آپ اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو لوٹا دیتے مگر دنیا جانتی ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حقیقت حال کیا ہے

وَقَدْ تَوَلَّى عَلِيٌّ بَعْدَ ذَلِكَ، وَصَارَ فَدَكٌ وَغَيْرُهَا تَحْتَ حُكْمِهِ، وَلَمْ يُعْطِهَا لِأَوْلَادِ فَاطِمَةَ، وَلَا [أَخَذَ] مِنْ زَوْجَاتِ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، وَلَا وَلَدِ الْعَبَّاسِ شَيْئًا مِنْ مِيرَاثِهِ.فَلَوْ كَانَ ذَلِكَ ظُلْمًا وَقَدَرَ عَلَى إزَالَتِهِ، لَكَانَ هَذَا أَهْوَنُ عَلَيْهِ مِنْ قِتَالِ مُعَاوِيَةَ وَجُيُوشِهِ(منہاج السنۃ ج۶ص ۳۴۷)

ان حضرات (یعنی خلفائے ثلاثہ) کے بعد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور آپ کے دور خلافت میں فدک اور دوسرے اموال آپ کے زیر تصرف رہے مگر آپ نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو واپس نہیں دیا

اور نہ حضور ﷺ کی میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا اگر (خلفائے ثلاثہ کا اپنے عہد خلافت میں) ایسا کرنا ظلم تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کا ازالہ کیوں نہ فرمایا حالانکہ اس ظلم کا ازالہ کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی بہ نسبت بہت آسان تھا

مفسر قرآن مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں

المشهور المعتمد عليه ان فاطمة سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم فدك فلم يعطها– كذا روى عن عمر بن عبد العزيز– ولو كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاها فاطمة لما منعها عنها الخلفاء الراشدون لا سيما على رضى الله عنه فى خلافته والله اعلم

(تفسیر مظہری (ج۵ ص۴۳۴)

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ مشہور اور قابل اعتبار بات یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے خود فدک مانگا تھا مگر آپ نے انہیں نہیں دیا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح روایت میں آیا ہے سو اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا ہوتا تو خلفائے راشدین خصوصا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا پھر ہرگز اس کو نہ روکتے اور اس کے خلاف نہ کرتے۔ (تفسیر مظہری ج۷ ص۴۰ مترجم)

ترکمانستان (روس) کے معروف عالم اور مفکر علامہ سید موسی جار اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۸۷۰ء) لکھتے ہیں

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو فدک اور ذو القربی کے بارے میں ان کا وہی طرز عمل رہا جو خلافت راشدہ کا تھا یعنی فدک کی وہی پوزیشن برقرار رکھی جو صدیق وفاروق نے رکھی تھی انہوں نے بھی اسے اولاد فاطمہ کی میراث نہیں بنایا حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جو قوت تھی اور

ان کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا تھا تو ان سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ ایک غلط چیز کو غلط رہنے دیں اور حقوق کو باطل کر دیں ان سے جب فدک کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کو صدیق نے روکا اور اس پر فاروق قائم رہے اسے بدلتے ہوئے مجھے اللہ تعالی کے سامنے حیاء آتی ہے اس روایت سے شیعوں کو بھی انکار نہیں (الوشیعہ ص ۲۳۸ مترجم)

(نوٹ) پیش نظر رہے کہ مفکر پاکستان علامہ سر محمد اقبال نے اپنے ایک خط میں اس کتاب کو نہایت عمدہ اور جاذب توجہ لکھا ہے (دیکھئے اقبال نامہ ج ا ص ۱۹۸ خط نمبر ۱۰۱۔ وخط نمبر ۱۰۲)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فدک کا معاملہ جس طرح شیخین رضی اللہ عنہما کے دور میں رہا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد جن حضرات نے بھی یہ ذمہ داری سنبھالی ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کریمین کے طریقے پر ہی اسے باقی رکھا، سب اس کے متولی تو ضرور ہوئے، مگر کسی نے بھی کسی کو اس کا مالک نہیں بنایا، اور نہ اسے میراث میں دیا گیا اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ عالم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ظلم کی تہمت لگاتا ہے تو وہ اپنی اس تہمت میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کرتا ہے کہ معاذ اللہ آپ نے بھی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے زیادتی کا ارتکاب کیا تھا اور آپ بھی نہ چاہتے تھے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کا حق وراثت ملے۔

بعض علماء شیعہ کے نزدیک حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا باغ فدک کے معاملے پر خاموش رہنا اور اسے خلفائے ثلاثہ کے طریقے کے مطابق چلانا بطور تقیہ تھا، یعنی آپ اندر اندر سے تو چاہتے تھے کہ اس پر قبضہ کر کے وارثوں کے حوالہ کر دیا جائے مگر آپ اوپر سے خاموش رہے اور ورثاء کو ان کا حق نہ مل سکا۔

فدک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے دور میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور آیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ میں رہے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی نہ تو کسی قسم کا کوئی مطالبہ کیا اور نہ انہوں نے اس

آمدنی کو لینے سے انکار کیا، حتی کہ جو کچھ ان خلفاء کرام کی جانب سے ملتا رہا، اہل بیت نبوت اس کی آمدنی برابر لیتے رہے، انہوں کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ ہمیں اتنا کیوں دیتے ہیں، سب پر ہمارا حق ہے سب کچھ ہمیں دے دو۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ فدک کی زمین اور اس کی آمدنی خود حضور ﷺ نے بھی اپنی کسی اولاد، وازواج، اور عزیزوں کو نہ دی تھی البتہ ان کا تصرف آپ کے ہاتھ میں تھا اور آپ قرآن کی روشنی میں اسے ان کے مصارف میں خرچ کرتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے سر مو تجاوز نہیں کیا اگر آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر انہیں یہ سب کچھ دے دیتے تو آپ ہی بتائیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیا حضور ﷺ کے طریقہ پر رہتے ؟ کیا آپ ان لوگوں کا سامان روک کر ظلم نہ کرتے جنہیں حضور ﷺ عطا فرمایا کرتے تھے ؟ اور پھر کیا کہیں یہ قرآنی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو جاتی ؟ کچھ تو سوچیں

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حدیث سن کر سر جھکا دینا

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور ﷺ کی حدیث کا پتہ چل گیا تو آپ اپنی رائے سے پیچھے ہٹ گئیں، اور آپ نے اور نہ ہی آپ کی اولاد نے آئندہ پھر کبھی اس وراثت کا مطالبہ کیا تھا، اور جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی وہی موقف اختیار کیا جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا رہا تھا

ثُمَّ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا وَلَا مِنْ ذُرِّيَّتِهَا بَعْدَ ذَلِكَ طَلَبُ مِيرَاثٍ ثُمَّ وَلِيَ عَلِيٌّ الْخِلَافَةَ فَلَمْ يَعْدِلْ بِهَا عَمَّا فَعَلَهُ أبو بكر وعمر رضي الله عنه (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۹۰)

شیعہ عالم ابن ابی الحدید عبد الحمید بن بہاء الدین مدائنی (۶۵۶ھ) نہج البلاغۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کسی نے آپ سے فدک کے سلسلے میں گفتگو کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں وہ کام

کروں جس سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس کی پیروی میں چلے تھے

قال فلما وصل الأمر إلى علي بن أبي طالب ع كلم في رد فدك فقال إني لأستحيي من الله أن أرد شيئا منع منه أبو بكر و أمضاه عمر (شرح نہج البلاغۃ جزء ۱۶ ص ۲۵۲ و حجج النہج ص ۲۷۷۔ الشافی فی الامامۃ ص ۷۶ للشریف الموسوی)

اس سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ السامی (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں یہ واقعہ علامہ عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے

والحال ان عليا وعثمان ايضا يمشيا على مافعله الشيخان وحكى أن رافضيا ذهب عند السفاح الخليفة العباسى فقال انى مظلوم فاجرنى قال الخليفة من ظلمک قال أبوبكر وعمر فى تركة النبى ﷺ فسال الخليفة عند من الفدک بعدهما قال عند عثمان قال ثم عند من؟ قال عند علّى وهكذا قال الخليفة فى خصوصية أبى بكر وعمر فسكت الرافضى الملعون... (العرف الشذی بشرح الترمذی ص ۴۸۵)

حقیقت یہی ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی حضرات شیخین کے طریقہ پر ہی چلے ہیں اس بارے میں ایک حکایت نقل کی گئی ہے کہ

عباسی خلیفہ سفاح کے سامنے ایک شیعہ اپنی فریاد لے کر آیا اور کہا کہ میں مظلوم ہوں میری مدد کی جائے خلیفہ نے پوچھا کہ بتا تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے اس نے کہا ابو بکر و عمر نے میراث کے معاملے میں مجھ پر ظلم کیا ہے خلیفہ نے کہا اچھا یہ بتا کہ ابو بکر اور عمر کے بعد فدک کس کے پاس آیا اس نے کہا عثمان کے پاس۔ خلیفہ نے پوچھا اس کے بعد؟ اس نے کہا علی کے پاس (سفاح نے کہا کیا وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اب وہ شخص چپ ہو گیا) خلیفہ نے کہا کہ بتا پھر اس ظلم میں ابو بکر و عمر کی کونسی خصوصیت رہی اس میں تو پھر حضرت علی بھی شریک

ہو گئے ہیں چنانچہ وہ رافضی چپ ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا (کتاب الاذکیاء ص ۵۸ لابن جوزی)

علامہ عبد الرحمن بن جوزی رضی اللہ عنہ (۵۹۶ھ) ایک اور جگہ اس واقعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں

قال ابْن عقيل الظاهر أن من وضع مذهب الرافضة قصد الطعن فِي أصل الدين والنبوة... الخ (تلبیس ابلیس ص ۹۸ طبع دمشق)

ابن عقیل (یعنی عبد اللہ بن عبد الرحمن العقیلی المصری ۷۶۹ھ) کہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس نے رافضی مذہب بنایا ہے اس کا اصل مقصد دین اسلام اور نبوت محمدی میں طعن کرنا تھا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعتقاد حق لائے وہ ہماری نظر سے غائب چیز ہے (اور ہم نے آپ کی زبان سے کچھ بھی نہیں سنا) بلکہ ہمارا اعتماد فقط سلف صالحین یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام کے نقل کرنے اور دیکھنے والوں کی جودت نظر پر ہے یعنی ان بزرگوں نے اپنی خوبی نظر سے ان کو بزرگ پیغمبر پایا تھا تو ان کی جودت نظر پر بھی ہمارا بھروسہ ہے ان دونوں باتوں سے ہمارا یہ حال ہے کہ گویا ہم خود دیکھتے ہیں جبکہ ہمارے لئے ایسے اکابر نے دیکھ لیا تھا جن کی بزرگی دین و کمال عقل وجودت نظر پر ہمارا کامل اعتماد ہے پس رافضی مذہب کے بانی نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جن پر تم یہ اعتماد کرتے ہو انہوں نے پیغمبر کی وفات کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ ان کے خاندان پر خلافت کا ظلم کیا (یعنی خلافت ان سے چھین لی) اور ان کی صاحبزادی پر میراث کا ظلم کیا (فدک چھین لیا) تو یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ جس کے حین حیات میں اس کی نبوت کے متعلق یہ اعتقاد تھا وہ ان کی نظر میں ٹھیک شخص نہ تھا (معاذ اللہ)

أنهم أول مَا بدأوا بعد موته بظلم أهل بيته فِي الخلافة وابنته فِي إرثها وما هَذَا إلا لسوء اعتقاد فِي المتوفى (ایضاص ۹۸)

خصوصا انبیاء کے بارے میں تو یہ واجب کرتا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے قوانین مقررہ کی حفاظت لازم سمجھی جائے خصوصا ان کے اہل وعیال کے حق میں اس کے قواعد کے موافق احترام ضروری ہوتا ہے

پس جب رافضی گروہ نے یہ عقیدہ رکھا کہ صحابہ نے حضور ﷺ کے بعد یہ سب کام (ظلم) جائز سمجھے تو اس گروہ نے صاف صاف یہ اقرار کیا کہ ہم تک جو شریعت پہنچی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کی جانب سے ہم تک پہنچنے میں سوائے منقول طریقہ کے اور کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے (یعنی صحابہ نے ہم تک یہ بات نقل کی اور ہم نے ان کی اس نقل پر اعتماد کیا) اب جب صحابہ پر ہی اعتماد ختم ہو گیا تو ان کی جانب سے منقول اعتقادات وشریعت پر کس طرح اعتبار کر سکتے ہیں اور جن کے اتباع پر اعتماد کرتے ہوئے شریعت پر جزم کیا گیا تھا اس سے بداعتقادی پیدا ہو جائے گی اور یقین ختم ہو جائے گا اور ہمیشہ یہ وسوسہ رہے گا کہ جن کے اعتماد پر شریعت کا انحصار ہے انہوں نے ایسی کوئی بات نہ دیکھی جس سے اتباع اور ایمان فرض ہو اور انہوں نے یہ مصلحت اس (پیغمبر) کی زندگی تک رعایت رکھی اور اس کے فوت ہوتے ہی اس کی شریعت سے منحرف ہو گئے اور ان لوگوں میں سے سوائے ان کے چند گھر والوں کے اور کوئی بھی اس کے دین پر باقی نہ رہا (معاذ اللہ)

ولم نأمن أن يكون القوم لم يروا مَا يوجب اتباعه فراعوه مدة الحياة وانقلبوا عَنْ شريعته بعد الوفاة ولم يبق عَلَى دينه إلا الأقل من أهله

(ایضاص ۹۹)

پس رافضی گروہ کے اس مکر وفریب کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ اصل اعتقاد مٹ جائے اور ان عقائد واعمال کو قبول کرنے میں ہمارا دل سست ہو جائے جو ہمیں صحابہ سے ملے ہیں...

(دیکھئے تلبیس ابلیس اردو ترجمہ ص ۱۳۰)

☆... حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی عزت پر شیعی حملہ

شیعہ علماء کے پاس جب اس بات کا کوئی جواب نہ تھا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیوں فدک واپس نہ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو ان کے حق سے کیوں محروم رکھا؟ تو پھر شیعہ علماء نے اس کے لئے ایک اور شرمناک بہانہ تراشا اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں ایسا کرتا تو لوگ مجھ سے علیحدہ ہو جاتے، اور مجھے کوئی خلیفہ تسلیم

نہیں کرتا، سو میں نے اپنی خلافت بچانے کے لئے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ان کے حق سے محروم رکھا تھا۔ شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۸ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر یہ روایت کی ہے

لو رددت فدک الی ورثة فاطمة علیها السلام لتفرقوا عنی (فروع کافی ج۳ص۲۹ کتاب الروضہ)

ابو بکر احمد بن عبد العزیز الجوہری البغدادی (۳۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں فدک واپس کیوں نہیں لیا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس بات کو ناپسند رکھتے تھے کہ وہ اپنے دور میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت میں چلیں۔

فقلت : فما منعه ؟ قال : کان یکره أن یدعی علیه مخالفة أبي بکر ، وعمر (السقیفۃ وفدک ص۱۱۸ طبع طہران ایران)

شیعہ کے نعمت اللہ جزائری (۱۱۱۲ھ) سے سنئے یہ صاحب کہتے ہیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے خلافت میں بہت کمزور تھے اتنی طاقت بھی نہ رکھتے تھے کہ احکام نافذ کر سکیں اور ان سے پہلے خلفاء کے گئے کاموں کو بدل سکیں جن میں سے ایک فدک کا معاملہ بھی تھا کہ وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو نہ دے سکے

انه (ای علی) لم یکن متمکنا فی وقت خلافته من اقامة الاحکام علی وجهها لما تقدمه المختلفون فی البدع فصار لا یقدر أن یغیر مافعلوه فمنه... ردالفدک والعوالی الی اولاد فاطمة فانه کان مظنة الفتنة والفساد بتغلیط من تقدمه (الانوار النعمانیۃ ج۱ ص۳۹)

معروف شیعہ عالم شریف مرتضی لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ فدک پر خاموش رہنا، اور خلفاء سابق کے طریقے پر اس کو باقی رکھنا بطور تقیہ کے تھا

و ذكرنا أنه كان في انتهاء الأمر إليه في بقية من التقية قوية (شرح نہج البلاغۃ ج۸ ص۸۱۸۔۴۲۴ لابن ابی الحدید)

یعنی ایک صاحب کہتے ہیں کہ اگر وہ شیخین کریمین کے خلاف چلتے تو لوگ ان کا ساتھ نہ دیتے ، دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ خود حضرت علی بھی نہ چاہتے تھے کہ وہ شیخین کریمین کے خلاف نہ چلیں، تیسرے صاحب کہتے ہیں کہ وہ اور ان کی خلافت بہت کمزور تھی، اور چوتھے صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے دور خلافت میں تقیہ کی زندگی گزار رہے تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے آپ کی کیا تصویر بنتی ہے ؟ یہی نا کہ آپ نے محض اپنی خلافت بچانے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (کا وہ حق جسے بقول شیعہ علماء اللہ اور اس کے رسول نے اسے دیا تھا ان) کے بچوں کو اس سے محروم کر دیا تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون اگر واقعی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہوتے کہ اللہ اور اس کے رسول نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا تھا تو پھر آپ کا یہ فرض تھا کہ آپ اپنے دور خلافت میں اسے ان کے وارثوں تک پہنچاتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ اس کے کبھی قائل نہ تھے آپ اچھی طرح یہ بات جانتے تھے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کا جو فیصلہ فرمایا تھا وہ بالکل درست اور صحیح فیصلہ تھا۔

شیعہ علماء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تو بد تمیزی سے گر جتے ہیں اور انتہائی گھٹیا زبان بولنے سے بھی حیاء نہیں کرتے مگر دیکھا جائے تو ان کے طنز و طعن کا نشانہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں اور راقم الحروف اکثر یہ کہتا آیا ہے کہ شیعہ علماء نے اہل بیت نبوت کے ساتھ انتہائی ظلم و زیادتی کی ہے اور ان پر مختلف حیلے بہانے سے نقد و جرح کیا ہے جس طرح محاورہ ہے کہ ”بیٹی کو کہہ کر بہو کو سنانا“ یہی حال ان روافض کا ہے جو صحابہ کرام کی آڑ میں اہل بیت نبوت خصوصا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر نامدار سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ کاش کہ وہ صحابہ کرام کی شرافت و دیانت پر حملہ کرنے کے بہانے اہل بیت نبوت علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کی عزت سے کھیلنے سے باز رہ جاتے۔

☆... خلیفہ کی ذمہ داری کیا ہے؟

شیعہ علماء اس پر بھی غور کریں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے امام (خلیفہ وقت) کی جو ذمہ داریاں بتلائیں ہیں ان میں سے تیسری یہ ہے

والاحیاء للسنّۃ (نہج البلاغۃ جزء ۱۳ ص ۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنا

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین خلفاء نے آپ کی سنتوں کو پامال کر دیا تھا، اور ان ادوار میں آپ کی سنتیں مردہ ہو چکی تھیں، تاہم شیعہ علماء اس سوال کا جواب دینے سے بہت کتراتے ہیں کہ جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو کیا انہوں نے ان مردہ سنتوں (بالخصوص فدک کے معاملہ اور مسئلہ) کو زندہ کیا تھا؟ خواہ وہ وراثت کی شکل میں تھا، خواہ ہبہ کی صوت میں تھا، خواہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے مہر کی شکل میں تھا، خواہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن کی میراث تھا۔ چونکہ اس باب میں آپ کا کوئی بیان موجود نہیں تو اب ہمارے پاس سوائے درج ذیل صورتوں کے اور اس کی کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی

(۱) آپ صدق دل سے سمجھتے تھے کہ جانشین رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہی حق اور درست ہے اور آپ نے اس بارے میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔

(۲) آپ کے علم میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انبیاء کے اموال وجائداد میں میراث نہیں ہوتی، ان کا سب کچھ صدقہ ہوتا ہے، اور ان کے بعد یہ حق ان کے جانشین کو ملتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق اس پر عمل کرے، سو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانا، یا کسی قاصد کو بھیجنا، ہو سکتا ہے کہ ان کی لاعلمی کی بناء پر تھا یا مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خود حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ضرور ان کے ساتھ وہاں جاتے مگر شیعہ روایات بتلاتی ہیں کہ آپ تو اپنے گھر میں بیٹھے رہے ان کے ساتھ وہاں نہیں گئے تھے، اور وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

کے ساتھ کس طرح پیش آئیں تھیں اسے پھر ایک مرتبہ دیکھئے۔ یہ ہماری نہیں شیعہ علماء کا بیان ہے۔

> وہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) ابو بکر و عمر کے پاس آئیں اور فدک کے معاملہ میں ان سے جھگڑا شروع کر دیا اور لوگوں کی موجودگی میں اونچا اونچا بولنا اور چیخنا شروع کر دیا حتی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے (کشف الاسرار ص ۲۵ مترجم بحوالہ کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳)

(۳) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ واقعی سمجھتے تھے کہ پیغمبر کی میراث ہوتی ہے جو ان کی اولاد کو ملتی ہے یا آپ یہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور یہ ان کے بعد ان کے بچوں اور بچیوں کا حق تھا، مگر آپ نے اپنے دور خلافت میں محض اس لئے ان کے حق کی بات نہیں کی، یا فدک واپس لے کر انہیں نہیں دیا کہ کہیں ان کی خلافت نہ چلی جائے انہیں ان حقوق کی ادائیگی کے بجائے اپنی خلافت عزیز تھی۔ (معاذ اللہ)

☆... حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حمایت میں

(۴) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جب خلافت پائی تو آپ نے دیکھا کہ لوگ اب بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پہلے کی طرح ہی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی سیرتوں اور اداؤں پر جان چھڑکتے ہیں جس طرح پہلے وہ انہیں دلی طور عزیز تھے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہمیشہ سیرت رسول کے مطابق عمل کرتے آئے ہیں۔ معروف شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری (۱۰۱۹ھ) لکھتا ہے

> حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حُسن سیرت ابو بکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را بر حق مے دانند قدرت بر آں نداست کہ کارے کنند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد... اکثر اہل

آں زماں را اعتقاد آن بود کہ امامت حضرت امیر مبنی بر امامت ایشاں است وفاد امامت ایشاں را دلیل فاد امامت اومے دانند (مجالس المؤمنین ج ا ص ۵۴)

حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں دیکھا کہ لوگ بڑی کثرت سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خوبصورت سیرت کے معتقد ہیں اور انہیں خلفائے حق مانتے ہیں، سو آپ اس پر قادر نہ تھے کہ کوئی ایسا کام کریں جس سے پتہ چلے کہ ان کی خلافت حق پر نہ تھی اس زمانے کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت انہی (بزرگوں) کی خلافت پر مبنی ہے اور اگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کو غلط سمجھا جائے تو اس سے حضرت علی کی خلافت بھی غلط سمجھی جائے گی (ماخوذ از، تجلیات آفتاب ج ا ص ۲۳)

چنانچہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ان کے کئے گئے فیصلوں کی مخالفت میں جانے سے ڈر گئے اور اس خوف کی وجہ سے آپ فدک واپس نہ لے سکے، اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں اور بچیوں کو ان کے حق سے محروم ہونا پڑا تھا۔ معاذ اللہ

آپ ان میں سے پہلی صورت چھوڑ کر باقی کوئی صورت بھی اختیار کریں، پھر بتائیں کہ کیا اس سے سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی سیرت اور آپ کی امانت و دیانت مشتبہ نہیں ہو جائے گی ...اور ہاں، اگر آپ پہلی صورت قبول کرتے ہیں تو پھر سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر کوئی اعتراض نہیں رہتا اور سچ کا یہ وہ کڑوا گھونٹ ہے جس کے پینے پر ہی زبان صاف ہوتی ہے اور دل کا روگ ختم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ علماء کی اس دکھتی رگ پر اس طرح ہاتھ رکھا ہے

اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو موقوف کر دیا تھا تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا فرض تھا کہ اس

سنت کو زندہ کر دیتے اس طرح پر کہ فدک حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دیتے کیونکہ یہی دو بزرگ اس وقت موجود تھے جو آپ کے وارث تھے۔ میں نے غلط کہا، بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بنات مکرمات بھی اس وقت زندہ تھیں۔

پس حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا فریضہ یہ تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو بلا کر فدک بطور وراثت ان کے حوالے کرتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح شریف کی رضامندی کی خوشخبری حاصل کرتے

(۲) اس ارشاد مرتضوی میں (امیر کی ذمہ داریوں میں سے ایک اور) حقداروں کو ان کے حقوق پہنچادینا ہے۔ شیعہ عقائد کو دیکھا جائے تو حضرات اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہم ارض فدک کے صحیح حقدار تھے پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ امام (یعنی خلیفہ وقت) ہوئے اور بادشاہ ہوئے تو آپ مندرجہ بالا فریضے کے اعتبار سے فدک ان کے حوالے کر دینے کے ذمہ دار ٹھہرے۔

اور مسلم ہے کہ آپ نے فدک حسنین شریفین اور بنات مکرمات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے حوالے نہیں کیا تو آپ نے امامت کے پانچ فرائض میں سے تیسرا اور پانچواں فرض ادا نہیں کیا اور صاف تصریح ہے کہ یہ پانچوں فرائض من جانب اللہ ہیں اور کہ امام نے ان پانچ فرائض کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ کے عقائد کے لحاظ سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے خداوندی فرائض کو ادا نہ کر کے حق امامت ادا نہیں کیا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات نے صدیقی خلافت میں غصب فدک کا قول کر کے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی امامت پر خطرناک حملہ کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غاصب فدک تسلیم کر لیا جاوے تو حضرت علی

مرتضی رضی اللہ عنہ کا فرائض امامت سے عہدہ بر آ ہونا ممکن ہی نہیں، پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اعتراض کے مترادف ہے اور اگر اہل سنت کے عقائد کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کو صحیح مانا جائے تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امامت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا پس یہی کہا جائے گا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے صدیق طریق حکومت کو اختیار کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی، کیوں نہ ہو وہ بھی صدیق، یہ بھی صدیق، اور صدیق صدیقوں کی تصدیق ہی کیا کرتے ہیں (تحقیق فدک ص ۱۵۱)

اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدانخواستہ فدک پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوتا تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ لازما یہ قبضہ ختم کراتے مگر آپ نے اس جانب کوئی توجہ تک نہیں دی، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حقیقت واقعہ یہی ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ شیعہ علماء شاید حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے تو ناواقف نہ ہوں گے

وَ لاَ تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هَذِهِ اَلْأُمَّةِ (نہج البلاغۃ ج ۲۸ ص ۴ ش)

اس اچھے طریقے کو مت توڑنا جس پر امت کے پہلے سرداروں نے عمل کیا تھا

آپ سے پہلے امت کے سردار کون تھے؟ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فدک کے مسئلہ میں طریقہ اچھا اور صالح نہ ہوتا، یا انہوں نے اپنے دور خلافت میں انصاف کے بجائے بے انصافی اور ظلم کیا ہوتا تو آپ ہی سوچیں کہ کیا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ان کے طریقہ عمل کو سنت صالحہ کہتے اور اسے اسی ہیئت پر کبھی باقی رکھتے؟ نہیں۔

یہ تو آپ کا ارشاد گرامی تھا، اب آپ کا ایک مکتوب گرامی بھی دیکھئے، اس میں لکھتے ہیں

ثم إن المسلمين من بعده استخلفوا أميرين منهم صالحين فعملا بالكتاب و السنة و أحييا السيرة و لم يعدوا السنة ثم توفيا رحمهما الله (شرح نہج البلاغۃ ج ا ص ۲۴۷ لابن ابی الحدید)

آنحضرت ﷺ کے بعد مسلمانوں نے دو امیر (یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو یکے بعد دیگرے خلیفہ منتخب کیا، جو کہ نیکی کرنے والے تھے، پھر ان دونوں نے قرآن کریم اور سنت نبوی پر عمل کیا، اور اسے بہت خوبصورت طریق پر چلایا، ان دونوں نے حضور ﷺ کی سنت سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا تھا پھر وہ دونوں اس جہاں سے رخصت ہو گئے اللہ تعالی ان دونوں پر اپنی رحمت اتارے۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرات شیخین کریمین نے اپنے دور خلافت میں کوئی ظلم نہیں کیا تھا، اور نہ کسی کا کوئی حق غصب کیا تھا، اور نہ ہی کوئی ایسا کام کیا تھا جو سنت کے خلاف تھا، اگر ان بزرگوں نے کوئی ایسا کام کیا ہوتا تو کیا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ان بزرگوں کے بارے میں اس عقیدت کا اظہار کرتے اور ان دنوں کے لئے کبھی دعائے رحمت کرتے۔؟

خوش قسمت ہیں وہ مؤمنین جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس طریق پر عمل کرتے ہوئے ان سے محبت وعقیدت کا اظہار کریں، اور ان کے احسانات کو یاد کر کے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں، اور بڑے ہی بدبخت ہیں وہ لوگ جو قرآن وحدیث پر عمل تو دور، اور بہت دور، انہیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی بات پر بھی کبھی عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ الٹا ان بزرگوں کو برا کہنے کا بوجھ لیتے ہوئے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ افسوس صد افسوس

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ عامی سنی سے ایک شیعی کی گفتگو ہوئی سنی نے کہا کہ جب فدک پر جھگڑا تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت

میں اس کو کیوں نہ لے لیا؟ شیعی نے جواب دیا کہ جو چیز غصب کرلی جاتی ہے پھر ہم لوگ اس کو نہیں لیتے سنی نے جواب دیا کہ خلافت بھی تو غصب کرلی گئی تھی پھر اس کو کیوں لیا تھا (یعنی آپ چوتھے خلیفہ کیوں بنے) اس جواب پر شیعی دم بخود رہ گیا (الافاضات ج۴ ص۸۹)

☆☆☆...حدیث لَا نُورَثُ مَا تَرَکنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ کے راویان کرام

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے کیا یہ حدیث اکیلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں؟

الجواب...اس حدیث کے راوی اکیلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں، یہ بات اور بھی کئی اجلہ صحابہ سے مروی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے اگر یہ ان کی جہالت نہیں تو پھر وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

فَإِنَّ قَوْلَ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –: " لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ " رَوَاهُ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَالرِّوَايَةُ عَنْ هَؤُلَاءِ ثَابِتَةٌ فِي الصِّحَاحِ وَالْمَسَانِيدِ مَشْهُورَةٌ يَعْلَمُهَا أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، فَقَوْلُ الْقَائِلِ: إنَّ أَبَا بَكْرٍ انْفَرَدَ بِالرِّوَايَةِ، يَدُلُّ عَلَى فَرْطِ جَهْلِهِ أَوْ تَعَمُّدِهِ الْكَذِبَ.(منہاج السنۃ ج۴ ص۱۹۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہم انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے یہ حدیث حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعید حضرت عبدالرحمن حضرت عباس حضرت ابوہریرہ اور آپ کی

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی ہے نیز یہ حدیث صحاح، مسانید، کتب حدیث میں مشہور ہے جسے محدثین بخوبی جانتے ہیں اب شیعہ عالم کا یہ کہنا کہ یہ روایت منفرد ہے اس کی انتہائی جہالت ہے یا پھر عمداً جھوٹ بولتا ہے۔

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ) دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے اور صحابہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس حدیث پر کبھی انگلی اٹھائی ہو حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو آپ کی وراثت کے حقدار ہو سکتے تھے انہوں نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو، اور نہ ہی اس حدیث کو کبھی اور کہیں چیلنج کیا تھا اور اسی پر حضرات خلفاء راشدین (جن میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں) کا عمل اور فیصلہ رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ تو کبھی اس فیصلہ کو تبدیل کیا اور نہ کبھی آپ کے دور میں تقسیم وراثت کی کہیں بحث چلی تھی۔

أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي أَوْقَاتٍ وَمَجَالِسَ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَنْ يُنْكِرُهُ، بَلْ كُلُّهُمْ تَلَقَّاهُ بِالْقَبُولِ وَالتَّصْدِيقِ. وَلِهَذَا لَمْ يُصِرَّ أَحَدٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، وَلَا أَصَرَّ الْعَمُّ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، بَلْ مَنْ طَلَبَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخْبِرَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – رَجَعَ عَنْ طَلَبِهِ. وَاسْتَمَرَّ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ إِلَى عَلِيٍّ، فَلَمْ يُغَيِّرْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَقَسَّمَ لَهُ تَرِكَةً. (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۲۲۰)

اس روایت کو کئی صحابہ نے مختلف اوقات اور مجلسوں میں روایت کیا ہے ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس روایت کا انکار کیا ہو بلکہ ہر ایک نے اسے قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی نے بھی اور نہ آپ کے چچا نے میراث کے لئے اصرار کیا بلکہ ان میں سے اگر کسی نے میراث مانگی تو اسے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی

خبر دی گئی تو انہوں نے اپنے مطالبہ ترک کر دیا۔ یہ معاملہ خلفائے راشدین کے عہد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک ایسا ہی رہا اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی گئی اور نہ ہی آپ کا ترکہ تقسیم کیا گیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶)۔ محدث حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے (دیکھئے ج ۴ ص ۲۲۴) اور امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند ابی حنیفہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے (دیکھئے ص ۵۷) اسے روایت کیا ہے

حضرت علامہ سید محمود شکری آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۲ھ) لکھتے ہیں

أن أبا بكر إنما منع ورثة النبي – صلى الله عليه وسلم – عن الميراث للنص ولم ينفرد هو برواية الحديث. فإن حذيفة بن اليمان والزبير بن العوام وأبو الدرداء وأبو هريرة أيضا رووه. وأخرج البخاري في صحيحه عن مالك بن أوس البصري أن عمر بن الخطاب قال بمحضر من الصحابة وفيهم علي والعباس وعثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبير بن العوام وسعد بن أبي وقاص: "أنشدكم بالله الذي بإذنه تقوم السماء والأرض أتعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم – قال: لا نورث ما تركناه صدقة، يريد بذلك نفسه؟ قالوا: نعم، ثم أقبل على علي والعباس فقال: أنشدكما بالله هل تعلمان أن رسول الله– صلى الله عليه وسلم قد قال ذلك؟ قالا: نعم" (السیوف المشرقۃ ص ۵۳۰ طبع قاہرۃ ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صرف اکیلے اس حدیث کے راوی نہیں ہیں، بہت سے دیگر صحابہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح

میں مالک بن اوس بصری سے (ایک طویل) روایت بیان کی ہے (اس میں ہے کہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں جن میں حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (یا نہیں) کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے سب نے کہا بے شک (آپ نے یہ بات فرمائی ہے) پھر حضرت عمر فاروق حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں بھی خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ بات نہیں جانتے انہوں نے کہا ہاں بیشک جانتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکیلے ہی اس روایت کے راوی نہیں دیگر اجلہ صحابہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور ان میں حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر ان دونوں بزرگوں نے اس کی تصدیق بھی فرمائی ہے اور یہ تصدیق بھی مجلس عام میں ہوئی ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں

اس روایت کے اس قدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اس قدر راوی ہوں گے اور پھر ان میں بھی اکثر وہ لوگ ہیں جو مبشر بالجنۃ ہیں (یعنی جن کو لسان نبوت نے جنت کی بشارت سنائی ہے) اور پھر ان میں سے بھی ایک حضرت علی مرتض رضی اللہ عنہ ی تو ایسے ہیں کہ ان اکیلوں کی روایت لاکھوں کے برابر ہے خصوصا شیعوں کے نزدیک کہ ان کے ہاں ان کی روایت کا غلط ہونا محال ہے چہ جائے کہ مؤکد بالقسم ہو۔

بہر حال شیعوں کے طور پر تو اس روایت کی صحت اور اس روایت کا اعتبار کلام اللہ کی صحت اور اعتبار سے کم نہیں پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کب

ہو سکے ہے۔ کہ ایسی روایت پر عمل نہ کریں اور اس کا اعتبار نہ کریں اور اہل سنت کے طور پر خود ظاہر ہی ہے کہ اس کے سب راوی بڑے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ایک کا کہنا بھی ہزاروں کے کہنے کے برابر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی اس درجہ کی صحیح اور معتبر ہے کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابری کرتی ہے کیونکہ یہ جماعت کی جماعت جس کا مذکور ہوا قطع نظر اس کے کہ ایک جماعت کثیر ہے، ان میں ایک ایک ایسا ہے کہ اس کا کہا مفید یقین اور خبر متواتر کی برابری کرتا ہے چہ جائے کہ جس کے مجموعہ کو لحاظ کیجئے القصہ بوجہ کثرت رواۃ وصدق ودیانت راویان توصحت واعتبار حدیث (ماترکنا صدقتہ)کا یہ حال ہے کہ اول تو اس روایت کے اس قدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اس قدر راوی ہوں گے اور پھر وہ بھی ایسے ایسے جلیل القدر صحابی ۔ اور اگر بوجہ موافقت آیات واحادیث دیکھئے تو آیات کا تو یہ حال ہے کہ خود آیت (یوصیکم اللہ)ہی جس کی مخالفت کے بھروسے علماء شیعہ بہت کودتے ہیں اس کے موافق ہے، مخالف نہیں۔

(ہدایۃ الشیعہ ص ۴۲۱)

ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ یہ حدیث خود شیعہ علماء نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کی ہے۔

یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت قابل قبول ہوتی ہے۔ شیعہ عالم عبد اللہ مشہدی اپنی کتاب اظہار الحق میں لکھتا ہے

ماحدثتکم به حذیفة فصدقوه (تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۳۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تم سے جو حدیث بیان کریں تم اس کو سچ جانو

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۶ھ)لکھتے ہیں

اس حدیث کے راوی اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نہیں، کتب صحاح ملاحظہ

ہوں ،اسی وجہ سے یہ حدیث مجتمع علیہا ہے، امہات المؤمنین میں سے کسی نے اسے سننے کے بعد مطالبہ میراث پر اصرار نہ کیا، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے چچانے۔ اور تمام خلفاء اربعہ کے عہد میں اسی حدیث پر عمل رہا حتی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں اس میں ذرہ بھر تغیر نہیں کیا تاہم بالفرض اگر اس کے راوی صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہوں تو بھی یہ حدیث بوجہ سامعین میں سے کسی کے انکار نہ کرنے کے یعنی بباعث اجماع سکوتی کے حد تواتر اور قطعیت تک پہنچتی ہے (تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۴۲)

ہم شیعہ علماء کے اس بیان سے ہر گز متفق نہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مطالبے کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کی مدد کریں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ نہ دیا تھااور گھر کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے تھے اس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا

قالت: لأمير المؤمنين عليه السلام:يا بن أبي طالب، اشتملت شملة الجنين، وقعدت حجرة الظنين، نقضت قادمة الأجدل فخانك ريش الأعزل (احتجاج طبرسی ج ا ص ۱۲)

مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائباں در خانہ گریختہ (حق الیقین ج ۲ ص ۱۲۵ ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۱۳۱)

اے علی تم ماں کے رحم کے بچے کی طرح چھپ گئے ہو اور ذلیلوں کی طرح گھر میں گھس آئے ہو۔

ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غم وغصہ کا ذکر میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے یہ بھی کہا کہ

جس طرح بچہ ماں کے رحم میں چھپا ہوتا ہے اسی طرح تم بھی چھپ گئے اور

مثل تہمت زدوں کے گھر میں چھپے بیٹھے ہو اور بعد اس کے کہ تم نے زمانے کے بہادروں کو ہلاک کیا، اور ان کی کثرت کی پروانہ کرتے ہوئے مقابلے میں ان کی شوکت خاک میں ملائی، اب تم ان نامردوں اور ذلیلوں سے مغلوب ہو گئے ہو

هذا ابن أبي قحافة يبتزني نحيلة أبي وبلغة ابني، لقد أجهر في خصامي، وألفيته ألد في كلامي،

یعنی ابو قحافہ (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹوں کی معاش مجھ سے چھینے لیتا ہے اور بآواز بلند مجھ سے جھگڑتا ہے، انصار میری مدد نہیں کرتے، اور مہاجرین نے اپنے آپ کو مجھ سے علیحدہ کر لیا ہے، اور سب لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں ہیں

فلا دافع ولا مانع، خرجت كاظمة، وعدت راغمة، أضرعت خدك يوم أضعت حدك، افترست الذئاب وافترشت التراب،

نہ ان کا کوئی دفع کرنے والا ہے نہ کوئی میرا مددگار ہے۔ میں باہر خشمناک گئی اور غمناک ہو کر واپس آئی (اے علی) تم نے اپنے آپ کو ذلیل کیا، بھیڑیے پھاڑتے ہیں، اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہیں (**ليتني مت قبل هنيئتي، ودون زلتي**) کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی افسوس میرے حال پر جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے رخصت ہو گیا اور میرا مددگار سست ہو گیا، اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں اور میری فریاد خدا سے ہے

شكواي إلى أبي، وعدواي إلى ربي (بحار الانوار ج ۲۹ ص ۲۳۴ ش)

سابق شیعہ عالم محسن الملک نواب محمد مہدی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۵ھ) لکھتے ہیں

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جناب امیر المؤمنین (حضرت علیؓ) نے کچھ بھی آپ کی (یعنی حضرت سیدہ فاطمہؓ کی) مدد نہیں فرمائی، اور اس تمام مصیبت کے وقت میں آپ گھر میں چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہؓ نے خود

ہی کیا، وہی دعوی کرنے کے لئے تشریف لے گئی، انہیں سے سوال وجواب کئے، انہیں نے جو کچھ سنانا تھا سنایا، اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ آپ فرماتی ہیں کہ خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس باہر آئی۔ اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنالیا بھڑیوں نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے اور حضرت علیؓ کے اس طرح علیحدہ رہنے سے جناب سیدہؓ کو وہ صدمہ پہونچا کہ جس پر آپ فرماتی ہیں کہ کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی اور اس حالت پر (حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا) اپنے والد کو یاد کرنے لگیں اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نہ کرنے اور اس کاروائی میں کچھ بھی حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر ان سے نہ رہا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سست ہو گیا میں اس کا شکوہ اپنے والد (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتی ہوں۔

جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی اس درد انگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں بیان کیا گیا کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے مباحثہ کیا اور فاطمہؓ کے وکیل کے نکال دینے پر ابو بکر صدیقؓ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلوں سے ان کا ظلم وستم ثابت کیا وہ سب جھوٹ ثابت ہوتی ہیں خصوصا وہ روایتیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مواجہہ شریف میں جناب امیر نے شیخین سے مباحثہ کیا اور ملامت کی تھی (باغ فدک ص ۱۷۸)

اب اس بات کا جواب دینا شیعہ علماء پر لازم ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس (بقول ان کے) طلب میراث کے لئے گئی تھیں تو اس وقت حضرت علی

مرتضی رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ جانے کے بجائے گھر میں (بقول شیعی روایات) چھپ کر کیوں بیٹھ گئے تھے؟ آپ تو (شیعہ عقیدہ کی رو سے) مافوق الفطرت طاقت رکھنے والے بزرگ تھے آخر انہوں نے اس وقت ان کی اعانت و نصرت کیوں نہیں کی تھی؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مذکورہ الفاظ کی شدت بتاتی ہے کہ آپ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ دینے اور (شیعہ روایات کی رو سے) ان کے ہمراہ نہ جانے کی وجہ سے ناراض ہوئی تھیں۔ حضرت علی مرتضی نے خود بھی ان کی ناراضگی کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

نهنهي عن وجدك يا ابنة الصفوة، وبقية النبوة، (احتجاج طبرسی جزء ۱۲ ص ۲)

اے برگزیدہ موجودات کی صاحبزادی، اور اے نبوت کی یادگار، مجھ پر ناراض نہ ہو

(نوٹ) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی اس معذرت میں وجدک ــــ کا لفظ دھیان میں رہے، یہ وہی لفظ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل ہوا ہے اور شیعہ علماء اس لفظ کو لے کر جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر گرجتے برستے ہیں کیا وہ یہاں بھی اس شعلہ بیانی کا مظاہرہ کریں گے؟ (حاشیہ ۱)[1]

[1] **ایک شبہ اور اس کا ازالہ**

کسی کے دل میں یہ خلجان رہے کہ روایات میں بتصریح مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غصہ ہو گئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری میں فوجدت فاطمۃ واقع ہے اور وجدت جیسا بمعنی غضبت ہے جو غصہ پر دلالت کرتا ہے ویسا ہی بمعنی حزنت بھی ہے جو حزن و غم پر دلالت کرے چنانچہ قاموس وغیرہ کتب لغت نایاب نہیں جسے تامل ہو دیکھ لے، پھر کونسی ضرورت ہے کہ وجدت بمعنی غضبت ہی لیجئے اور خواہی نخواہی حضرت فاطمہؓ کا غصہ ثابت کیجئے اور اگر کوئی وہمی یوں تکرار کرے کہ ہم نے مانا وجدت دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کے بعد اگر کلمہ علیٰ ہوتا ہے تو غصہ ہی معنی ہوتے ہیں، ہاں اس کے صلہ میں حرف با واقع ہو تو پھر معنی حزن کی گنجائش ہے مگر اس مقام میں وجدت کے بعد صحیح مسلم میں فقط علی ابی بکر ہی واقع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وجدت بمعنی

استغفر اللہ العظیم ... ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتے کہ حضرت فاطمہ الزہراءرضی اللہ عنہا جیسی وفاشعار اور دیندار خاتون کی زبان کبھی اس قسم کے گھٹیا الفاظ سے آلودہ ہوئی ہوں۔ اور خاتون جنت نے اپنے شوہر کو اس طرح طعن و تشنیع کرکے شرمندہ کیا ہو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زبان سے اپنے شوہر نامدار کے لئے اس قسم کے الفاظ کبھی نہیں نکل سکتے ہیں۔ افسوس کہ شیعہ علماء نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنی دلی بھڑاس اور غصہ نکالتے نکالتے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ محترمہ کی عزت کا بھی کوئی پاس ولحاظ نہیں رکھا اور ان پر بھی بے ہودہ اور اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرنے کی تہمت باندھ دی۔ فالی اللہ المشتکی

شیعہ علماء خاندان نبوت پر کس قسم کے رکیک اور گھٹیا حملے کرتے ہیں اور ان کے کردار پر کس طرح طعن و تذلیل کرتے ہیں۔ لگے ہاتھوں اسی مسئلہ فدک میں دیکھ لیجئے

ملا باقر مجلسی شیعی (۱۱۱۱ھ) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے روایت لکھتا ہے کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوگئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور فدک کا مطالبہ کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

غضبت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عندیہ کے موافق دوسرے کے کلام کے معنی سمجھتا ہے اسی واسطے روایت بالمعنی اول تو ہر کسی کی مقبول نہیں، اور مقبول بھی ہو تو ہم پایہ روایت باللفظ نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ حقیقت الامر کچھ اور ہو، اور راوی کچھ اور سمجھ گیا ہو... ممکن ہے کہ کہنے والے نے فقط وجدت فاطمۃ کہا ہو اور سننے والے نے بایں خیال کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی کبیدگی کو بوجہ غضب سمجھ رہا تھا وجدت کو بمعنی غضبت محمول کرکے روایت کے وقت روایت بالمعنی کی ہو، اور اپنے فہم کے مطابق لفظ علی ابی بکر بھی زیادہ کر دیا ہو بہر حال جب تک احتمالات صحیحہ پیدا ہو سکیں تب تک اہل عقل کو لازم یہی ہے کہ اہل کمال کی طرف سے بدگمان نہ ہوا کریں (ہدیۃ الشیعہ ص ۴۷۶)

ہاں اس بات کا ضرور خیال رہے کہ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی معنی مراد لئے جاسکتے ہیں اور اس کی جواب دہی بھی شیعہ علماء کے ذمہ رہے گی۔

گھر لوٹ آئیں، حضرت علیؓ نے پھر انہیں جانے کو کہا، وہ دوبارہ گئیں اور واپس لوٹ آئیں، تو حضرت علیؓ نے ایک سواری پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سوار کیا اور ساتھ ہی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بھی لیا اور مدینہ کے ایک ایک گھر کے سامنے فریاد کے لئے انہیں لے گئے اس فریاد میں ان کا سارا دن گزر گیا، دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اسی طرح ان لوگوں کو در در پھرایا، پھر تیسرے روز بھی یہی کیا، اور یہ معاملہ (دو تین کی بات نہیں) پورے چالیس دن... جی ہاں... پورے چالیس دن رہا حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے معصوم بچوں کو مہاجرین وانصار کے در در پھراتے رہے کہ فدک پر ہمارا حق ہے، تم لوگ فدک دلانے میں ہماری مدد کرو

ثم خرجت وحملها علي على أتان عليه كساء له خمل، فدار بها أربعين صباحا في بيوت المهاجرين والانصار والحسن والحسين عليهما السلام معها، وهي تقول: يا معشر المهاجرين والانصار ! انصروا الله وابنة نبيكم ... فما أعانها أحد ولا أجابها ولا نصرها --الخ (بحار الانوار ج۲۹ ص۱۹۱ ش)

کچھ اسی طرح کا معاملہ خلافت کے بارے میں بھی ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے دونوں بیٹوں کو ایک دراز گوش (یعنی گدھے) پر سوار کرا کر لوگوں کے دروازوں پر جا کر اپنا حق مانگتے رہے، مگر سوائے تین چار آدمیوں کے کسی نے بھی ان کی بات نہیں سنی تھی۔

فلما كان الليل حمل علي (عليه السلام) فاطمة (عليهاالسلام) على حمار وأخذ بيد ابنيه الحسن والحسين (عليهما السلام) فلم يدع أحدا من أصحاب رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) إلا أتاه في منزله فناشدهم الله حقه، ودعاهم إلى نصرته فما استجاب ...(بحار الانوار ج۲۸ ص۲۶۷)

اب آپ ہی بتائیں کہ کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ محض دولت اور جائداد کے حصول کے لئے خاتون جنت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو اس طرح در در کی ٹھوکریں کھلاتے رہے تھے، اور فقیروں کی طرح مدینہ کے ہر گھر کے آگے جاجا کر جائداد اور خلافت نہ ملنے کی فریاد کرتے رہے تھے اور کئی دن تک یہ سب تماشا ہوتا رہا تھا۔ (استغفر اللہ)

پھر ہم کیا اس بات کا تصور بھی کر سکتے ہیں کہ خود خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایک باغ کے حصول کے لئے اس طرح کی (معاذ اللہ) تکلیف برداشت کرنے کو تیار تھیں کہ ان کے شوہر (حضرت علی مرتضیٰؓ) ان کے دو بچوں (حضرات حسنین کریمینؓ) کے ساتھ انہیں کئی دن گلی گلی پھراتے رہے اور آپ بھی در در جا کر فریادیں کرتی رہیں کہ میرا حق دلانے میں میری مدد کرو... اناللہ وانا الیہ راجعون

سچی بات تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ سبائی (یعنی ابن سبا یہودی اور اس کی ذریت کے) ذہن کی پیداوار ہے اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اجلہ صحابہ کو کچھ اس طرح بدنام کیا جائے کہ اس سے آپ کی ذریت طاہرہ بھی نشانہ پر رہے۔

لیجئے اسی سلسلے کا ایک اور واقعہ بھی دیکھتے جایئے

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ حاکم بن گئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے میراث مانگا، حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حدیث نبوی سنائی اور آپ واپس ہو گئیں، پھر حضرت فاطمہؓ دوبارہ اکیلی واپس حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئیں اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پاس لوگوں کا ایک بڑا مجمع تھا حضرت فاطمہؓ نے اس مجمع کے سامنے ایک طویل خطبہ دیا اس میں علاوہ اور باتوں کے اور کیا کہا؟ اسے شیعہ عالم آفتاب حسین جوادی شیعی سے سنئے۔ موصوف خطبہ فدک نامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

> اپنے شوہر نامدار حیدر کرار کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے وقت کے حکمراں مہاجرین وانصار اور خواتین کے سامنے شدید

احتجاج کیا ہے (خطبہ فدک ص ۵ طبع کراچی)

شیعہ علماء نے حضرت فاطمہؓ کے جس احتجاج کا ذکر کیا ہے پیش نظر رہے کہ یہ احتجاج حضور ﷺ کے وصال کے چند روز (دس دن کے) بعد کا بتایا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت فاطمہؓ کے اس احتجاج میں ہمیں ان کے شوہر نامدار حضرت علیؓ کہیں نظر نہیں آتے ؟ اور نہ ہمیں حضرت عباسؓ کہیں دکھائی دیتے ہیں، اور نہ ہی حضرت مقداد حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کی حمایت میں وہاں کھڑے دکھائی دیتے ہیں شیعہ علماء کے بیان کردہ اس واقعہ سے حضرت فاطمہؓ کی جو تصویر نظر آتی ہے کیا کوئی مسلمان اسے کسی صورت بھی قبول کر سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ مولانا سید شاہ ولایت حسین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ) لکھتے ہیں

> ہم شیعہ علماء سے پوچھتے ہیں کہ اگر مقتضائے محبت نبوی یہی تھا کہ سب لوگ نوحہ وماتم میں آگے رہتے اور ایسے سخت ترین حادثہ کا کم سے کم دس بیس دن تو سوگ اور نوحہ وماتم کرتے تو فرمایئے جناب سیدہ جن کے غم والم کی کوئی حد نہیں تھی وہ کیوں طلب میراث کے لئے ایک عام مجمع کے وقت خدمت صدیقی میں وفات کے تیسرے چوتھے روز ہی تشریف لے گئیں اور بہت طول وطویل فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا اور حضرت صدیقؓ سے مناظرہ کیا جس کو مجلسی شیعی وغیرہ نے بحارالانوار میں نقل کیا ہے۔ کیا تین دن ہی میں سارا غم جاتا رہا اور کیا یہ حرص دنیا پر دال نہیں ہے ؟ حالانکہ بعد تحقق غلب شئے مغصوب کا لینا آپ کو حسب روایات شیعہ حرام تھا پھر حرام چیز کے لئے ماتم خانہ سے نکلنا اور سارے رنج وغم نوحہ وبکاء کو طاق پر رکھ دینا اور عام مجلس میں لوگوں کے سامنے اس طاقت لسانی سے حضرت صدیق اور تمام لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھنا بجز بے صبری اور حبّ دنیا کے اور کیا سمجھا جا سکتا

ہے؟ حالانکہ صراۃ النجاۃ از ملا باقر مجلسی میں ہے

از گناہان دعوی ومخاصمات ومطالبات خود را نزد حکام جور بردن۔۔۔

مگر پھر بھی آپ نے دعوی فدک سے اجتناب نہ کیا اور دنیا دنی کے لئے گناہ کا بار اپنے سر لیا سچ ہے۔ حبّ الدنیا راس کل خطیئۃ (معاذ اللہ) (کشف التلبیس ج۳ ص۱۹ طبع بھیرہ)

شیعہ علماء خاندان نبوت کے بارے میں جس قسم کے انتہائی نازیبا بلکہ گھٹیا بیانات اور واقعات منسوب کرتے ہیں اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس گروہ کا اصل مقصد خاندان نبوت کی عزت داغدار کرنا ہے اور عبد اللہ ابن سبا مصری کی روحانی ذریت سے ہم اس کے سوا اور کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ علامہ عبد الرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۶ھ) نے سچ کہا ہے

وغلو الرافضة فِي حب علي رضی اللہ عنہ حملهم عَلَى أن وضعوا أحاديث كثيرة فِي فضائله أكثرها تشينه وتؤذيه (تلبیس ابلیس ص۹۹)

رافضی گروہ نے حبّ علی میں اس قدر غلو کر لیا کہ ان کے فضائل میں بے شمار ایسی روایتیں گھڑ لیں جن میں سے اکثر ایسی ہیں جن سے حضرت علی کی برائی اور ایذا نکلتی ہیں۔

☆... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت نہ دی

شیعہ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی وراثت (فدک) کی بحث کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نہایت ہی گھٹیا قسم کے الزام لگاتے تو نہیں شرماتے مگر وہ اپنے عوام کو یہ بات کبھی نہیں بتاتے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت مانگی تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کیا کہا تھا؟

شیعہ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو سات باغات تھے وہ حضرت فاطمہؓ کی نگرانی میں تھے اور ان کے معاملات آپ دیکھتی تھیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی املاک اور ان

کے باغات اور دیگر زمینیں اس کے علاوہ تھیں۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میں حضور ﷺ کے ان باغات پر وراثت کا حق رکھتا ہوں، حضرت علی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ نہیں، یہ مجھے دے دیا گیا ہے اس لئے ان میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی، چنانچہ ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ ملا۔ شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) لکھتے ہیں

عن أبي الحسن الثانی علیه السلام قال: سألته عن الحیطان السبعة التی کانت میراث رسول الله صلی الله علیه وآله لفاطمة علیهما السلام فقال: لا إنما کانت وقفا وکان رسول الله صلی الله علیه وآله یأخذ الیه منها ماینفق علی أضیافه والتابعة یلزمه فیها، فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمة علیها السلام فیها فشهد علي علیه السلام وغیره أنها وقف علی فاطمة علیها السلام وهی الدلال، والعواف، والحسنی والصافیة وما لام ابراهیم والمیثب والبرقة (فروع کافی ج۳ص۲۷)

احمد بن محمد نے امام موسی کاظم سے ان سات باغات کے بارے میں سوال کیا کہ جو حضرت فاطمہ کے پاس حضور ﷺ کی میراث تھے تو امام موسی کاظم نے کہا کہ وہ میراث نہ تھے وہ تو وقف تھے حضور ﷺ ان میں سے اتنا لیتے تھے جتنا مہمانوں کی ضرورت ہوتی تھی جب حضور ﷺ وصال فرما گئے تو حضرت عباس ان باغات کے متعلق حضرت فاطمہ سے جھگڑنے لگے (کہ ان پر ان کا بھی حق ہے) پھر حضرت علی وغیرہ نے اس پر گواہی دی کہ وہ وقف ہیں حضرت فاطمہ پر اور وہ سات باغات یہ تھے دلال، عفاف.....الخ

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ کیا حضور ﷺ نے یہ تمام باغات اور اس کی آمدنیاں اس پیاری صاحبزادی کو دے دی جن کو خود حضور ﷺ نے انتہائی ضرورت کے موقع پر بھی

ایک غلام یا لونڈی نہ دی تھی بلکہ اس کے برعکس آپ نے انہیں وظائف تسبیح ارشاد فرمائے تھے کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اپنی عفت مآب زاہدہ صاحبزادی کو مال دینے کی اتنی فکر تھی؟ اور آپ انہیں امیر دیکھنا چاہتے تھے جبکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی زمینیں اور باغات اس کے علاوہ تھے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا احتشام الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

اصول کافی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سات گاؤں بلاشرکت غیرے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے قبضے میں تھے... ان سات گاؤں میں (حضور ﷺ کے چچا) حضرت عباسؓ نے میراث کا دعوی کیا تھا مگر جناب سیدہؓ نے ایک حبہ بھی ان کو نہ دیا اور وہی جواب دیا جو خلیفہ اولؓ نے فدک کے معاملہ میں کیا تھا یعنی یہ کہہ دیا کہ یہ وقف ہیں ان میں میراث جاری نہ ہوگی اور پھر حضرت علیؓ نے گواہی دی کہ یہ گاؤں فاطمہ پر وقف ہیں اور ان سات گاؤں کی بہ نسبت جناب سیدہ ایک وصیت نامہ لکھ گئی تھیں کہ میرے بعد علیؓ قابض رہیں گے ان کے بعد حسنؓ پھر حسینؓ پھر جو حسینؓ کی اولاد میں بڑا ہو مقداد اور زبیرؓ کی اس پر گواہی دی ہے حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے جس کی نقل کافی میں موجود ہے۔ اولاد حسن کو جناب سیدہؓ اس جائداد سے محروم کر گئیں (نصیحت الشیعہ ج ا ص ۱۰۲ طبع ۱۳۱۲ھ مکتبہ صدیقیہ ملتان)

جب حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ سے کچھ خرچ اخراجات زیادہ مانگے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ انہیں دنیا کا مال عزیز ہے تو وہ لے کر جا سکتی ہیں، ور اگر انہیں خدا اور اس کا رسول عزیز ہے تو اللہ نے ان کے لئے بڑا اجر رکھا ہوا ہے, چنانچہ ازواج مطہرات نے دنیاوی مال کو ٹھکرا دیا اور اللہ اور اس کے رسول کو پسند کر لیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کو اپنی صاحبزادی کے متعلق (معاذ اللہ) کبھی یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ آپ انہیں اس قدر مال (سات باغات، اور اور بقول شیعہ علماء فدک یعنی آدھی دنیا کی زمینیں یا ایک بہت بڑی جائداد

اور پھر ان سب کی آمدنیاں) دے کر جارہے ہیں؟ حیرت کی بات ہے کہ حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے لئے تو ان دنیاوی چیزوں کو ناپسند فرمائیں اور اپنی عزیز ترین صاحبزادی کے لئے نہ صرف یہ کہ بصد شوق سب کچھ پسند فرمائیں بلکہ اسے خدا کا حکم بھی بتائیں۔ فیا للعجب.

شیعہ علماء کا حضور اکرم ﷺ کی یہ تصویر پیش کرنا کہ آپ کی نبوت کا مقصد معاذ اللہ اپنی اولاد کو مال دار ہی نہیں، آدھی دنیا کا مالک بنانا تھا، عقل و خرد سے عاری لوگوں کے سوا اور کس کا کام ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالی نے آپ کو عقل جیسی نعمت سے کچھ بھی حصہ دیا ہے تو آپ سوچیں کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام سے اسلام کی نصرت اور خدمت کے لئے موقع بموقع اپیلیں کرتے رہے ہیں، اور انہیں راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کی بار بار ترغیب اور تلقین کرتے رہے، اور صحابہ کرام اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کاٹ کر بلکہ فقر و فاقہ برداشت کرتے ہوئے اپنا سب کچھ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ترغیب و تحریص پر قربان کرتے رہے اور انہوں نے ہمیشہ ہی اللہ کی رضا اور اسلام کی محبت میں اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا تھا جس پر اللہ کا قرآن گواہ ہے کہ اللہ نے بھی ان کی ان قربانیوں کو سراہا اور ان کے حق میں بشارتیں سنائیں۔

اب غور کیجئے کہ شیعہ علماء کا یہ دعوی اگر مان لیا جائے کہ حضور ﷺ نے اس حد درجہ عسرت اور تنگی کے دور میں بھی فدک کی ساری جاگیر (بلکہ اور بھی بہت کچھ) اور اس کی آمدنیاں (جو بقول شیعہ علماء چوبیس ہزار دینار سالانہ تھیں) اپنی حیات ہی میں صرف اور صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی کہ وہ اس مال سے مستفید ہوتی رہیں۔ کیا یہ بات کسی کی عقل میں آسکتی ہے؟

غزوہ تبوک (۱۰ ہجری مطابق ۶۳۰ عیسوی) کے موقع پر اہل اسلام نہایت تنگی اور آزمائش سے گزر رہے تھے، مالی تنگی، سفر کی طوالت اور سامان کی کمی کی بناء پر اس کا نام ہی جیش العسرۃ

پڑ گیا تھا اس وقت جن کے پاس جتنا کچھ تھا سب حضور ﷺ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا تھا ایسی تنگی اور عسرت کے ہوتے ہوئے کیا کوئی شخص یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت ایک بڑی (بلکہ بہت بڑی) جاگیر و جائداد کی مالک تھیں اور اس کی سالانہ کئی ہزار دینار آمدنی ان کی خدمت میں پہنچتی رہتی تھیں۔ قرآن و حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ سب کچھ لے آئے، مگر شیعہ کتابوں میں ایک روایت بھی ہماری نظر سے ایسی نہیں گزری جس میں بتایا گیا ہو کہ غزوہ تبوک کے موقع پر اس عسرت اور تنگی میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آمدنیوں میں سے کیا کچھ پیش کیا تھا؟؟

اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فدک کی اتنی بڑی جائداد اور اس کی آمدنیاں صرف اور صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کر دی تھی جبکہ صحابہ کرام فقر اور تنگی میں دن گزارتے رہے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ غیر مسلم تو رہے ایک طرف خود مسلمانوں کے ذہنوں پر حضرت نبی آخر الزمان سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا تصور پیدا ہو گا؟ کہ صحابہ کے بچے بچیاں تو اسلام کے لئے بھوک اور فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے رہے جبکہ دوسری طرف اللہ کا رسول ﷺ سب کا خیال اور فکر چھوڑ کر اپنی ایک صاحبزادی کے لئے اتنی بڑی جاگیر اور کئی ہزار دینار سالانہ آمدنی ہبہ کر رہے ہیں؟ اور وہ صاحبزادی (یعنی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) تمام مسلمانوں کی عسرت و تنگی کو دن رات دیکھنے اور سننے کے باوجود بڑے اطمینان سے اس ساری جاگیر کو اپنے اور اپنی اولاد نام کر لیتی ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدۃ نساء اھل الجنۃ کے بارے میں یہ بات قبول کر سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

راقم الحروف کو یہ کہنے میں کبھی کوئی تامل نہیں رہا کہ جن لوگوں نے صحابہ عظام کے بارے میں اس قسم کے قصے گھڑے ہیں اور اہل بیت نبوت کے نام پر مسلمانوں کے جذبات کو جس طرح بھڑکایا ہے وہ محض صحابہ کی دشمنی میں نہیں، بلکہ اس کا اصل اور حقیقی نشانہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات والا صفات اور آپ کے اہل بیت ہیں (استغفر اللہ و نعوذ باللہ)

سابق شیعہ عالم جناب محسن الملک نواب محمد مہدی علی خان صاحبؒ (۱۳۲۵ھ) لکھتے ہیں

اس زمانے میں جبکہ پیغمبر ﷺ نے (بقول شیعہ) فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے، یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اس وقت اسلام کی اشاعت، اور مسلمانوں کی حفاظت، اور کفار کے حملوں سے بچانے، اور ان پر جہاد کرنے اور وفود اور مہمانوں کو ٹھہرانے اور تحفہ وہدایا دینے کے لئے ضروری تھے بغیر کسی وقت کے ادا ہوسکتے اور موجودہ حالت اس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا ﷺ ۲۴ ہزار یا ۷۰ ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دیتے، اور کیا آنحضرت ﷺ کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین اور انصار اور عامۃ المسلمین کا خیال نہ کرکے اور ان کو تنگی اور افلاس میں چھوڑ کر جو کچھ آپ کے حصے میں آیا تھا (بشر طیکہ ہم اس کو آپ کا ذاتی حصہ سمجھیں) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دے دیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھے گا اور نہ پیغمبر خدا ﷺ کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائے گا... (آیات بینات ج ۲ ص ۲۶۳)

جب ہم حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ آپ نے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی اس کا عمدہ سبق سکھلایا اگر خمس ملا تو اس میں صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اپنے عزیزوں کے لئے لے کر باقی سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتوں میں صرف فرمادیا اگر فئے میں سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اس کی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ میں خرچ کی نہ یہ کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت مبارکہ میں یہ پاتے ہوں کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنی رشتہ داروں کے لئے مخصوص

کر دیا اور اگر فئے میں سے کوئی بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی صاحبزادی کو دے دی اور ایسے وقت میں جبکہ مصیبت اور تنگی چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی ایک طرف تو مسلمان بے سوار کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقراء اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے نہ ان کے بدن پر پورا کپڑا تھا اور نہ ان کے پاس ہتھیار تھے کہ جہاد میں جس کی ضرورت ہوتی ہے ایسی حالت میں پیغمبر خدا ﷺ اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہوں اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہوں اس فکر میں کہ ان کے رشہ داروں کو آئندہ تکلیف نہ ہو اور ان کے بچے ان کے بعد تکلیف نہ اٹھاویں اور اس خیال سے ہزار ہا ہزار دینار کی جاگیر ان کے لئے علیحدہ کر دیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کی سیرت مبارکہ سے کس طرح مطابق ہو سکتی ہیں اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوں گی اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر پھر کیونکر پڑے گا۔ (آیات بینات ج ۲ ص ۲۷۲)

کیا ایسی تنگی کے زمانے میں کسی معمولی آدمی سے بھی جو کسی جماعت کی سرداری کا دعوی کرتا ہو یا کسی قسم کی اولو العزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ ملے وہ بجائے اس کے کہ ان اغراض و مقاصد میں کام لائے جو اس کے پیش نظر ہوں اپنے رشتہ دار کو دے دے اور پھر رشتہ داروں میں بھی سب کے ساتھ انصاف نہ کرے بلکہ سب کے حقوق تلف کر کے صرف ایک چہیتے فرزند کو دے دے تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اس کے لشکری اسے سردار مانیں گے یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت ان کے دل میں ہو گی یا سوائے خود غرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اس کی نسبت کیا جائے گا چہ جائے اس کے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جائے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق میں برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو اور جس کو خدا نے اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لئے بھیجا ہو

اور جس نے خود غرضی اور نفس پروری کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا ہو اور جس نے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو اور ان سے ہمیشہ اس کی تعمیل کرائی ہو اور جس کے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہوں جن کی زہد اور پرہیز گاری اور ترک دنیا پر خداوند تعالی نے اظہار خوشنودی اور رضا مندی فرمایا ہو اور جو فیض اور سخاوت اور دوسروں کے آرام دینے دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہوں اور دنیا کے تعلقات سے سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں زمین پر انسانوں میں ضرب المثل اور آسمانوں میں خدا کے فرشتوں کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی میں سارے دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوں کیا ایسے آدمی کی نسبت کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دے دے اور کیا اس کے عزیزوں سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت اور تنگی کی حالت میں چھوڑ کر جو کچھ اس کے باپ کا حصہ ہو اسے تنہا اپنے ئے اور اپن اولاد کے لئے لینا پسند کرے۔ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ در حقیقت اگر ہبہ کی روایت صحیح مانی جائے اور فدک کا خراج ۲۴ ہزار یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جائے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملے گا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا یہ ایک عمدہ ہتھیار دینا ہو گا حضرات امامیہ (یعنی شیعہ) اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ ان کو اس قسم کی باتوں کے برے نتائج سمجھ میں نہ آویں اور صحابہ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لئے جیسی روایتیں (اور حکایتیں) چاہیں بنا کر پیش کرتے رہیں مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور ہم اس قسم کے خیال سے جس سے پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی داغ آئے لاکھوں کوس بھاگتے ہیں۔

(ایضاص ۲۶۵)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالی نے انبیاء کرام کو اس بات سے بچائے رکھا کہ وہ اپنے پیچھے کسی کو دنیاوی چیزوں کا وارث بنائیں تا کہ کسی کے دل میں یہ خیال ہی نہ آئے کہ نبوت کا مقصد دنیاوی چیزوں کا حصول ہے کہ وہ نبوت کے نام پر خوب

مال و دولت جمع کرے، یا اس کی خواہش رکھے، اور پھر اسے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جائے۔ (معاذ اللہ)

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى صَانَ الْأَنْبِيَاءَ عَنْ أَنْ يُوَرِّثُوا دُنْيَا، لِئَلَّا يَكُونَ ذَلِكَ شُبْهَةً لِمَنْ يَقْدَحُ فِي نُبُوَّتِهِمْ بِأَنَّهُمْ طَلَبُوا الدُّنْيَا وَخَلَّفُوهَا لِوَرَثَتِهِمْ (منہاج السنۃ ج۴ ص۱۹۵)

انبیاء کرام اور دوسروں کے درمیان فرق یہ بھی ہے کہ اللہ نے انہیں دنیا کے وارث بننے سے پاک رکھا ہے تاکہ ان لوگوں کے لئے شبہ کی گنجائش نہ رہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء نے دنیا اس لئے مانگی کہ اسے اپنے بعد اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائیں۔

شیعہ علماء آخر اس سوال کا جواب دینے سے کیوں کتراتے ہیں کہ حضور ﷺ کی میراث پر صرف اور صرف اکیلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق کس طرح تھا؟ قرآن کریم اور حضور ﷺ کی احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کی ازواج اور آپ کے دوسرے عزیز اس سے کیوں کر محروم تھے؟ افسوس کہ ابن سبا کی روحانی اولاد نے حضرت امام محمد باقرؒ کے نام سے ایک روایت وضع کرلی اور کہا کہ حضور ﷺ کے مال کی وارث صرف اکیلی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، اور کوئی نہیں تھی

ابا جعفر علیه السلام یقول: (لا والله ماورث رسول الله صلی الله علیه واله العباس ولا علی علیه السلام ولا ورثته الا فاطمة علیها السلام (من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص۲۱۷)

اللہ کی قسم حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام رشتہ دار آپ کے وارث نہ ہوئے آپ کے مال کی وارث صرف اور صرف حضرت فاطمہ علیہا السلام ہی ہوئی تھیں

قرآنی آیت (یوصیکم الله فی أولاد کم... الایۃ) پڑھ پڑھ کر حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے والے شیعہ علماء کی زبانیں اس باب میں کیوں خاموش ہو جاتی ہیں؟ کیا اسلام اور شریعت نے ازواج اور اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں دوسرے اعزہ واقارب کا حق نہیں بتایا تھا؟ اور کیا معاذ اللہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اتنا بھی پتہ نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں تو دوسروں کا بھی حق بنتا ہے، میں اکیلی کس طرح اس سارے مال وجائداد کی مدعی ہو سکتی ہوں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا معاملہ عام امت کی میراث کی طرح ہوتا تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات اور آپ کے دیگر رشتہ دار بھی اس میراث میں برابر کے شریک ہوتے، اور ہر ایک کو شریعت کی رو سے ان کا حق ضرور ملنا چاہیئے تھا، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جس طرح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا کر مسئلہ واضح کیا اسی طرح آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج (جن میں آپ کی اپنی پیاری صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں) کو بھی یہی بات بتادی تھی کہ انبیاء کے چھوڑے ہوئے مال صدقہ ہوتے ہیں ان میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس کے بعد جس طرح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر کوئی بات نہیں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے بھی کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔

جناب عمرۃ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بعض ازواج نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا معاملہ کیا ہے؟ کیا ہمیں حصہ ملے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ ان سے جاکر کہو کہ اللہ سے ڈرو۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ ہم انبیاء جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب کا سب صدقہ ہوا کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ پیغام سن کر ازواج مطہرات نے سر تسلیم خم کر دیا اور پھر کوئی چیز طلب نہیں کی

أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»؟ قَالَ: فَرَضِينَ بِقَوْلِهَا، وَتَرَكْنَ ذَلِكَ (المصنف لعبد الرزاق ج۵

ص ۴۷۱)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فدک نامی علاقہ یا جاگیر حضور ﷺ کی اپنی ذاتی جاگیر نہ تھی کہ آگے اس کی وراثت کا معاملہ پیش آتا، اور اگر آپ کی ہوتی بھی تو آپ ہی کے ارشاد کے مطابق وہ میراث میں تقسیم نہیں ہو سکتی تھی، اور اگر واقعی انبیاء کی میراث تقسیم ہوتی تو اس پر صرف اکیلی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق نہ تھا آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور آپ کے دیگر قریبی عزیز بھی اس وراثت کے مستحق قرار پاتے تھے۔ اب جو لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دن رات یہ تہمت لگاتے ہیں کہ آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حق وراثت سے محروم کر دیا تھا بتایئے کیا وہ جھوٹ نہیں بولتے ؟

☆... فدک کے متعلق شیعہ علماء کا دوسرا موقف

شیعہ علماء جب فدک کو میراث نبوی بتانے میں کسی پہلو سے کامیاب نہیں ہوتے تو وہ پھر اس دعوی پر آجاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی فدک اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیا تھا اب یہ میراث نہیں، یہ تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنا مال تھا جو آپ ﷺ نے انہیں پہلے ہبہ کر دیا۔ آیئے ہم شیعہ علماء کے اس دعوی پر بھی ایک نظر ڈال لیں

☆... کیا حضور ﷺ نے فدک ہبہ کر دیا تھا؟

شیعہ علماء کا دعوی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جاگیر فدک کی مالکہ تھیں کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا، شیعہ عالم حسن بن یوسف بن مطہر حلی (۷۲۶ھ) لکھتے ہیں کہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی تھی

وَلَمَّا ذَكَرَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ أَبَاهَا رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَهَبَهَا فَدَكَ (منہاج الکرامۃ ج ۷ ص ۱)

اسی دور کے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ بات سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہے

آپ شیعہ علماء سے سوال کرتے ہیں کہ پہلے یہ تو طے کر لیجئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دعوی کیا

تھا؟میراث کا تھا؟ یاہبہ کا تھا؟ اگر آپ کا دعوی میراث کا تھا تو ہبہ کا دعوی غلط ٹھہرا۔ اور اگر ہبہ کا دعوی درست ہو تو پھر فدک کو میراث میں لانے کی بات کیسے صحیح ہو گی؟ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں کسی کو بھی فدک بطور ہبہ نہ دیا تھا اور نہ مرض الموت میں آپ سے یہ بات ثابت ہے۔ آپ لکھتے ہیں

أَنَّ فِي هَذَا الْكَلَامِ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبُهْتَانِ وَالْكَلَامِ الْفَاسِدِ مَا لَا يَكَادُ يُحْصَى إِلَّا بِكُلْفَةٍ، ... أَنَّ مَا ذُكِرَ مِنَ ادِّعَاءِ فَاطِمَةَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا – فَدَكَ فَإِنَّ هَذَا يُنَاقِضُ كَوْنَهَا مِيرَاثًا لَهَا، فَإِنْ كَانَ طَلَبُهَا بِطَرِيقِ الْإِرْثِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ، وَإِنْ كَانَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ هِبَةً فِي مَرَضِ الْمَوْتِ، فَرَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مُنَزَّهٌ، إِنْ كَانَ يُورَثُ كَمَا يُورَثُ غَيْرُهُ، أَنْ يُوصَى لِوَارِثٍ أَوْ يَخُصُّهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ حَقِّهِ، وَإِنْ كَانَ فِي صِحَّتِهِ فَلَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ هَذِهِ هِبَةً مَقْبُوضَةً، وَإِلَّا فَإِذَا وَهَبَ الْوَاهِبُ بِكَلَامِهِ وَلَمْ يَقْبِضِ الْمَوْهُوبُ شَيْئًا حَتَّى مَاتَ الْوَاهِبُ كَانَ ذَلِكَ بَاطِلًا عِنْدَ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ، فَكَيْفَ يَهِبُ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فَدَكَ لِفَاطِمَةَ وَلَا يَكُونُ هَذَا أَمْرًا مَعْرُوفًا عِنْدَ أَهْلِ بَيْتِهِ وَالْمُسْلِمِينَ، حَتَّى تُخَصَّ بِمَعْرِفَتِهِ أُمُّ أَيْمَنَ أَوْ عَلِيٌّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا –؟.(منہاج السنۃ ج ۴ ص ۲۲۹)

رافضی عالم ابن مطہر حلی کا بیان کردہ واقعہ جھوٹ بہتان اور گھٹیا باتوں کے سوا کچھ نہیں اسی طرح ان کے اور بھی بے شمار جھوٹ ہیں۔ (غور کریں) رافضی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فدک دینے کا جو دعوی کیا ہے یہ ان کے دعوی میراث کے متناقص ہے یعنی اگر آپ فدک کو وراثت میں

مانگ رہی تھی تو آپ کا ہبہ کا دعوی درست نہیں اور اگر یہ جاگیر آپ کو ہبہ میں دی گئی تھی تو پھر وراثت کا دعوی باطل ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ حضور ﷺ نے مرض الموت میں اسے ہبہ کر دیا تھا حالانکہ آپ ﷺ اس سے منزہ ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ دوسروں کی طرح آپ کا ترکہ ورثاء کے مابین تقسیم کیا گیا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ نے اپنی بیماری کی حالت میں حضرت فاطمہ ﷺ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے حق سے زیادہ مال کی وصیت کی، حالانکہ آپ اسی طرح وارث تھیں جس طرح دوسرے وارث تھے اور اگر آپ نے حالت صحت میں فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا تو وہ ہبہ قبضہ ہونا چاہئیے تھا، اس لئے کہ ہبہ کرنے والا اگر کوئی چیز ہبہ کرے اور جس کو وہ ہبہ کرے وہ اس پر قابض نہ ہو، یہاں تک کہ ہبہ کرنے والا فوت ہو جائے تو ایسا ہبہ جمہور علماء کے نزدیک باطل ہے۔

عجیب بات ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا اور سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے آپ کے کسی دوسرے اہل بیت اور مسلمانوں کو اس کا علم تک نہ ہوا۔

شیعہ عالم ذیشان حیدر جوادی صاحب اور ان کے استاد لکھتے ہیں کہ فدک تو حضور ﷺ کے عہد میں ہی حضرت فاطمہؓ کو دے دیا گیا تھا اور اس پر ان کا ہی تصرف تھا حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان سے جبراً چھین لیا تھا۔

پیغمبر نے یہ زمین فاطمہ کے حوالہ کر دی، وقت وفات نبی اکرم تک فدک انہیں کے ہاتھوں میں رہا اس کے بعد بقول ابن حجر خلیفہ نے اسے فاطمہؓ سے چھین لیا (فدک تاریخ کی روشنی میں ص ۲۴)

غور طلب بات ہے کہ اگر فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام ہبہ ہو چکا تھا اور آپ اسے اپنے

قبضہ میں لے چکی تھی تو پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا قاصد کس لئے بھیجا؟ یا آپ خود وہاں کیوں گئیں تھیں؟ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چالیس دن بچوں سمیت ایک دراز گوش (گدھے) پر سوار کرا کر مدینہ کی گلی گلی پھراتے رہے؟ اگر یہ بات سب کو معلوم تھی فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے اور وہ پہلے ہی آپ کے نام ہو چکا ہے تو آپ ہی بتائیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟

جوادی صاحب اور ان کے استاد نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ ابن حجرؒ نے یہ بات کہاں لکھی ہے کہ ''حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ سے چھین لیا تھا'' کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بندے یا فوج بھیج کر اس زمین پر قبضہ کر لیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مقرر کردہ بندوں کو نکال باہر کیا تھا؟ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بقول شیعہ علماء اس طویل ترین خطبہ میں کہیں فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زمینیں میرے حوالہ کر دیں تھیں تم لوگوں نے اس پر کیوں جبرا قبضہ کیا؟ اور ہمارے لوگوں کو نکال باہر کیا؟ یقین مانئے ایسا کچھ بھی نہیں ہے، شیعہ علماء کا یہ وہ جھوٹ ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ اسے ثابت کرنے میں ناکام ہی رہتے ہیں۔

بعض شیعہ علماء کا موقف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا مگر آپ چونکہ ہبہ کے نام پر فدک نہیں لے سکتی تھیں اس لئے آپ نے اپنا موقف بدل لیا اور ایک نئے عنوان سے فدک کا مطالبہ کر دیا اب وہ نیا موقف میراث کا تھا، ہبہ کا نہ تھا۔ فقیر سید محمد حسن قزوینی شیعی نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا جو تصور پیش کیا ہے اسے دیکھئے

> حضرت زہراء اپنے والد کی ملک سے ہبہ اور عطا کے عنوان سے فدک نہیں مانگ سکتی تھیں اس لئے انہوں نے میراث کا مطالبہ کر دیا اور صاحب حق کو جائز ہے کہ وہ اپنے حق کو ہر جائز طریقہ سے لینے کی جدوجہد کرے (فدک ص ۳۲ مترجم مطبوعہ تہران)

یعنی یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھی کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی ، تاہم انہوں نے محض اس زمین کے حصول کے لئے میراث کا دعوی کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور آپ معاذ اللہ یہ بھی بھول گئیں تھیں کہ آپ اکیلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کی وارث نہ تھیں، ازواج مطہرات اور دیگر اقرباء بھی آپ کے وارث تھے۔

ہمیں کسی بھی صحیح روایت میں یہ بات نہیں ملتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی یہ بات اٹھائی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کی زمین اپنی پیاری صاحبزادی کو ہبہ کر دی تھی۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو آپ ہی بتائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا اس پر چپ رہتے؟ اور جب (بقول شیعہ علماء) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں کئی بار گئیں تو آپ کے ساتھ ضرور جاتے اور گھر میں چھپ کر نہ بیٹھے رہتے؟ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے تھے؟ اور کیا وہ بھی نہ چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کا حق ملے؟ ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے پاک تھا۔ معلوم نہیں یہ بات شیعہ علماء کیوں نہیں سوچتے اور آپ پر اس قسم کا الزام لگاتے کیوں نہیں شرماتے۔

چلتے چلتے شیعہ عالم ذی شان حیدر جوادی کا یہ جھوٹ بھی دیکھتے جایئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فدک کو ہبہ کہتے تھے اور یہ بات اہل سنت کی صحاح میں لکھی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں

> اس کے علاوہ وہ روایت بھی قابل دید ہے جو صحاح اہل سنت میں موجود ہے کہ علی وعباس میں عمر کے زمانے میں فدک کے بارے میں جھگڑا ہوا، علی کا دعوی تھا کہ رسول نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور عباس رضی اللہ عنہا اس کے منکر تھے ان کا دعوی تھا کہ ملک رسول ہے اور میں اس کا وارث ہوں، عمر کے پاس معاملہ پیش ہوا اور انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اپنے حالات تم بہتر سمجھتے ہو میں نے تم دونوں کے حوالہ کر دیا۔ (فدک تاریخ کی روشنی میں ص ۵۲)

یقین کیجئے ایسی کوئی روایت صحاح میں نہیں، جس میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہا کا یہ دعوی موجود ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہیں منقول ہے کہ میں نے تم دونوں کو حوالہ کر دیا، جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

جب خود حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نفس دعوی کی کوئی روایت موجود نہیں، تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے دعوی کی روایت کا دعوی جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ سابق شیعہ عالم محسن الملک نواب محمد مہدی علی خان صاحبؒ (۱۳۲۵ھ) شیعہ علماء کو چیلنج دیتے ہوئے لکھتے ہیں

> جب نفس دعوی کی نسبت کوئی صحیح روایت ہی اہل سنت کے ہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں علماء امامیہ نے دکھایا ہے اس پر ثبت الجدار ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریریں اور وہ پر جوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں انہوں نے کی ہیں ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے (ولِلّٰہ درّہ وعلیَ اللہ اجرَہ)
>
> درایخجا فائدہ عظیمہ باید دانست ... در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است ودر مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آں طلبیدن کمال سفاہت ست (باغ فدک ص ۲۹)
>
> یعنی یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے

شیعہ علماء اس بات کا بھی دعوی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کرنے کی روایت کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نہیں ہے ابوسعید کلبی کی ہے ابوسعید کے ساتھ کلبی کے بجائے خدری

کا لفظ صرف فریب دینے کے لئے لگادیا گیا ہے۔ اور یہ حرکت ابوسعید کلبی کے شاگرد کوفہ کے عطیہ عوفی کی ہے اس کا شیخ محمد بن سائب کلبی ہے جو کبھی ابوسعید کے نام سے سامنے آتا ہے اور کبھی ابوہشام اور کبھی ابونصر کے نام سے اپنا تعارف کراتا ہے۔ اور عطیہ عوفی ابوسعید کہہ کر یہ تاثر دیتا ہے کہ روایت حضور ﷺ کے صحابی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے مگر حقیقت میں وہ ابوسعید کلبی کی ہوتی ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ صرف دھوکہ دینے کے لئے۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۱ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ

وقال أحمد: بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي فيأخذ عنه التفسير، وكان يكنى بأبي سعيد فيقول: قال أبو سعيد.قلت: يعنى يوهم أنه الخدري. (میزان الاعتدال ج۵ ص۱۰۱)

مجھے خبر ملی ہے کہ عطیہ ابوسعید کلبی کے پاس آتا اور ان سے تفسیر پڑھتا تھا اور ان کی کنیت ابوسعید بیان کرتا وہ کہتا کہ ابوسعید نے کہا میں کہتا ہوں کہ وہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ لوگوں کو وہم میں ڈال دے کہ یہ بات ابوسعید خدری نے بتائی ہے (حالانکہ یہ بات ابوسعید کلبی کی ہوتی ہے)

عطیہ کوفی کا شیعی ہونا بہت واضح ہے

قال أبو بكر البزار كان يعده في التشيع (تہذیب التہذیب ج۷ ص ۲۲۶)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وقال سالم المرادي: كان عطية يتشيع. وقال أحمد: ضعيف الحديث.وكان هشيم يتكلم في عطية. (میزان الاعتدال ج۳ص۸۰)

شیعہ علماء نے فدک کے ہبہ کرنے پر جن روایات سے استدلال کیا ہے آپ کو ان سب میں یہ عطیہ عوفی کوفی نظر آئے گا، سو فدک کے ہبہ کرنے کی بات اسی عطیہ کوفی اور اس کے شیخ ابوسعید کلبی نے کہی ہے صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نہیں۔ حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تھا اس وقت عطیہ عوفی کوفی کا والد بھی پیدا نہ ہوا تھا چہ جائے کہ عطیہ کوفی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہو اس لئے اس روایت کے باطل ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) اس روایت ہبہ پر لکھتے ہیں

قلت: هذا باطل، ولو كان وقع ذلك لما جاءت فاطمة رضي الله عنها تطلب شيئا هو في حوزها وملكها.وفيه غير على من الضعفاء. (میزان الاعتدال ج۳ص۱۳۵)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت باطل ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی فدک دے دیا ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس چیز کو مانگنے کیسے آتی جو ان کے قبضہ اور ملکیت میں پہلے سے ہی موجود تھا اس روایت میں علی بن عباس کے سوا اور بھی کئی راوی ضعیف ہیں۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

قلت: هَذَا لَا أصل لَهُ وَلَا يثبت بِهِ رِوَايَة أَنَّهَا ادَّعَت ذَلِك، وَإِنَّمَا هُوَ أَمر مفتعل لَا يثبت (عمدۃ القاری ج۱۵ص۲۰ش)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے اور ایسی کوئی باسند روایت نہیں ہے کہ جس سے فدک کے ہبہ ہونے کا دعوی ثابت ہو سکے پس یہ ایک من گھڑت بات ہے جو کبھی بھی ثابت نہیں ہو سکتی

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) شیعہ علماء کے فریب کے ضمن میں لکھتے ہیں

شیعہ علماء کی ایک جماعت بڑی چالاکی سے اہل سنت کی تفاسیر اور سیرت کی ان کتابوں میں جو علماء اور طلباء میں زیادہ معروف نہ ہوں یا نادر الوجود ہوں ایسی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں جو شیعہ مذہب کی تائید اور اہل سنت کے

مذہب کی تردید کرتی ہوں چنانچہ فدک کے ہبہ کا قصہ بعض تفسیروں میں شامل کر دیا اور اس طرح بیان کیا کہ جب آیت (وآت ذا القربی حقه) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فدک ان کو دے دیا مگر اس کو کیا کریں کہ ان کو جھوٹ بولنا بھی نہ آیا اور انہیں یہ تک یاد نہ رہا کہ یہ آیت تو مکی ہے، اس وقت فدک ملا ہی کہاں تھا، پھر اس آیت میں مساکین اور مسافروں کو بھی دینے کا حکم دیا گیا تھا اس کو اس عطا سے کیوں محروم رکھا آیت کے حکم کے مطابق تو ان کو بھی حصہ ملنا چاہئیے تھا تاکہ پوری آیت پر عمل ہو اس کے علاوہ (اعطاها فدک) سے ہبہ و تملیک ثابت نہیں ہوتی اس کے لئے ان کو وھبھا کا لفظ گھڑنا چاہئیے تھا۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۰۲ مترجم)

بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) شیعہ عالم عمار علی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

یہ اعتراض غصب فدک ایک پرانی بات ہے کچھ ملازمان مولوی (عمار علی) صاحب ہی کو نہیں سوجھی سارے شیعہ علماء اسے ہی گاتے رہے ہیں القصہ مولوی صاحب وہی پرانی قے چاٹتے ہیں جو اگلے اگلتے چلے آئے ہیں پر افسوس یہ ہے کہ ابتداء میں کسی نے یہ دروغ بے فروغ اگر زبان سے نکالا تھا تو جب تک علماء اہل سنت کو اس کی خبر بھی نہ تھی نکالا تھا لیکن جس وقت علماء اہل سنت نے جوابات دندان شکن سے شیعہ علماء کے دانت توڑ دئے تب تو غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو پھر کبھی منہ پر بھی نہ لاتے اگر صواقع اور صواعق کمیاب تھے تو بفضلہ تعالی تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظر بے بدل مولانا حیدر علی سلمہ ربہ کہ علماء لکھنؤ بھی ان کے سامنے بول گئے تھے کثرت سے موجود ہیں

ان میں اس دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے ان کو رد کرنا تھا جب کہیں اس بات کو زبان پر لانا تھا اگر خدا سے شرم نہ تھی تو کیا غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اٹھا دھرا۔ کیسا ہی کوئی نامعقول کیوں نہ ہو پر اپنی بات کا جواب معقول سن کر ایک دفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہے۔۔۔۔۔ سو عرض یہ ہے کہ ملازمان مولوی عمار علی صاحب کو تو کلام اللہ نہ یاد ہے نہ یاد ہو اگر یقین نہ ہو تو کوئی صاحب بھی پوچھ دیکھیں کہ یہ آیت کون سے پارے میں ہے بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہب مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیت کو فدک کے باب میں زبان پر بھی نہ لاتے بلکہ اگر ہم بھی کہتے جب بھی نہ مانتے وجہ اس سخن کی یہ ہے کہ یہ آیت کل دو جگہ کلام اللہ میں آئی ہے ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسری سورہ روم میں۔ سو دونوں کی دونوں خیر سے مکہ مکرمہ میں نازل ہو لیں تھیں علماء تو اس بات کو جانتے ہیں ہی پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں کلام اللہ موجود ہیں کھول کر دیکھ لیں ان دونوں سورتوں کے اول میں مکیۃ لکھا ہوا ہو گا اور اگر کوئی الٹی سمجھ کا مارا مصاحف کا بایں وجہ اعتبار نہ کرے کہ کلام اللہ تو سنیوں ہی کی سی کہے گا تو لیجئے شیعوں ہی کی گواہی موجود ہے طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے سورۃ الروم مکیۃ ... **الی قولہ فسبحان اللہ**۔ الآیۃ۔ یعنی علامہ طبرسی جس کے حوالہ سے یہ مذکور ہو گا کہ جب آیت فآت ذی القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیا، وہی تفسیر مجمع البیان میں رقم فرماتے ہیں کہ سورہ روم سوائے آیت **فسبحان اللہ** (آیت نمبر ۱۷) کے سب مکی ہے، اب کوئی شیعہ عالم سے پوچھے کہ مکہ میں فدک کہاں تھا؟ فدک تو ہجرت سے چھٹے ساتویں سال بعد رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں آیا

تھا اس صورت میں تو سنیوں کی معتبر کتابوں میں بھی اگر بتصریح یوں لکھ دیتے کہ یہ آیت بعد خیبر کی فتح کے نازل ہوئی ہے تب بھی اعتبار نہ کرنا تھا ۔(ہدیۃ الشیعہ ص ۲۴۲)

حضرت حجۃ الاسلامؒ نے اس کے بعد اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس آیت میں ذالقربی سے حضرت سیدہ اور حقہ سے مراد فدک مراد لیا جائے تو اس میں کئی محذور لازم آئیں گے جن کا پھر شیعہ علماء کے پاس بھی کوئی جواب نہ ہو گا (دیکھئے کتاب مذکور ص ۲۴۲ تا ۲۸۵)

حضرت الاستاذ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں

یہ امر صحیح نہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں باغ فدک حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا ہبہ کی تمام روایات اسنادا صحیح نہیں، اور بیشتر وضاع وکذاب قسم کے راویوں پر مشتمل ہیں (عبقات من باب الاستفسارات ج ا ص ۱۸۹)

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۶ھ) لکھتے ہیں

سیدۃ النساء سے فدک کے متعلق ہبہ یا وصیت کے دعوی کو منسوب کرنا اسلئے بھی محض افتراء وبہتان ہے کہ اس زمانہ میں محل بحث میں (معاذ اللہ) موجودہ زمانے کے وکلاء کی طرح خود غرضی اور لالچ کے بناوٹی اور جعلی مسودہ برداری نہ تھی کہ دعاوی متناقضہ سے کام لیا جائے سیدۃ النساء کا مطالبہ اگر بطریق ارث (یعنی وراثت) تھا تو ظاہر ہے کہ بطرز ہبہ نہیں ہو سکتا اور نہ بالعکس۔ پھر ہبہ یا قبضہ دونوں کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی ثبوت چاہئیے یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت جو یہاں پر مفقود ہے۔(تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۴۶)

ابو سعید کلبی نامی راوی کی ان تمام روایتوں پر بحث کرتے ہوئے قاضی عبد الجبار صاحب، لکھتے

ہیں کہ اس باب میں جتنی بھی روایات مروی ہیں وہ سب کی سب درست نہیں ہیں

أن كثر ما يروون في هذا الباب غير صحيح (المغنی ص)

اللہ تعالی سابق شیعہ عالم نواب محمد مہدی علی خان صاحب (۱۳۲۵ھ) کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس قسم کی تمام روایات کو سندا اور متنا کھنگالا اور شیعہ علماء کی اس دعوی کی حقیقت کھول کر رکھ دی کہ سنیوں کی کتابوں میں بھی فدک کے ہبہ کی روایتیں موجود ہیں آپ ان تمام روایتوں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد (جو ۲۶ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے) لکھتے ہیں

> ہم نے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھ دیا اور کافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کی تائید میں پیش کی گئی تھیں ان سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بر داشتم مادہ بر آمد۔ ان روایتوں پر ثابت کر دی (باغ فدک ص ۶۴)

اب تک باوجودیکہ ہزاروں عالم اس مدت میں گذرے اور سینکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت فصیح وبلیغ اور درد انگیز تقریروں میں یہ دعوی بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں، نہ متن چھوڑا، نہ حاشیہ، نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی، نہ تاریخ کی، مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے، اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے اگر یہ نامور علماء اور یہ مشہور متکلمین جن کے علم وفضل کا غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سنیوں پر فتح وظفر حاصل کرنے کی خوب شہرت پائی، بجائے فصیح وبلیغ تقریریں کرنے، اور زور قلم دکھانے کے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک کتاب لکھنے سے زیادہ بہتر، اور زیادہ مناسب، اور موزوں ہوتا مگر ایسا نہ کرنے سے خود انہوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہیں، جسے وہ اہل سنت کے مقابلے میں صحیح اور

قابل اعتبار قرار دے کر پیش کر دیتے ... اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان، ایران اور لکھنؤ بلکہ تمام دنیا کے شیعہ علماء کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعی نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (ایضا۔ ص ٦٦)

☆... قرآن میں تحریف کا شیعی دعوی

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جب یہ آیت (وآت ذی القربی حقّہ) نازل فرمائی تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فدک ان کو دے دیا تھا۔ ملا مقبول دہلوی شیعی لکھتا ہے

تفسیر قمی ہے کہ یہ آیت جناب فاطمہ زہرا کی شان میں ہے پس جناب رسول خدا نے فدک ان کے لئے مخصوص فرمادیا تھا (ترجمہ مقبول ص ٥٦٧)

أنه لما نزل قوله تعالى وَ آتِ ذَا اَلْقُرْبٰى حَقَّهُ دعا النبي ص فاطمة ع فأعطاها فدك (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص ٨ ش)

شیعہ علماء کا یہ کہنا درست نہیں کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی روشنی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا اس لئے کہ ہم پہلے یہ بات بدلائل بتا آئے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور فدک مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے قبضہ میں آیا تھا جب ایک واقعہ وجود میں ہی نہیں آیا تو قبل از وقت اس کو ہبہ کر دینا خدا معلوم کس قانون کے تحت جائز ہوتا ہے۔

شیعہ علماء اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے کہ اس آیت سے معاملہ فدک کا کوئی تعلق نہیں الٹا وہ اس دعوی پر آجاتے ہیں کہ موجودہ قرآن ناقص، محرف اور نامکمل ہے ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قرآن جمع کیا جارہا تھا تو کچھ لوگوں نے قرآن میں تبدیلی کر دی تاکہ اہل بیت کو ان کا حق نہ مل سکے۔ شیعہ عالم ملا حسین نجفی لکھتا

ہے

موجودہ قرآن کی ترتیب عثمان کے زمانہ میں دی گئی اور جس ترتیب سے آیات نازل ہوئی ہیں مصحف عثمان کی وہ ترتیب نہیں ہے یہ آیت مدنی ہے اس کے مکی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں شک کی صورت میں اصل قدم بقدم جاری ہوگی (جاگیر فدک ص ۲۴)

یعنی نجفی شیعہ کا دعوی ہے کہ اصل میں یہ آیت مدنی تھی، مکی نہیں، صحابہ نے اسے مکی بنادیا اور اس طرح انہوں نے قرآن اپنی مرضی سے تیار کرکے اہل بیت کا حق ماردیا اور ان کی جائداد، بلکہ آدھی دنیا کی دولت اور اس کی آمدنیوں سے انہیں محروم کردیا تھا (استغفر اللہ العظیم)

نجفی صاحب ہماری نہیں مانتے تو نہ مانیں، کم از کم وہ اپنے گھر کی شہادت تو تسلیم کرلیں اور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کرالیں کہ یہ آیت مکی ہے یا مدنی؟ شیعہ محدث علامہ محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۸ھ) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے والد امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتا ہے

أن الله عزوجل أنزل عليه في سورة بني إسرائيل بمكة (اصول کافی ص ۱۶۰)

اصول کافی کی فارسی شرح صافی میں ہے

چوں آیت وآت ذی القربی حقہ در مکہ نازل شدہ (الصافی ج ۱ ص ۳۵۹)

شیعہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (۳۸۵ھ) لکھتے ہیں

سورة الاسراء هي مكية (التبیان فی تفسیر القرآن ج ۶ ص ۴۳۶)

شیخ ابو علی الفضل بن حسن الطبرسی (۵۴۸ھ) لکھتے ہیں

سورة الإسراء مكية و آياتها إحدى عشرة و مائة هي مكية كلها (تفسیر مجمع البیان ج ۶ ص ۱۹۰)

سورہ روم اور اس کی آیات کے بارے میں بھی ابو جعفر محمد بن حسن شیخ طوسی (۳۸۵ھ) لکھتے

ہیں

سورة الروم وهي مكية وقال الحسن: كلها مكية إلا قوله * (فسبحانه الله) * إلى قوله * (وحين تظهرون) * وهي ستون آية

(التبیان فی تفسیر القرآن ج۸ص۲۱۷)

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی (۵۴۸ھ) لکھتے ہیں

– سورة الروم مكية و آياتها ستون هي مكية قال الحسن إلا قوله « فسبحان الله حين تمسون » الآية(۔ تفسیر مجمع البیان ج۸ص۳۶)

اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ قرآن کی آیت (وآت ذی القربی حقہ) کا فدک سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس جھوٹ کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں کہ حضور ﷺ نے قرآنی ہدایت کی رو سے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔

شیعہ علماء اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں قرابت داروں اور مسکین اور ابن السبیل (یعنی وہ مسافر جس کو سفر میں ہر چیز ضرورت ہوتی ہے) کو ان کا حق دینے کا حکم فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر فدک صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا جسے اللہ تعالی نے دینے کا حکم دیا؟ تو اس میں باقی حضرات کا ذکر خود رب العزت نے کیوں فرمایا؟

شیعہ علماء کی تضاد بیانی دیکھئے کہ وہ کبھی فدک کو میراث کہتے ہیں، کبھی اسے ہبہ کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے کہ چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گذر گیا مگر یہ لوگ ابھی تک اپنے ایک بھی موقف پر مستقل کھڑے نہ رہ سکے، انہیں اپنے جھوٹ کو سہارا دینے کے لئے طرح طرح کی روایتیں اور حکایتیں وضع کرنی پڑیں مگر پھر بھی یہ لوگ نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا غلط ہونا ثابت کر سکے اور نہ وہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اپنے دور خلافت میں اسی فیصلے پر کھڑے رہنے کو غلط بتا سکے۔

☆... فدک پر میں شیعہ علماء کا تیسرا موقف

شیعہ علماء میراث اور ہبہ کے دعوی کو بھی جب دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے تو پھر وہ ایک

اور نیا موقف اپنا لیتے ہیں... ان کا وہ تیسرا موقف کیا ہے؟ اسے دیکھئے۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ جب اللہ نے آیت (وآت ذی القربی حقہ) نازل فرمائی تو حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا

حضرت پرسید از جبرئیل کہ ذا القربی کیست وحق او چیست گفت ایں را بفاطمۃ بدہ کہ میراث اوست از مادرش خدیجہ وخواہرش ہندہ دختر ابی ہالہ (حیات القلوب ج۲ ص۵۰۳)

ذاالقربی کون ہیں؟ (جس کو حق دینے کا حکم ہے) اور ان کا حق کیا ہے؟ کہا کہ یہ فاطمہ کا حق ہے ان کو دے دیجئے کہ یہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی خالہ ہندہ کی جانب سے میراث ہے۔

حضرت جبرئیل نے کہا تمہاری قرابت دار فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور تمام فدک ان کا حق ہے یہ سن کر جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ہبہ نامہ لکھ کر فدک جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں دے دیا (حیات القلوب ج ۲ ص۶۶۶ مترجم، بحار الانوار ج۲۹ ص۱۱۸ ش، حق الیقین ص۱۶۶ مترجم)

اگر اس آیت کا تعلق بقول شیعہ فدک سے ہے تو بتایئے کہ کیا فدک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن ہندہ کی ملکیت تھا جسے اللہ تعالی نے بطور وراثت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے کا حکم فرمایا تھا؟ کچھ تو عقل کو ہاتھ ماریں اور شرمناک مذاق چھوڑیں

پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فدک کے معاملہ پر بات کی تو کیا انہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ کی لکھی وہ تحریر دکھائی تھی جس کا اس روایت میں دعوی کیا گیا ہے اگر حضرت فاطمہ ﷺ کے پاس وہ نبوی تحریر موجود تھی جس میں حضور ﷺ کی جانب سے ان کو ہبہ کرنے کی تصدیق تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہ کیوں نہیں دکھائی؟ اور نہ کبھی حضرت علی مرتضی حضرت حسن اور حضرت

حسین رضی اللہ عنہم نے پوری زندگی اس تحریر کا کہیں ذکر کیا تھا۔ ہمارے پاس ان بعض شیعہ جاہلوں کے اس جھوٹ کا بھی کوئی علاج نہیں کہ یہ تحریر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر لٹکی ہوئی موجود تھی جب عمر نے ان کے دروازے کو آگ لگائی تو وہ تحریر جل کر راکھ ہو گئی تھی اس لئے آپ اسے نہ دکھا سکیں اور فدک کا سارا ثبوت جل کر راکھ ہو گیا تھا۔... انا للہ وانا الیہ راجعون

شیعہ علماء فدک کو(۱) کبھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اور خالہ کی میراث بتاتے ہیں (۲) کبھی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کہتے ہیں(۳) کبھی اسے ہبہ قرار دیتے ہیں ۔ ااان لوگوں کو بار بار اپنا موقف بدلنے کی ضروری کیوں پیش آتی ہے ؟اسلئے کہ جس بات کا وہ دعوی کرتے ہیں اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے اسلئے یہ لوگ ادھر ،ادھر ہاتھ مار کر اپنے عوام کو مطمئن کرنے میں لگے رہتے ہیں مگر افسوس کہ ان کی بات کسی کنارے نہیں لگتی۔

اے کاش کہ یہ لوگ اتنا ہی سوچ لیتے کہ فدک پر قبضہ ساتویں صدی ہجری کو حاصل ہوا تھا جبکہ حضرت خدیجۃ الکبری کا انتقال ہجرت سے بھی تین سال قبل مکہ مکرمہ میں ہو چکا تھا تو ان کا یا ان کی بہن یا کسی دوسرے رشتہ دار کا کہاں سے ہو گیا تھا؟

☆...فدک کے بارے میں شیعہ علماء کا چوتھا موقف

شیعہ مجتہدین کا چوتھا موقف بھی دیکھئے۔ وہ کہتے ہیں کہ

فدک در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مال تھا، مگر آپ نے چونکہ ساتویں ہجری تک ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا نہیں کیا تھا (اور اس کو دس سال ہو گئے تھے) اس لئے اس کی تلافی کے لئے آپ نے ان کی بیٹی کو فدک دے دیا۔ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی یہ کہانی اس طرح بیان کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا

> ومادر تو خدیجہ مہرے بر من داشت ومن فدک را بعض آں بتو بخشیدم کہ از تو باشد وبعد از تو بفرزندان تو باشد
> (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۱۸)

میرے ذمہ تیری ماں خدیجہ کا مہر ادا کرنا باقی تھا، سو اس کے بدلے میں نے تمہیں فدک دے دیا اب یہ تیرا ہے اور تیرے بعد تیرے صاحبزادوں کا ہو گا۔

ملا مجلسی کی دوسری کتاب بحار الانوار کی روایت یہ ہے

وانه قد كان لامك خديجة على أبيك مهر، وإن أباك قد جعلها لك بذلك، وأنحلتكها لك ولو لدك بعدك(بحار الانوار ج۲۹ ص۱۱۶ ش)

لیجئے فدک کی ایک اور نئی کہانی آگئی اور وہ یہ کہ فدک نہ تو ہبہ تھا، نہ اسے میراث میں ملنا تھا، نہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن کا مال تھا، اور نہ ہی کسی دوسرے کا حق تھا، بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا چونکہ آپ نے سن ۷ ہجری تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا نہ کیا تھا اس لئے آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور یہ کہہ کر فدک ان کے حوالہ کر دیا کہ یہ در حقیقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر ہے، تم لے لو، اور تمہارے بعد یہ تمہارے بچوں کا ہو گا، میں یہ مہر اب تک ادا نہیں کر سکا... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کاش کہ شیعہ عوام فدک کے معاملے میں خود اپنے ہی بزرگوں کے طرح طرح کے دعوؤں اور بیانات اور پھر ان کے تضادات پر غور کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ علمی اور تاریخی دنیا میں ان دعوؤں کا کوئی وزن نہیں ہے، اس پراپیگنڈے کی غرض محض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کی خلافت کو بدنام کرنا، اور صحابہ کرام کی دیانت پر حملہ کرنا ہے

راقم الحروف کا یقین ہے کہ یہ در حقیقت امیر المؤمنین خلیفہ بلا فصل سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے کہ شیعہ علماء فدک کے باب میں جس قدر آپ کو مطعون کرتے ہیں قدم قدم پر وہ اتنے ہی جھوٹے ثابت ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ کسی جگہ اپنے پیروں پر کھڑے دکھائی نہیں دیتے اور سچ یہی ہے کہ جھاگ کو کبھی ٹھہراؤ نہیں ملتا، وہ اڑ ہی جاتا ہے، سچ اور حق ہمیشہ اپنی جگہ پوری استقامت کے ساتھ کھڑا رہتا ہے، اسے کسی جھوٹ، فریب اور

الگ الگ بیان اپنانے کی ضرورت نہیں ہوتی... فاعتبروا یا اولی الابصار

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (پ ۱۳ الرعد ۱۷)

سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو لوگوں کے کام آتا ہے سو وہ زمین میں باقی رہتا ہے

☆...ایک اہم سوال اور اس کا جواب

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قاصد کس بات کا مطالبہ لے کر آیا تھا؟

الجواب... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ کیا تھا اس کی پوری طرح تصریح تو نہیں ملتی۔ اس لئے اس سوال کا جواب باقی ہے کہ کیا آپ کا مطالبہ میراث کا تھا؟ یا آپ کا مطالبہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی زندگی میں اس کی آمدنی قرآنی ہدایات کی رو سے مختلف مصارف میں صرف کرتے تھے اب میں اس کی ذمہ دار ہوں اور آپ کے بعد میں اب یہ کام کروں گی؟

بعض حضرات کی رائے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ میراث کا تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ فدک کی زمینوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالکانہ قبضہ ہے اور آپ اسی نسبت سے اسے مختلف مصارف پر خرچ کرتے تھے، اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوتا کہ ان اموال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مالکانہ قبضہ نہیں، آپ اس کے متولی ہیں اور آپ صرف ان پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں تو آپ کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ نہ کرتیں۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ بات درست نہیں اس لئے کہ اگر یہ زمینیں (باغ فدک) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھی تو اس کی وراثت کی مستحق صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیلی تو نہ تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس وراثت کے مستحق تھے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیلی کس طرح اپنے لئے سب کچھ مانگ سکتی تھیں اور کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور دیگر اقرباء کو ان کے حق سے محروم کیا جاسکتا تھا؟ کیا حضرت سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اکیلی ہی ان اموال کی وراث سمجھیں اور شریعت نے دوسرے اقرباء کے جو حقوق رکھے ہیں اس کی کوئی فکر نہ کریں؟ حاشا للہ! سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دامن ان باتوں سے صاف پاک ہے۔

بعض حضرات کی رائے ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ تو پتہ تھا کہ یہ اموال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہیں، تاہم آپ چاہتی تھیں کہ ان اموال کو ان کے تصرف میں دیا جائے کہ وہ اب اپنی صوابدید کے مطابق انہیں ان کے مصارف میں خرچ کریں گی (دیکھئے زاد المعاد ج ۲ ص ۱۶۳ الابن قیم)

عمدۃ المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سوال کا مقصد ہر گز یہ نہ تھا کہ آپ ان اموال کی مالک بننا چاہتی ہیں کہ اب یہ سب بطور میراث کے میرا حق ہے اس لئے مجھے دے دیا جائے بلکہ آپ کا مقصد صرف ان اموال فئی اور اموال وقف میں بطور قرابت متولی بننے کے متعلق تھا کہ ان چیزوں کی نگرانی کا شرف مجھے دیا جائے اور بس،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں جو حدیث سنائی تھی وہ ان تمام سوالات اور اشکالات کو دور کرنے کے لئے کافی تھی کہ انبیاء کرام کے اموال متروکہ میں کسی قسم کی وراثت نہیں چلتی، نہ مالکانہ، اور نہ ہی متولیانہ، آپ کے حدیث سنانے کا مقصد محض مالکانہ حقوق کی نفی نہ تھا، بلکہ متولیانہ وراثت کی بھی اس میں نفی تھی، اور ہم شیعہ مفسرین کے حوالہ سے یہ بات پہلے بتا آئے کہ ان اموال پر تصرف کا اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ اور جانشین کا تھا کہ وہ ان اموال کو قرآن کے بیان کردہ مصارف میں استعمال کریں گے۔ سو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے تو آپ نے اس پر پوری طرح عمل کیا تھا اور اہل بیت نبوت کی جانب سے اس باب میں کبھی کسی کمی اور کوتاہی کی شکایت نہیں سنی گئی تھی۔

سو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی آپ کو اطلاع

دی تو آپ پھر خاموش ہو گئیں کہ اب پیغمبر کی بات پر اپنی بات کس طرح اونچی کی جاسکتی ہے ۔چنانچہ پھر آپ نے زندگی بھر اس مسئلہ پر کوئی گفتگو نہ کی ،اور آپ سمجھ گئی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا کر اس مسئلہ کی پوری وضاحت کر دی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی ایک توجیہ یہ پیش کرتے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کا مطلب مال منقول (درہم ودینار وغیرہ) میں وراثت جاری نہ ہونا ہے، چنانچہ ایک روایت میں بھی آیا ہے (لا یقتسم ورثتی دینارا ولا درھما)لیکن یہاں معاملہ مال غیر منقول (جائداد وزمین) کا تھا اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر اس حکم نبوی کو عام سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی تقسیم وحوالگی بھی صحیح نہیں سمجھی (المرتضی ص ۱۴۲ حاشیہ)

ہم حضرت مولانا مرحوم کی اس توجیہ سے اتفاق نہیں کرتے اس حدیث میں درہم ودینار کا لفظ بطور مثال ہے، اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نقطہ سوال صرف اس زمین میں وراثت کی طلب ہوتی اور اموال غیر منقولہ میں ان کا اعتقاد وراثت انبیاء نہ چلنے کا ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس تفصیل میں اتر کر اس کا جواب نہ دیتے ان کا جواب مقتضائے حال کے مطابق ہوتا پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ محض اپنی سمجھ سے ایک فیصلہ کر رہے تھے کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے، صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی میں وہ اس پر دوسرے صحابہ سے ضرور مشورہ کرتے، جب اس پہلے دور میں اس واقعہ کے ساتھ یہ توجیہ کہیں نہ چلی تھی تو اب اس طرف کسی کا ذہن کیسے جاسکتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے) میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ کی وضاحت کر دی کہ اگر آپ کا مطالبہ بطور میراث ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتا چکے ہیں کہ ہمارے چھوڑے ہوئے مال (خواہ جائداد کی صورت میں ہو خواہ درہم ودینار کی شکل میں) کا وارث کوئی نہیں ہوتا (نہ

آپ، اور نہ ہی ازواج مطہرات، اور نہ کوئی اور) یہ سب صدقہ ہے، اور اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں ان اموال کو آپ کے تصرف میں دے دوں تو یہ بھی ممکن نہیں اس لئے کہ جو چیزیں پیغمبر کی تحویل میں ہوتی ہیں ان کے بعد وہ سب ان کے جانشین کی تحویل میں آجاتی ہیں اور ان کے جانشین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان اموال کی نہ صرف یہ کہ حفاظت کرے، بلکہ جس طریق سے اللہ کے رسول ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں ان پر تصرف کرتے تھے، اس کا جانشین اس سے سر مو بھی انحراف نہ کرے، انہی کے نقش قدم پر چلے، اور خرچ کرتا رہے، اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا اور حضور اکرم رحمت عالم سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقہ سے کبھی انحراف نہیں کروں گا۔

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی سنت اور آپ کے طریق سے نہ ہٹیں گے اور تمام حقداروں کو ان کا پورا پورا حق پہلے کی طرح ملتا رہے گا تو آپ کو اطمینان ہوگیا اور آپ نے آئندہ پھر کبھی اس بارے میں کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ نہج البلاغۃ کے شارح شیخ میثم بن علی بحرانی (المتوفی ۶۷۹ھ) لکھتے ہیں

ولک علی اللہ أن صنع بھا کما یصنع فرضیت بذلک وأخذت العھد علیہ بہ (شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۱۰۷)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس مال کے بارے میں وہی طریقہ اپناؤں گا جو حضور ﷺ کا تھا اس بات سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئیں اور اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پختہ وعدہ لے لیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس توضیح اور تشریح سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو راضی اور خوش ہوگئیں تھیں، اور کبھی اپنی زبان پر پھر حرف شکایت نہ لائیں مگر شیعہ علماء ہیں کہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر جھوٹ پر جھوٹ بول کر عام مسلمانوں کے دلوں میں نفرت کے بیج بونے میں کوئی شرم نہیں کرتے۔

☆...ایک اور سوال اور اس کا جواب

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر آگئے تو آپ بطور خلیفہ فدک کے پورے علاقے پر قابض تھے اور انہیں یہ پتہ بھی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا تو آپ نے پھر اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شرعی وارثوں کو کیوں نہیں دیا؟

☆...الجواب

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لئے نہ کیا کہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک ایک قومی ملکیت کے طور پر تھا، اس لئے اس کے نسبی وراثت میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ قومی ملکیت آپ کے خلیفہ کے سپرد تھی، اور وہ اس کی آمدنی اسی طرح سب پر برابر خرچ کرتے رہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے صرف فرماتے تھے۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے اموال کے بارے میں جو بات ارشاد فرمائی ہے ہم اسے شروع میں نقل کر آئے ہیں پھر اسے دیکھ لیجئے

وھو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء. (اصول کافی ج ا ص ۷۸۷)

یعنی ایسے اموال پیغمبر کے بعد خلیفہ اور امام کے تصرف میں ہیں وہ جس طرح مناسب سمجھے ان کا فیصلہ کرے اور اس پر عمل کرے

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی فدک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی تصرف میں رہنا چاہئیے تھا اور رہا بھی، مگر آپ نے اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وارثوں میں تقسیم نہیں کیا، اس سے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ قرآن وسنت اور خلفاء سابقین کی متابعت میں تھا، آپ قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات کو کیسے ترک کر سکتے تھے۔

(۲) پیغمبروں کی علمی وراثت تو چلتی ہے، لیکن ان کے دوائر عمل میں مالی وراثت کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ انبیاء کی وراثت ہمیشہ علمی رہی ہے، نہ ان کے ہاں مالی وراثت کا سلسلہ ہوتا ہے، اور باغ فدک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وارثوں میں تقسیم نہ کرنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر، اور ان کے علم

وعمل اور دین ودیانت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ قواعد شریعت اور ارشادات نبوت کے عین مطابق تھا، پیغمبروں کی وراثت علمی پر خو صاحب رسالت کے ارشادات ملاحظہ کیجئے

(۱) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

العلم میراثی ومیراث الانبیاء قبلی فمن کان یرثنی فهو فی الجنة(

مسند امام ابو حنیفہ ص ۵۷ لابی نعیم الاصفہانی)

(نوٹ) پیش نظر رہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی مرتضی کی رضی اللہ عنہ بہن تھیں

(۲) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر (ایضا)

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ انبیاء کرام کی وراثت دینی اور علمی ہوتی ہے، دنیا اور اس کی دولت نہیں۔

پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں سیرت شیخین کے پوری طرح پابند تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دربارہ فدک ان کے ساتھ چلے اور ان کے فیصلوں کی تائید فرمائی اور اسی پالیسی پر رہے جو پہلے سے چلی آرہی تھی اور جس طرح عہد صدیقی میں فدک کی آمدنی حضرات اہل بیت پر خرچ ہوتی رہی عہد علوی میں بھی بالکل اسی طرح عمل درآمد ہوتا رہا

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے بھی موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے (دربارہ) فدک میں عمل کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وارثوں پر اس کو تقسیم نہ کیا، بلکہ بدستور قدیم فقراء اور مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم کرتے رہے (ہدایۃ الشیعہ ص ۲۷۸)

مشہور ایرانی مجتہد سید علی نقی (۱۳۶۳ھ) نہج البلاغۃ کی شرح میں لکھتے ہیں

خلاصہ ابو بکر غلہ وسود آں را گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام مے داد وخلفائے بعد از اد ہم براں اسلوب رفتار نمودن تازمان معاویہ (ج۵ص۹۶۰)

خلاصہ یہ کہ حضرت ابو بکر فدک کی آمدنی اور پیداوار ضرورت کے مطابق اہل بیت پر ہی صرف فرماتے اور ان کے بعد کے خلفاء بھی امیر معاویہ کے زمانہ تک اسی طریق کار کے پابند تھے۔ (عبقات من باب الاستفسارات ج ا ص۲۴۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک ۴۵ سال سے زیادہ کا عرصہ گزرا ہے اور اس پورے دور میں اہل بیت نبوت فدک کی آمدنی سے اسی طرح مستفید ہوتے رہے جس طرح دوسرے مستحقین مستفید ہوتے تھے اور اس پورے دور میں کسی نے بھی یہ آواز نہیں اٹھائی کہ ہم اس کی آمدنی نہیں لیں گے کیونکہ فدک ہم سے غصب کیا ہوا ہے، اور ہم غصب کا مال نہیں لیا کرتے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں فدک کا مال اس کے مصارف میں خرچ کیا گیا اسی طرح اس پورے دور میں قرآنی ہدایت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا گیا تھا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ

اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک پر قبضہ نہیں دیا تو اس کی آمدنی حسب دستور زمانہ نبوت حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور اہل بیت ہی کے تصرف میں آتی رہی چنانچہ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدک کی آمدنی کو اپنے آپ خورد برد نہیں کیا تھا اور کتب فریقین اس پر شاہد ہیں۔ (اجوبہ اربعین ص۳۰۶)

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۔۔۔ھ) اس پر ایک اور نکتہ اٹھاتے ہیں

شیعہ مذہب میں ظالم سے تبرا نہایت ضروری ہے بلکہ اصل الاصول ہے کہتے ہیں ولا نیست تبرا نیست یعنی اہل بیت سے دوستی جبھی متصور ہو سکتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ سے بیزاری ظاہر کی جائے جب اہل بیت علیہم السلام نے ابو بکر سے گھر کے اخراجات وصول فرمائے تو تبرا درمیان سے اٹھ گیا اور تبرا کے اٹھ جانے سے حضرت ابو بکر صدیق کا ظالم ہونا خود بخود اٹھ گیا

(تحقیق فدک ص ٦٦)

☆...ائمہ اہل بیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حمایت میں

شیعہ علماء کا دعوی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو حدیث بیان کی تھی وہ من گھڑت اور بے بنیاد حدیث تھی، اور انہوں نے یہ صرف اس لئے کہا تا کہ خاتون جنت کو فدک اور اس کی آمدنی سے محروم کر دیا جائے، مشہور شیعہ عالم نجم الحسن کراروی لکھتا ہے

ایک فرضی حدیث غصب فدک کے جواز میں گڑھ لی (چودہ ستارے ص ۱۰۱)

اور ان سے پہلے مشہور شیعہ عالم عمار علی بھی اس حدیث کے جھوٹی ہونے کا دعوی کر چکے ہیں موصوف لکھتے ہیں

اس وقت ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بنا کر کہا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے۔ (منقول از ہدیۃ الشیعہ ص ۳۳۳)

جواباً عرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث (جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کی) کہ پیغمبر کی میراث جاری نہیں ہوتی ان کا سب متروکہ صدقہ ہوتا ہے، اگر فرضی اور بناوٹی تھی اور یہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مال فدک کو دبانے کے لئے گھڑی گئی تھی، تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ وہ اس فرضی بناوٹی حدیث کی روایت کرتے ؟ کیا وہ بھی اپنی نانی معظمہ مکرمہ (حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے

بجائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرفدار بن گئے تھے۔

شیعہ علماء اس حدیث کو فرضی اور جعلی تو کہتے ہیں، مگر وہ کبھی یہ نہیں بتاتے کہ اگر یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت تھی تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس فرضی حدیث کو کیوں روایت کیا تھا؟ کیا شیعہ علماء انہیں بھی (معاذ اللہ) فرضی اور جعلی حدیث پڑھنے، اور گھڑنے والے کہیں گے ؟۔

اس کے ساتھ پھر یہ سوال بھی قائم ہو گا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو معصوم نہ تھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو (شیعہ عقیدے میں) معصوم تھے اور وحی الٰہی اور الہام باری سے ہمہ وقت سرفراز رہتے تھے، تو کیا اللہ تعالی شانہ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یہ فرضی روایت بیان کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے ہیں؟ اور انہیں اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اس روایت سے ہی ان کی نانی کا حق غصب کر دیا گیا تھا؟

پھر شیعہ احباب اس پر بھی کچھ سوچیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد بارہ ائمہ (منصوص من اللہ) آتے رہے ان میں سے کسی ایک نے بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تردید میں کوئی آواز نہیں اٹھائی؟ اور نہ کبھی کہا کہ امام صادق نے جو روایت بیان کی ہے وہ جعلی اور فرضی ہے ،لطف یہ ہے کہ یہ حدیث بھی شیعہ کی حدیث کی مرکزی کتاب میں مرقوم ہے جس کے بارے میں شیعہ علماء کا موقف ہے کہ یہ امام مہدی کی تصدیق شدہ کتاب ہے۔ خود کراروی صاحب لکھتے ہیں

> اصول کافی جب امام عصر (یعنی امام مہدی) کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا... ھذا کاف لشیعتنا (چودہ ستارے ص ۵۷۷)

امام پاکستان حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

یہ کتاب (کافی) حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے آپ نے اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا ہے پھر اس کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے آپ کا ملفوظ شریف یہ ہے ھذا کاف لشیعتنا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب شیعہ روایات کی رو سے حضرت امام مہدی کی تصدیق شدہ ہے، میرے سامنے اصول کافی کا وہ نسخہ ہے جو تہران سے طبع ہو کر آیا ہے سب سے پہلے ورق کی داہنی جانب ترجمۃ المصنف لکھا ہوا ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں

الذی سماہ حجة العصر صلوة الله عليه وسلامه باالكافی

(ترجمہ) یہ وہ کتاب ہے جس کو امام مہدی نے کافی کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

شیعہ روایات کی رو سے ضرور یہ کتاب آپ کی نظر کیمیا اثر سے گزری ہے پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اس موضوع حدیث کو قلمزد نہ فرمادیں بلکہ (الٹا) کافی کا عالیشان لقب دے کر اس کی تصویب اور تصحیح فرمادیں۔ (تحقیق فدک ص ۹ طبع چہارم سرگودھا ۱۹۹۲ء)

اس تشریح سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالی نے چاہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور آپ کی کرامت کا ثبوت کسی اور کے بجائے اہل بیت نبوت کے اس بزرگ کی زبانی دے دیا جائے جن کے صادق ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہے۔ اب بھی اگر کوئی امام (ابو بکر) صدیق کی صداقت کی شہادت امام (جعفر) صادق کی زبانی سن کر نہ مانے تو اس کے کاذب ہونے میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے۔

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۸ھ) سے حدیث ملاحظہ کیجئے

وإن العلماء ورثة الانبياء إن الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر. (اصول کافی ج ۱ ص ۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء کے وارث علماء ہیں انبیاء کرام درہم و دینار کا کسی کو وارث نہیں کرتے البتہ علم وراثت میں دے جاتے ہیں پس جس نے ان کے علم سے حصہ لیا اس نے خوب فائدہ اٹھایا

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ) اس پر لکھتے ہیں

سبحان اللہ ... امام جعفر صادقؒ اول انکار کرتے ہیں کہ انبیاء درہم و دینار کا

وارث ہی نہیں کرتے جب درہم ودینار کا وارث نہیں کرتے تو زمین کا وارث کیونکر کر سکیں گے اور پھر حصر کر دیا کہ ان کی توریث فقط علم کی ہے پھر جب توریث انبیاء علم میں حصر ہو گئی تو زمین وجائداد کیوں کر میراث میں آگئی؟(ہدایۃ الشیعہ ص۲۹)

لیجئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ کیجئے جو آپ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا

تفقهه فی الدین فان الفقهاء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما ولکنهم ورثوا العلم(من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص۳۴۶)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان دیکھئے

ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولادینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثهم(الشافی ترجمہ اصول کافی ج۱ ص۴۰)

ملا باقر مجلسی امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتا ہے

قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولادینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثهم فمن أخذ شیئا منها فقد اخذ حظا وافرا فانظروا علمکم هذا عمن تأخذونه(بحار الانوار ج۲ ص۱۵۱)

شیعہ کے شیخ صدوق (محمد بن علی بن بابویہ قمی) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں بیشک انبیاء کی میراث نہ دینار تھی نہ درہم بلکہ ان کی میراث علم تھی پس جو بھی ان میں سے حاصل کرتا ہے وہ بہت زیادہ خیر وفضل کا حصہ حاصل کرتا ہے (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال ص ۱۴۵ مترجم)

تیسری صدی کے مشہور شیعہ مفسر فرات بن ابراہیم کوفی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک درخواست کے جواب میں فرمایا کہ

> اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی ورسول بنا کر بھیجا، تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسی سے حاصل تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، جو چیز میں نے اپنی ذات کے لئے پسند کی، تم میرے بھائی اور وارث ہو، علی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کا ترکہ میراث میں کیا لوں گا، آپ نے فرمایا انبیاء نے کونسی چیز میراث چھوڑی ہے۔ حضرت علی نے عرض کیا آپ سے پہلے انبیاء نے کیا چیز میراث میں پائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کتاب خدا اور اپنے نبی کی سنت...(تفسیر فرات ج۱ص۱۴۹)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) نے اس بحث میں ایک نہایت نفیس نکتہ اٹھایا ہے آپ ایک شیعہ عالم کی تحریر کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

> حضرت امام (جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ) کی بات کی تکذیب نہ کیجئے، ہاں اپنی سمجھ اور عقل کی تغلیط کیجئے، لیکن اطمینان قلب مؤمنین کے لئے یہ اشارہ مرقوم ہے کہ (لم یورثوا) کے یہ معنی نہیں کہ آپ دنیا میں کچھ چھوڑ کر ہی نہیں گئے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ میراث میں نہیں چھوڑ گئے، سو اس صورت میں بجز اس کے نہیں بن پڑتی کہ یہ روایت جس کے راوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یعنی حدیث (لانورث ماترکنا صدقۃ) صحیح ہو اور حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے بوجہ واقفیت اس وصیت کو حصر کرکے یہ فرمادیا ہو کہ انبیاء نے بجز احادیث کے میراث میں کچھ نہیں چھوڑا، بہر حال روایت حضرت امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بات میں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا کچھ کم نہیں، بلکہ بہر نہج زیادہ ہے، اول تو آپ نے بطور حصریوں فرمادیا کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث

کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں ۔ حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ بات نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت امام کے حصر سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول تو یہ کہ یا تو انبیاء علیہم السلام نے کچھ چھوڑا ہی نہیں، یا چھوڑا ہے تو وہ میراث کے قابل نہیں۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق کی روایت سے فقط اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں ۔ مع ہذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس دعوی کے ساتھ کہ ترکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں تھی اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل بھی فرمادی ہے اور اپنے دعوی کو موجہ کر دیا۔ سو سنیوں کی طرف سے تو آپ کو اطمینان ہی تھا (حضرت امام نے) اس وجہ کا طرہ جو ساتھ لگایا تو اسی وجہ سے لگایا ہو گا کہ حضرات شیعہ کی طرف سے آپ کی خاطر جمع نہ تھی ان کے نفاق سے عیاں تھا کہ میری بات سیدھی انگلیوں سے شیعہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے اس لئے اپنے دعوی کو اور موجہ کر کے بیان فرمادیا تھا... خیر خداوند کریم ان کو سمجھے کہ نہ یہ پیر کے نہ فقیر کے نہ اصحاب کے نہ اماموں کے ۔ بالجملہ جائے شرم ہے کہ جن کی آڑ میں یہ اصحاب کرام پر طعن کرتے تھے اب وہ خود ہمصفیر اصحاب ہیں۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۴۲۷)

آپ اس سے قبل یہ لکھ آئے ہیں

اس روایت سے بتصریح معلوم ہو گیا کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا ان کے علم کے البتہ علماء وارث ہوتے ہیں سو بعینہ یہی مطلب اس حدیث کا ہے جو اہل سنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اگر اس روایت کو مولوی عمار علی (شیعی) اور دیگر علماء شیعہ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ (اصول کافی اور بحار الانوار کی) روایت بدرجہ اولی جھوٹی ہے مگر بایں لحاظ کہ

وہ روایت صدیق ہے تو یہ روایتِ صادق ہے اور جھوٹوں کو سچوں کی بات کب پسند آتی ہے ؟ ہو سکتا ہے کہ اس روایت کو بھی جھوٹا بتلانے لگیں تو کیا عجب ؟ بہت ہو گا تو یہ ہو گا کہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے برگشتہ ہو جائیں اور کلینی کو بھی تبرا کر کے ان کے کردار کو پہنچائیں لیکن اس بات میں ان کو جب مشکل ہو کہ دین سے غرض ہو اگر دین سے غرض ہوتی تو صدیق اکبر ہی سے کیوں بگاڑتے ؟ بہر حال وہ تسلیم کریں یا نہ کریں حضرت امام ہمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہمارے نزدیک صادق ہے اور ان کی بات ہمارے سر آنکھوں پر... الحاصل بشہادت کلمہ نما جو باقرار شیعہ بھی مفید حصر ہے چنانچہ آیت ''انما ولیکم اللہ'' سے بزعم خود اسی بھروسے لڑتے ہیں یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء نے سوائے علم اور احادیث کے کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی تو اس صورت میں لاجرم دونوں آیتوں میں میراث علمی ہی مراد ہو گی۔ (ایضاص ۴۱۰)

حضرت حجۃ الاسلام ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، اور کیا خوب لکھتے ہیں

حصر انما سے دیکھئے کیا نکلتا ہے، انصاف ہو تو حدیث اصول کافی حدیث بخاری یعنی لانورث سے زیادہ ہے، کم تو کیا ہو گی اب شیعہ علماء ہی فرمائیں کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں اور کیسے ہیں اگر ان کی بات بھی قابل تسلیم نہ ہو تو پھر بجز یزید واتباع یزید اور کس پر نظر ہو گی،

اب اور گذارش سنئے کہ ائمہ سابق خاص کر حضرت امیر اور حضرت سیدۃ النساء حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تھے، کم نہ تھے، اگر حدیث مذکور حضرت امام جعفر صادقؒ کو ائمہ سابق کی روایت سے پہنچی تب تو ان کی شہادت مضمون مذکور پر ظاہر ہے ورنہ بطریق وحی (شیعہ عقیدہ کے مطابق) یا بذریعہ الہام اگر حدیث مذکور کا مضمون ان کو معلوم ہوا تھا تو ائمہ سابق کو

بطور مذکور اس کی اطلاع پہلے ہونی چاہئیے اور یہ بھی نہ سہی تو ناظر ان وصیت نامہ خداوندی (دیکھیں) جو مختوم بخواتیم الذھب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت خاتم النبیین ﷺ کے پاس لائے تھے اور کلینی (کی اصول کافی) میں مفصل مرقوم ہے (دیکھئے اصول کافی ج ا ص ۴۱۲ ش)

شیعوں کو یاد ہی ہو گا، کچھ کلام اللہ تو نہیں جو یاد ہی نہ ہو۔ اس میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ ارشاد ہے

وانشر علوم أهل بيتک وصدق آبائک الصالحين(اصول کافی ج ا ص ۴۱۴ ش)

اس سے متبادر یہی ہے کہ علوم جعفری علوم جدیدہ نہیں، علوم سابقہ ہیں ،خاص کر وہ علوم جو متعلق بو قائع سابقہ ہوں جیسے یہی حدیث ہے اس لئے کہ لفظ انما حصر پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ تصحیح حصر مشار الیہ بعد لحاظ اس امر کے کہ اور انبیاء علیہم السلام تو کیا خود سرور انبیاء ﷺ بہت کچھ چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لے گئے جبھی متصور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے موجبات ارث میں سے ہر گز کوئی امر ظاہر نہ ہوا ہو جو ان کی طرف فاعلیت ایراث منسوب ہو سکے اور یوں کہہ سکیں کہ (**ورثوا درهما يا ورثوا مالا**) مگر موجب ارث مورث کی جانب اگر ہے تو وہی انفکاک علاقہ روح و جسم ہے اس لئے مقتضی (**انما ورثوا أحاديث من أحاديثهم**) یہی ہو گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو اجسام مطہرہ سے علاقہ معلوم بدستور حاصل ہے۔ بہر حال کتب فریقین حیات نبوی ﷺ پر شاہد ہے اور حدیث لا نورث کا مضمون کتب معتبرہ شیعہ میں موجود ہے (اجوبہ اربعین ص ۳۰۲)

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۔۔۔ھ) لکھتے ہیں

یہ حدیث میراث (ان الانبیاء لم یورثوا درھمًا ولا دینارًا ۔الحدیث)) حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچ سکتی ہے اور یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے ۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شیعہ کے جس قدر اعتراضات ہیں وہ کافور ہو جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اگر حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھتے جیسا کہ آج کل شیعہ رکھتے ہیں تو آپ اس حدیث کو ہر گز قبول نہ کرتے جس کے پہلے راوی حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ بلکہ راوی کو صاف کہہ دیتے کہ اس حدیث کا پہلا راوی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے اور وہ کاذب ہے اس لئے یہ حدیث موضوع ہے ہم تو اس حدیث کو سننا بھی نہیں چاہتے چہ جائے کہ اس حدیث کو محفوظ رکھیں اور پھر مسلمانوں کو سنائیں پس حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے قبول کرلینا ان (حضرت ابو بکر صدیق) کے صدیق ہونے کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے اور ان کے صادق وامین ہونے کی شہادت ہے اس شہادت کو رد کرنا اہل سنت سے تو ناممکن ہے، شیعہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ لیں۔

اور اگر دوسری صورت اختیار کی جائے یعنی یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچی ہے تو پھر شیعہ عالم کا حضرت ابو بکر صدیق پر تنہائی (یعنی اکیلے راوی ہونے) کا الزام لگانا بالکل غلط ہو گیا کیونکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کو روایت کرنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں (تحقیق فدک ص ۲۹)

شیعہ عالم علامہ علی بن عیسی اردبیلی (۶۸۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے آپ سے وراثت میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما ورثت الانبياء من قبلي قال.ر.وما ورثت الانبياء من قبلك؟.
قال: كتاب ربهم وسنة نبيهم (تفسیر فرات از فرات بن ابراہیم شیعی ص ۸۲ مطبوعہ نجف)

(ترجمہ) جو مجھ سے قبل پیغمبروں کی میراث تھی میں نے پوچھا کہ آپ سے قبل پیغمبروں نے کیا میراث دی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت، (انہوں نے بطور میراث دی تھی۔)

ہم پہلے یہ بات نقل کر آئے ہیں کہ حضرت سید فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی جب اپنے بچوں کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا

فقالت يا رسول الله هذان ابناك فورثهما شيئا فقال أما حسن فإن له هيبتي و سوددي و أما حسين فإن له جرأتي و جودي (شرح نہج البلاغۃ ص ۲۴۲۔ خصال ص ۳۹ طبع ایران)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

إن داود ورث علم الانبياء، وإن سليمان ورث داود، وإن محمدا صلى الله عليه وآله ورث سليمان، وإنا ورثنا محمدا صلى الله عليه وآله (اصول کافی ج ۲ ص ۱۰۳ مع الشافی)

حضرت داؤد انبیاء کے علوم کے وارث ہوئے اور حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث تھے اور حضرت محمد ﷺ حضرت سلیمان کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد ﷺ کے وارث ہیں

اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر کی اصل میراث ان کا دینی اور علمی ورثہ ہوتا ہے مال و دولت نہیں۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے مال میں سے کتنا ملا تھا؟ اور آپ کس طرح ان کے مال کے وارث بن گئے تھے؟ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں

حدیث کلینی جو خود رسول اللہ سے مروی ہے اس بات پر شاہد ہے کہ آیت وورث سلیمان میں وراثت علمی مراد ہے، وراثت مالی نہیں (امام جعفر صادق کی) وہ حدیث یہ ہے

إن داؤد ورث علم الانبياء، وإن سليمان ورث داؤد، وإن محمدا

صلی اللہ علیہ وآلہ ورث سلیمان، وإنا ورثنا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ (اصول کافی ج ا ص ۳۳۲ ش)

حاصل کلام یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے اور ظاہر ہے کہ وراثت مالی کے لئے ان رشتوں اور قرابتوں میں سے کسی رشتہ دار اور قرابت کا ہونا ضرور ہے جن پر وراثت موقوف ہے سو حضرات شیعہ ہی فرمائیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کون تھے؟ جو ان کے مال کے وارث ہوئے تو کیا فدک وغیرہ متروکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے ترکہ میں آپ کو ملا تھا (اجوبہ اربعین ص ۲۷۰)

حضرت حجۃ الاسلام ایک اور جگہ لکھتے ہیں

> اس روایت سے عیاں ہے کہ آیت ورث سلیمان میں توارث علمی ووراثت منصب نبوت مراد ہے وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلیمان سے کیا قرابت تھی؟ کہ اس کے وسیلہ سے جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کے ترکہ میں سے ملا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں ملتا مع هذا مال ملا تو کب ملا؟ بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایسی میراث جو حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کو پہنچی اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی بجز میراث نبوت اور میراث علم کے اور کچھ نہیں۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۴۰۳)

معلوم نہیں شیعہ علماء کیوں اہل بیت نبوت کو دنیادار سمجھتے ہیں اور ان کو مال ودولت کا حریص بتانے پر تلے ہوئے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ لوگ اپنے اس موقف اور اس قسم کے مباحث سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالی

عرب کے معروف فاضل الاستاذ محمود عباس عقادؒ (۱۹۶۴ء) نے بڑے پتہ کی بات لکھی ہے یہ بات کوئی کیسے مان سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو وفاداری

رسول اللہ ﷺ سے تھی اس میں محض اس لئے شک کیا جائے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث سے محروم رکھا اگر (بالفرض) انہوں نے ان کو محروم رکھا تو خود اپنی لڑکی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح محروم رکھا تھا کیونکہ شریعت کی رو سے انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں چاہا تھا کہ میراث محمد ﷺ سے حضور ﷺ کے ورثہ کو محروم کر دیں جن میں خود ان کی محبوب ترین اور سرمایہ فخر بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں لیکن انہوں نے چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دین اور آپ کی وصیتوں کے معاملہ میں توسع سے کام نہ لیں اور دین کو بچانا خاندان اور مال کے بچانے سے زیادہ ضروری تھا (العبقریات الاسلامیہ ص ۴۴۶)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں

میراث کے معاملے میں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے طے کر دیا اس کے سوا کوئی فیصلہ کرنے کا ان کو حق بھی نہ تھا ان کو یہی معلوم تھا کہ انبیاء کرام کسی کو وارث نہیں بناتے (ایضاص ۴۴۸ المرتضی ص ۱۴۴)

یہاں اس بات پر بھی غور کیجئے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آل نبی کے متعلق کسی قسم کا کوئی بوجھ ہوتا تو کیا آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق خمس کی تولیت دیتے؟ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں جس طرح خمس کی تقسیم کا والی بنایا تھا کہ وہ اسے بنی ہاشم پر تقسیم کریں حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اسی روش پر رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں حضرت علیؓ کو اسی پر مامور رکھا تھا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں

: «وَلَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ»، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ،

وَحَيَاةَ عُمَرَ، فَأُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ: خُذْهُ، فَقُلْتُ: لَا أُرِيدُهُ، قَالَ: خُذْهُ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ، قُلْتُ: قَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۱)

حضور ﷺ نے خمس کے، خمس کو میری ولایت میں دیا تو میں اس کے مصارف پر خرچ کرتا رہا اور یہ سلسلہ حضور ﷺ کی حیات تک اسی طرح رہا اور آپ کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی تک ایسا ہی ہوتا رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں جب مال آیا تو آپ نے مجھے بلایا اور کہا اس کو لے لو میں نے کہا میں نہیں چاہتا آپ نے کہا اسے لو تم اس کے زیادہ حقدار ہو میں نے کہا اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بیت المال میں جمع کرا دیا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کبھی حضور ﷺ کے طریقہ سے نہیں ہٹے تھے اور نہ ان کے دلوں میں حضرت علی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے خلاف کوئی بوجھ تھا اگر ایسا ہوتا تو آپ ہی سوچیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کبھی یہ بات کہتے ؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر وثیقہ پھاڑنے کا گھٹیا الزام

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا اور اس پر ایک تحریر بھی لکھ دی تھی اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے ہی لگے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے وہ تحریر ان سے لے کر پھاڑ دی

فمحاه وخرقه (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص ۷ ش)

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے نہ پھاڑتے تو یہ جائداد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مل جاتی ۔ شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) نے یہ ڈرامہ حضرت موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ترتیب دیا ہے (دیکھئے الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۳ ص ۱۹۲) اور ملا باقر مجلسی نے اسے

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام لگایا ہے

ما هذا الكتاب الذي معك ؟ فقالت: كتاب كتب لي أبو بكر برد فدك، فقال: هلميه إلي، فأبت أن تدفعه إليه، فرفسها برجله – وكانت عليها السلام حاملة بابن اسمه: المحسن – فأسقطت المحسن من بطنها، ثم لطمها، ، ثم أخذ الكتاب فخرقه. فمضت ومكثت خمسة وسبعين يوما مريضة مما ضربها عمر، ثم قبضت (بحار الانوار ص ۱۰۱)

عمر نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے حضرت فاطمہؓ نے کہا یہ ایک دستاویز ہے جس میں ابو بکر نے مجھے فدک واپس کرنے کی تحریر لکھ کر دے دی ہے عمر نے کہا لاؤ اسے مجھے دے دو حضرت فاطمہؓ نے دینے سے انکار کیا تو عمر نے انہیں زور سے لات ماری حضرت فاطمہؓ اس وقت حمل سے تھیں اس مار سے ان کا حمل ساقط ہو گیا پھر عمر نے ان کو طمانچے مارے۔۔۔ پھر ان کے ہاتھ سے وہ کاغذ لے کر پھاڑ دیا اور چلے گئے آپ اس واقعہ کے بعد ۷۵ روز حیات رہیں اور اسی مرض میں پھر ان کا وصال ہو گیا

الجواب... شیعہ علماء ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ فدک کے نام پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو کس طرح بدنام کریں، کبھی وہ میراث کے نام پر، کبھی ہبہ کے عنوان پر، اور کبھی وثیقہ کے دعوی پر حضرات شیخین کریمین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ہم یہ بات اوپر بتا آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا، اور نہ یہ میراث میں آیا تھا اس لئے یہ بات کس طرح مانی جاسکتی ہے کہ حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر کوئی اور نیا طریقہ اپنائیں گے اور دوسروں کو ان کے حق سے محروم کر کے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا مالک بنادیں گے اور اس پر کوئی تحریر بھی دے دیں گے۔ شیعہ مجتہد ملا ابن مطہر حلی (۷۲۶ھ) لکھتا ہے

كتب لها بها كتابا و رودها عليها، فخرجت من عنده فلقيها عمر، فخرق الكتاب (منہاج الکرامۃ ج۹ص۷)

حضرت ابو بکر نے ایک تحریر لکھ دی اور فدک واپس کر دیا جب حضرت عمر کو اس کا پتہ چلا تو اسے لے کر پھاڑ دیا

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ جھوٹ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسی تحریر لکھی اور نہ کسی محدث اور اہل علم نے اس کا کہیں ذکر کیا ہے یہ ایک من گھڑت کہانی ہے جو ملا ابن مطہر حلی سنا رہا ہے

أَنَّ هَذَا مِنَ الْكَذِبِ الَّذِي لَا يَسْتَرِيبُ فِيهِ عَالِمٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ هَذَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، وَلَا يُعْرَفُ لَهُ إِسْنَادٌ، وَأَبُو بَكْرٍ لَمْ يَكْتُبْ فَدَكًا قَطُّ لِأَحَدٍ لَا لِفَاطِمَةَ، وَلَا غَيْرِهَا، وَلَا دَعَتْ فَاطِمَةُ عَلَى عُمَرَ (منہاج السنۃ ج۶ص۳۱)

یہ رافضیوں کا وہ جھوٹ ہے جس کے جھوٹ ہونے میں کبھی کوئی عالم شک نہیں کر سکتا یہ بات نہ کسی محدث نے لکھی ہے اور نہ ہی اس روایت کی کوئی بھی سند معروف ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کوئی تحریر دی اور نہ کسی دوسرے کو لکھ کر دیا اور نہ کبھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بد دعا دی ہے۔ (جو لوگ اس قسم کی بات کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں

(شیعی عالم) مولوی عمار صاحب کا یہ فرمانا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو جاگیر نامہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے نام لکھ دیا تھا، پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھاڑ ڈالا ،مولوی صاحب نے کیا سمجھ کر لکھا ہے یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں ،سنیوں کی کتابوں سے اگر لکھتے ہیں تو سنیوں کی کتابوں میں تو اس بات کا پتہ

بھی نہیں ہے، اور اگر اپنی کتابوں کے بھروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ سبحان اللہ ایسا مناظرہ نہ کسی نے سنا ہو گا کہ اپنی کتابوں کے کیا ملا، بلکہ اپنے خوابوں کے بھروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں، دوسرے منہاج الکرامۃ کونسی سنیوں کی کتاب ہے اور شیخ ابن مطہر حلی کون سے سنی یا حضرت عمر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی خالہ کے بیٹے تھے؟ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۱۹)

جہاں تک کسی تحریر کے دعوی کا تعلق ہے تو یہ بات سبط ابن جوزی کی کتاب مراۃ الزمان کے حوالہ سے بتائی جاتی ہے اور اسے اہل سنت کے مستند عالم اور اس کی مستند کتاب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ علمائے اہل سنت بہت پہلے سبط ابن جوزی (یوسف بن قزغلی) کی ذات اور اس کی کتاب کی حقیقت سے پردہ اٹھا چکے ہیں۔ اہل سنت کے معروف ماہر فن رجال امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) اور معروف محدث علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) سبط ابن جوزی کے بارے میں لکھتے ہیں

وألف كتاب مرآة الزمان، فتراه يأتي فيه بمناكير الحكايات، وما أظنه بثقة فيما ينقله، بل يجنف ويجازف، ثم إنه ترفض. وله مؤلف في ذلك. نسأل الله العافية. مات سنة أربع وخمسين وستمائة بدمشق قال الشيخ محيي الدين السوسى: لما بلغ جدى موت سبط ابن الجوزي قال: لا رحمه الله، كان رافضيا. (میزان الاعتدال ج ۷ ص ۳۰۴ لسان المیزان ج ۶ ص ۳۲۸)

اس نے ایک کتاب مراۃ الزمان لکھی ہے ہم نے اس کتاب میں ایسے قصے دیکھے جو لائق رد ہیں جو کچھ یہ نقل کرتا ہے میں اس کو قابل اعتبار نہیں جانتا بلکہ یہ حق سے ہٹی ہوئی باتیں کرتا ہے پھر وہ رافضیوں کی سی باتیں لکھتا ہے اس نے رافضیت کے حق میں ایک کتاب بھی لکھی ہے ہم اللہ سے دعا کرتے

ہیں کہ وہ ہمیں اس سے عافیت میں رکھے شیخ محی الدین سوسی کہتے ہیں کہ جب میرے جد امجد کو اس کی موت کی خبر ملی تو وہ کہنے لگے خدا اس پر رحمت نہ کرے وہ تو رافضی تھا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ محض ایک من گھڑت قصے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا جسے رافضیوں نے محض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عداوت میں گھڑ کر پھیلا رکھا ہے۔

آپ پہلے ملا باقر مجلسی کے حوالہ سے یہ بات پڑھ آئے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کے بارے میں تحریر دے دی تو اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے وہ تحریر لے کر نہ صرف یہ کہ پھاڑ دی بلکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اس شدت کے ساتھ لات ماری کہ آپ کا حمل ساقط ہو گیا اور آپ کے پیٹ میں (محسن نامی) بچہ شہید ہو گیا۔ (معاذ اللہ۔)

اب اسی حمل کے ساقط ہونے کی ایک اور کہانی سن لیجئے۔ یہ کہانی اسی ملا باقر مجلسی نے لکھی ہے جس نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مذکورہ کہانی لکھی تھی

> اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسماں ڈال کر مسجد میں لے گئے اور بروایت دگر جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں اس وقت عمر نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا اور سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھے شہید کیا
> (جلاء العیون ص ۱۵۲ اردو)

پہلی کہانی کا حاصل یہ تھا کہ فدک کے معاملے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لات ماری جس سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا تھا اس وقت حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور دوسری

کہانی کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر لے جایا جارہا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر دروازہ گرادیا پسلیوں کو توڑا جس کی وجہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

شیعہ علماء نے حضرات شیخین کریمین کے خلاف جتنے الزامات گھڑے ہیں ان سب کا یہی حال ہے اور ذرا بھی غور سے کام لیا جائے تو اس سے ان کا فریب اور ان کی تضاد بیانیاں کھل کھل کر سامنے آتی ہیں مگر افسوس کہ بہت سے لوگ ابھی بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔

شیعہ علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیلی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئیں تھیں اور خطبہ دیا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور بقول ان کے وہاں آپ کے ساتھ انتہائی ظلم ہوا تھا جبکہ دوسری روایت میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور آپ کے ساتھ بقول ان کے یہ ظالمانہ واقعہ پیش آیا تھا اور آپ خاموشی کے ساتھ یہ سب دیکھ رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ ایک لمحے کے لئے بھی شیعہ علماء کی یہ بات مان سکتے ہیں جو انہوں نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حمل کے ساقط ہونے کے بارے میں گھڑ رکھی ہیں؟ ہم اس پر آگے چل کر بتائیں گے کہ اس من گھڑت واقعہ سے حضرت عمر فاروق کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے یا اس سے سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص ہوتی ہے؟

پھر شیعہ علماء یہ بھی نہیں بتاتے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وثیقہ پھاڑا تھا تو اس وقت حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟ اگر وہ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ تھے تو کیا بعد میں انہیں اس واقعہ کا پتہ بھی نہ چلا؟

پھر شیعہ علماء یہ بھی نہیں بتاتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بعد میں جب انہیں بتایا تو انہوں نے اس پر کس رد عمل کا اظہار کیا تھا؟ اپنی اہلیہ مکرمہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم المرتبت خاتون کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لات ماری جائے، ان کا حمل گرایا جائے، ان کے منہ پر طمانچے لگیں، ان کے ہاتھ سے دستاویز لے کر پھاڑ دی جائے، (استغفر اللہ) اس کے باوجود

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگے، نہ انہیں اپنی اہلیہ مکرمہ کی عزت کا کوئی خیال آئے، نہ انہیں آقائے دوجہاں اور آپ کی صاحبزادی کی حرمت کی کوئی فکر ہو، اس کے لئے نہ آپ کے ہاتھ اٹھے، نہ آپ کے پاؤں چلے، اور نہ آپ کا منھ کھلے، اور نہ آپ اپنی مافوق الفطرت قوت وطاقت کے ساتھ حضرت عمر کا مقابلہ کرنے اٹھے، اور نہ اپنا اور نہ ہی اپنی اہلیہ مکرمہ کی کھلے عام بے عزتی کا جواب دینے کے لئے باہر نکلے، تو آپ بتائیں اسے ہم دیوانے کی بڑ نہ کہیں اور کیا کہیں؟

شیعہ عوام اس قسم کی کہانی سن کر رونے، سر پیٹنے، طمانچے مارنے، اور کپڑے پھاڑنے، ٹرپنے اور پھڑکنے تو لگ جاتے ہیں مگر انہیں اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ سوچیں کہ ان سب معاملات میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کردار کیا رہا ہے؟ جب ایک عام آدمی بھی اپنی اہلیہ کی بے عزتی برداشت نہیں کرتا اور کبھی کبھی اس پر جان تک سے گزر جاتا ہے تو شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام بے عزتیوں پر کیوں خاموش رہا کرتے تھے؟ ایمانداری سے بتایئے کیا اس قسم کے مکروہ ترین واقعات سے یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عزت بڑھا رہے ہیں یا آپ کی عزت بیچ چوراہے پر نیلام کر رہے ہیں؟ اور آپ کو ایک گئے گزرے شخص سے بھی زیادہ گیا گزرا بتانے میں کوئی حیاء نہیں کرتے... استغفر اللہ العظیم

سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کے تمام واقعات من گھڑت ہیں اور جب فدک کے ہبہ کی روایت ہی من گھڑت نکلتی ہے تو آپ ہی بتائیں نوشتہ فدک کہاں، اور کس طرح لکھا گیا ہوگا؟۔ شیعہ علماء اس پر جتنا بولتے ہیں وہ اتنے ہی بے نقاب ہوتے چلے جاتے ہیں۔

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونے کی کہانی؟

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ فدک کی جائداد اور مال نہ ملنے کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ سے ناراض تھیں اور انہوں نے زندگی کے آخر تک حضرت ابو بکرؓ سے بات نہیں کی؟

الجواب... یہ واقعہ حدیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے ان میں زیادہ تر روایات حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جبکہ بعض صحابہ (حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالطفیلؓ) نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک دو روایات میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کے الفاظ ملتے ہیں جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی دوسری روایتوں میں یہ الفاظ نہیں ملتے (اور نہ ہی دوسرے صحابہ کی روایت میں اس کا کوئی ذکر موجود ہے) جو اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی پر مبنی الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۵۸ھ) کے اپنے نہیں، اس کے اگلے راوی ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴ھ) کے معلوم ہوتے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات کس نے بتائی کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئی تھیں؟

روایتوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ بات ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے کسی شاگرد کی اپنی ہے، ان کو یہ بات کس نے بتائی؟ اس کا پتہ نہیں چلتا اور نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی تھی۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵۸ھ کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی اسی سال ہوئی ہے

تاہم اس امر کا امکان ہے امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کے پیش نظر خود ہی قیاس کر لیا ہو اور آپ سمجھے ہوں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئی تھیں حالانکہ ایسا نہیں تھا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

هذا ظن من الراوی حیث استنبط من عدم تکلیمها ایاه انها غضبت علیه(لامع الدراری ج۲ ص۵۰۰)

سو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سمجھنا درست نہ تھا، یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی بات پر اپنے بالاخانہ میں قیام پذیر ہو گئے اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور باہر پھیلی ہوئی اس خبر کی تحقیق چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح صورت حال بتادی اور فرمایا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا

ہے۔ سو جس طرح اس وقت بعض لوگوں نے اپنے اندازے سے یہ سمجھ لیا تھا اور یہ ایک بڑا معاملہ تھا، اسی طرح اگر امام زہریؒ نے اپنے اندازے سے یہ سمجھ لیا ہو تو یہ بعید نہیں ہے تاہم سچ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی اور عمر بھر عدم کلام کی بات درست نہیں ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا محض اپنے اندازے سے یہ سمجھ لینا کہ آپ ناراض ہو گئی تھیں، ان کی، یا ان کے کسی شاگرد کی اپنی سمجھ تو ہو سکتی ہے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نہیں۔

شارح بخاری فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں

هذا ظن من الراوی حیث استنبط من عدم تکلیمها ایاه ای انها غضبت علیه (لامع الدراری بشرح البخاری ج ۲ ص ۵۰۰)

اور اس بات کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے

پھر یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ کیا امام زہری رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے؟ نہیں۔ اور ہم ابھی بتا آئے ہیں کہ آپ تو اس سال پیدا ہوئے جس سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے یہ بات کس بنیاد پر کہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض تھیں؟

خود روایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوئی کلام ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ بات ان کی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت بھی ایک نہیں، سو اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ یہ بات امام زہریؒ نے اپنے خیال سے کہی ہو گی اور پھر روایت میں قال کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس کا قائل مرد ہے، عورت نہیں ہے اگر یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوتی تو یہاں قال کے بجائے قالت ہوتا۔ صحیح بخاری میں لفظ قال صراحتاً موجود ہے **قال فهجرته فلم تکلمه حتی مات** (ج ۲ ص ۹۹۶)

ابن جریر طبریؒ نے تاریخ الملوک والامم میں یہ واقعہ نقل کیا ہے اور اس میں بھی قال کا لفظ مذکور ہے (دیکھئے ج ۲ ص ۴۴۸) محدث ابو بکر احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ) نے سنن

کبری میں یہ روایت نقل کی اس میں بھی قال کا لفظ ہے قالت کا نہیں (سنن کبری ج۶ ص ۳۰۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ناراضگی کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہی ہوئی ہر گز نہیں ہے۔ یہ بات امام زہریؒ نے اپنے گمان کی بناء پر کہی ہے انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی کو ان کی ناراضگی سمجھ لیا تھا حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ سو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس گمان کی بناء پر حضرت ابو بکر اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ناراضگی کا دعوی کوئی مضبوط دعوی نہیں ہے۔ اور جو دعوی کرے اس کے لئے مضبوط دلیل لانا ضروری ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) ایک بحث میں لکھتے ہیں

> روایت کی صحت کا مقتضاء فقط اتنا ہے کہ راوی قابل اعتماد ہو یہ نہیں کہ علم حقائق و قائع اور انتزاع اصولی واسباب واقعات میں بھی اس سے غلطی نہ ہو حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سفر کو دیکھ لیجئے ... ایسے ہی اگر راوی واقعہ طلب میراث فئے، بعد مطالبہ حضرت زہراؓ اور ان کا خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ سے اس ترک آمد وشد کو، جو بعد ربط وضبط قدیمی بوجہ صدمہ جانگداز واقعہ جانکاہ رحلت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیش آیا تھا، غم وغصہ پر محمول کرلیا ہو اور اس معاملہ میں پھر کلام نہ کرنے کو بعد اس مطالبہ اور انتزاع کے اگر بوجہ رنج ترک کلام پر محمول کرلیا ہو تو نہ حضرت زہراؓ کا کچھ قصور نکلے گا اور نہ روایت کی صحت میں بطور قواعد محدثین کچھ نقصان آئے گا..... اصل بات وہی ہے کہ انتزاع راوی میں بوجہ مذکور غلطی ہوئی ورنہ حضرت زہراؓ سے بجز تسلیم ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (لانورث ماترکنا صدقۃ) اور کچھ ظہور میں نہیں آیا۔ (اجوبہ اربعین ص ۳۴۷)

محقق اہل سنت مولانا محمد نافع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۱۴ء) لکھتے ہیں

> سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کی یہ

روایت احادیث روایات اور تاریخ کی باسند کتب سے قریبا ۳۶ مواضع سے دریافت ہوئی ہے ...ان مقامات میں سے بعض جگہ مفصل ہے، اور بعض مواضع میں مجمل ہے اور تفحص و تفکر سے واضح ہوا کہ مندرجہ ۳۶ مواضع میں قریبا گیارہ وہ روایات ہیں جن کی سند میں امام زہریؒ نہیں ہے اور دیگر صحابہ مثلا حضرت ابوہریرہؓ، ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ، ام ہانیؓ وغیرہم سے مروی ہیں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول نہیں۔ یہاں کسی ایک مقام میں بھی رنجیدگی وکشیدگی کا نام ونشان نہیں ہے

ان کے علاوہ ۲۵ مقامات جن کی سند میں زہریؒ موجود ہے دو طرح پائے گئے ہیں ،ایک صورت یہ ہے کہ سند میں زہریؒ کے موجود ہونے کے باوجود مناقشہ نما الفاظ بالکل مفقصود ہیں اور کشیدگی (ناراضگی) سیدہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں، ایسے مواضع قریبا نو ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس روایت میں وجد وعدم تکلم وغیرہما یہ چیزیں منقول ہیں ان مقامات کی ہر سند میں زہریؒ موجود ہے یہ قریبا ۱۶ مقامات ہیں... مذکورہ سولہ مقامات میں (جہاں مناقشہ کلمات ملتے ہیں) تدبر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مقامات میں قال کے بعد مذکور ہوئے ہیں یعنی قال کا مقولہ ہے، قالت کا مقولہ نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے خارج ہیں ... اس قال کا قائل زہریؒ کا کوئی شاگرد ہے، معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی اور قال کا فاعل خود ابن شہاب زہریؒ ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایت میں آمیخت کر دئے (ملادئے) گئے ہیں۔(رحماء بینھم ح ا ص ۱۲۷)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی کا یہ مطلب لینا کہ آپ ناراض ہوگئی تھیں یا آپ نے ان

سے بات کرنی چھوڑ دی تھی، ظن راوی ہے جو دوسری روایتوں کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاموش ہونے کا کیا یہ معنی نہیں لیا جاسکتا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے باخبر کیا تو آپ پر بات واضح ہوگئی اور آپ سماعت حدیث کے بعد مطمئن ہوگئیں، اور آپ نے پھر کبھی اس موضوع سے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہ کی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ عمر بن شبہ النمیری (۲۶۲ھ) کی کتاب میں **فلم تکلمه فی ذلک المال حتی ماتت** آیا ہے (تاریخ المدینۃ ص ۱۹۷ لابن شبہ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۸) یعنی خاص اس مال (فدک) کے بارے میں آئندہ کوئی گفتگو نہ فرمائی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس سوال وجواب کے بعد آپ سے ذرا بھی ناراض ہوتیں تو آپ ہی بتائیں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھیجے جانے والے اموال انہیں واپس کیوں نہ کئے؟ آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں آپ کا بھیجا سامان نہیں لیتی، کیونکہ یہ بہت تھوڑا ہے جبکہ سب مالوں پر میرا ہی حق ہے؟ اور وہ (بقول شیعہ) "میری میراث" ہے، فدک بطور "ہبہ" مجھے ملا ہے، یہ "میری ماں اور خالہ" کا ہے، اور یہ میری ماں کا "مہر" تھا جو میرے حصے میں آیا ہے، مگر حقیقت یہی ہے کہ آپ نے کبھی اس مال اور غلہ واناج کو لینے سے انکار نہ فرمایا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے ان کو پہنچتا رہا تھا۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

> فقیر کے نزدیک صحیح جواب یہ ہے کہ جو واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اس میں یہ لفظ وارد ہیں (فوجدت ولم تتکلم حتی ماتت)۔ اس جگہ وجدت ایک مشترک لفظ ہے اس کے معانی غضبت۔ ندمت۔ اغتمت آتے ہیں اس جگہ اصل راوی نے وجدت بمعنی ندمت یا اغتمت استعمال کیا تھا بعض رواۃ نے سمجھا کہ شاید وجدت بمعنی غضبت کے ہے اور پھر اس نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے غضبت روایت کر دیا سو اس حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں جب

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جواب سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر پتہ چلا کہ سوال درست نہ تھا، تو نادم ہوئیں یا غمگین ہوئیں کہ یہ فعل مجھ سے کیوں ہوا اس صورت میں (لم تتکلم حتی ماتت) کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ آپ نے اس بارہ میں پھر کوئی بات چیت نہ کی۔ (سیف مسلول ص ۲۹۳)

آپ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہ مانیں، مؤرخ مسعودی شیعی کا اعتراف تو دیکھ لیں موصوف لکھتے ہیں

وكانت مهاجرة له منذ طالبته بإرثها من أبيها صلّى الله عليه وسلّم من فدك وغيرها وما كان بينهما من النزاع في ذلك الى أن ماتت (التنبیہ والاشراف ص ۲۵۰)

جب سے فدک کے مطالبہ کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بات کرنی چھوڑدی تو اس کا مطلب نزاعی بات کرنا ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے درمیان آخری وقت تک نہ ہوئی یعنی اس پر کوئی جھگڑا نہ ہوا تھا۔

امام عامر شعبی رضی اللہ عنہ (۱۰۴ھ) کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض الموت میں ہیں تو آپ ان کے ہاں تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بارے میں اجازت طلب کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کہ کیا آپ کو پسند ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں مجھے پسند ہے، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی اور آپ سے مختلف امور پر بات چیت کی تو آپ کے دل کا سارا بوجھ جاتا رہا اور آپ ان سے خوش ہو گئیں۔

فرضیت عنہ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۲ ریاض النضرۃ ص ۱۵۶)

یہ نہ سمجھئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا آخری اوقات میں ہوا تھا بلکہ آپ نے اسی وقت

اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ بنا کر آپ سے کہا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہر گز نہ چلوں گا، آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا پورا پورا خیال رکھوں گا اس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئی تھیں ہم یہ بات پہلے نقل کر آئے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی کہا تھا

وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ، وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ، وَمَرْضَاتِكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ، ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ. وَهَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ، والظاهر أن عامر الشَّعْبِيَّ سَمِعَهُ مِنْ عَلِيٍّ، أَوْ مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنْ عَلِيٍّ، وَقَدِ اعْتَرَفَ عُلَمَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ بِصِحَّةِ مَا حَكَمَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فِي ذلك (البدایہ والنہایۃ ج۵ ص۲۸۹)

خدا کی قسم میں نے اپنا گھر بار اور مال واولاد صرف اللہ اور اس کے رسول کی خوشی اور تم اہل بیت کی خاطر چھوڑا ہے پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رضا چاہی چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر خوش ہو گئیں۔

(حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ) اس روایت کی سند جید اور مضبوط ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ بیان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہو گا یا ان سے جنہوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہو گا ائمہ اہل بیت نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت جو فیصلہ فرمایا وہ درست ہی تھا

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ (۷۷۴ھ) اس پر لکھتے ہیں

وَأَحْسَنُ مَا فِيهِ قَوْلُهَا أَنْتَ وَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا هُوَ الصواب والمظنون بِهَا، وَاللَّائِقُ بِأَمْرِهَا وَسِيَادَتِهَا وَعِلْمِهَا وَدِينِهَا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، (ایضا)

اس بارے میں سب سے بہتر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے۔(آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ) آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے اس پر عمل کریں (میں خوش ہوں) یہی بات درست ہے آپ سے اسی کی توقع ہے اور یہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مقام ومرتبہ اور علم ودین کے شایان شان بھی ہے۔

اگر شیعہ دوستوں کو اس بات پر اصرار ہی ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئی تھیں تو بھی ان کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر گرجنا برسنا ہرگز درست نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بالآخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے راضی اور خوش ہو جانا علماء اہل سنت کے ساتھ ساتھ شیعہ علماء نے بھی تسلیم کیا ہے۔شارح نہج البلاغۃ کمال الدین میثم بن علی بحرانی (۶۷۹ھ) نے شرح نہج البلاغۃ میں، اور ملا ابراہیم بن حسین الدنبلی (۱۲۹۱ھ) نے درہ نجفیہ میں تسلیم کیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے راضی ہوگئی تھیں

حضرت سیدہ فاطمہؓ کے راضی اور خوش ہو جانے کے بعد اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں کوئی سخت جملہ اپنی زبان پر لائے اب جو لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے طعن کا نشانہ بنائیں ایسے لوگ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہرگز نہیں ہیں، یہ لوگ فسادی اور شرارتی تو ہوسکتے ہیں، مولائی حسنی، حسینی ہرگز نہیں ہوسکتے۔

ترکمانستان کے معروف عالم جناب علامہ سید موسی جار اللہ (ولادت ۱۸۷۰ء) لکھتے ہیں کہ

(حضرت سیدہ فاطمہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے) جب انبیاء کے ترکہ والی حدیث سنی تو اسے کافی سمجھ کر لوٹ گئیں حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد نہ پھر کبھی مطالبہ کیا نہ کوئی جھگڑا کیا۔شیعہ ان کے بارے میں جو داستان بیان کرتے ہیں وہ (یعنی حضرت سیدہ فاطمہؓ) ان سے کہیں زیادہ ارفع واعلی تھیں، ان کا دل غنی تھا، اور آپ مال ودولت سے بے نیاز تھیں، اپنے پدر

بزرگوار ﷺ کے صدمہ جدائی سے کہاں فرصت تھی جو حضور ﷺ کے دونوں جہانوں کے دونوں ساتھیوں کے خلاف باتیں کرتی پھرتیں ..... حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت کی تصدیق کی، اور صدیق نے جو فیصلہ کیا اس کو بسر و چشم منظور کیا اور اس کے خلاف اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہیں کی اور اس کے بعد کوئی مطالبہ نہیں کیا، حضرت فاطمہؓ نے انہیں کسی خفگی کی وجہ سے نہیں چھوڑا، اگر چھوڑا تو اس لئے کہ پدر بزرگوار ﷺ کی طرف ساری توجہ تھی اور آپ سے ملنے کا اشتیاق غالب تھا۔۔(الوشیعہ ص۲۳۸۔۲۳۹مترجم)

حضرت امام حسینؓ کے پوتے امام زین العابدین (علی بن حسینؓ) کے فرزند حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کا موقف درست ہے یا ان شیعہ ملاؤں کا جو دن رات ٹی وی پر بیٹھ کر حضرات شیخین کریمینؓ پر بلاوجہ الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَمَّا أَنَا فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ أَبِي بَكْرٍ لحكمت بما حكم به أبو بكر في فدك. (البدایہ والنہایۃ ج۵ ص۲۸۹)

اگر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو میں فدک کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

شیعہ عالم ابن ابی الحدید عبد الحمید بن بہاء الدین مدائنی (۶۵۶ھ) نے بھی شرح نہج البلاغۃ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ بات نقل کی ہے

وأيم الله لو رجع الأمر إلي لقضيت فيها بقضاء أبي بكر (شرح نہج البلاغۃ ج۴ ص ۸۲ ۔۔ السقیفہ وفدک ص ۱۱۰ لابی بکر الجوہری البغدادی (۳۲۳ھ) طبع طہران)

بخدا اگر یہ معاملہ میرے سپرد کیا جائے تو میں وہی فیصلہ کروں گا جو ابو بکر

نے کیا ہے

حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کچھ لوگوں نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق دبایا تھا اور ان پر ظلم کیا تھا۔ ابو عقیل نے جب یہ بات حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھی تو آپ نے فرمایا، نہیں، ہر گز نہیں

فقال لا و الذي أنزل القرآن على عبده ليكون للعالمين نذيرا ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل (شرح نہج البلاغۃ ج۴ ص ۸۲ لابن ابی الحدید)

اس ذات پاک کی قسم جس نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے حقوق میں سے رائی برابر بھی ہم پر ظلم نہیں کیا

حقیقت میں تو سارے فساد کی جڑ وہ کذاب راوی تھے جنہوں نے اہل بیت اور صحابہ کرام میں عداوت کی کہانیاں گھڑیں، اور جھوٹ بول بول کر امت کے نادانوں کو صحابہ کرام کے بارے میں گمراہ کیا اور وہ نفرت کا بازار گرم کرتے رہے، ورنہ حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنے کی تعلیم دیتے تھے اور ان کا ادب کرنے کی تلقین وترغیب کرتے رہے ہیں۔ کثیر نوار کہتے ہیں کہ یہ بات خود امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے

جعلت فداك أفأتولاهما قال نعم ويحك ، تولهما في الدنيا والآخرة وما أصابك ففي عنقي ثم قال فعل الله بالمغيرة وبنان ، فأنهما كذبا علينا أهل البيت .(السقیفہ وفدک ص ۱۱۰ لابی بکر الجوہری البغدای (۳۲۳ھ) طبع طہران)

اہل بیت کے معززین تو ببانگ دہل اعلان کریں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہم پر ظلم کیا نہ ہمارے حقوق میں کوئی کمی کوتاہی کی ، نہ ہمارے ساتھ انہوں نے کسی طرح کی کوئی زیادتی کا ارتکاب کیا، اگر یہ معاملہ ہمارے پاس آتا تو ہم بھی وہی فیصلہ کرتے جو حضرت

ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ مگر آج کل کے شیعہ منھ بنابنا کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہتے نہیں شرماتے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ان پر ظلم کیا تھا

اب آپ فیصلہ کریں کہ ایک عام مسلمان اہل بیت کے معززین کی بات مانے، یا ٹی وی پر بیٹھ کر غلط بیانی کرنے والے شیعہ ملا اور ذاکروں کی ؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں بحرین کے سابق شیعہ عالم آیت اللہ ابو خلیفہ علی بن محمد قضیبی کے بیان پر شیعہ علماء کو غور کی دعوت دیں۔ آپ لکھتے ہیں

جن لوگوں نے اس قسم کی روایات کی چھان بین کی اور اس پر تحقیق کی ہے اور اس غلو (اور ظلم و ستم کی کہانیوں) پر نقد کرنے والی جرات مند شخصیتوں کے نام ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں آیت اللہ العظمی ابو الفضل البر قعی، اور احمد کسروی، علامہ خوینی، ڈاکٹر موسی موسوی ، محمد الیاسروی، اور احمد کاتب کے نام شہ سرخیوں میں لئے جاتے تھے اور آج ان کی جگہ آیت اللہ العظمی محمد حسین فضل اللہ صاحب نے لے لی ہے۔ سید فضل اللہ نے اس بات کا بخوبی ادراک کرلیا ہے کہ عقائد و تاریخ کے بارے میں (ان کی جانب سے) پیش کئے گئے وہ مقالات جن کی ثقاہت کے حوالے سے ماضی میں وہ انداز اختیار کیا کرتے تھے اور جن کی تاویلات میں وہ اپنا وقت صرف کیا کرتے تھے اور جس کی تبلیغ میں وہ کوشاں رہتے تھے آج ان کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ اس شخصیت کی جانب سے حقیقت کی نقاب کشائی ہے جس کو شیعوں کے نزدیک مستند اور جید داعی، اور ممتاز رہنما ہونے کا شرف حاصل ہے

چنانچہ سید فضل اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں شیعہ کی طرف سے کی گئی دروغ گوئی کے متعلق بحث و تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب سراسر تہمت طرازی ہے جن روایات کے مطابق حضرت فاطمہ کو زدوکوب کیا گیا اور ان کے حمل کو ساقط کروادیا گیا سید فضل اللہ صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سب سراسر تہمت ہے۔ نیز سید فضل اللہ صاحب کا یہ

انکشاف ہے کہ اس قسم کے بیانات کا حقیقت سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت افواہ بازی سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہے (الحوزۃ العلمیۃ تدین الانحراف ص ۲۷ مترجم۔ اہل بیت واصحاب رسول ص ۵۶)

☆...حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر قرآنی حکم کی خلاف ورزی کا الزام اور اس کا جواب

جب قرآن میں یہ حکم موجود ہے کہ تمہاری وراثت میں سے اولاد کو اس کا حصہ ملنا چاہئیے تو پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس قرآنی حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟

☆...الجواب

یہ صحیح ہے کہ قرآنی حکم کے مطابق فوت والے کے اموال متروکہ میں سے اس کے وارثوں کو حق ملتا ہے، تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ خود آپ نے اپنے آپ کو اس حکم سے الگ کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ انبیاء کی میراث اس کی اولاد وغیرہم میں نہیں چلا کرتی، جب خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں اپنے آپ کو داخل نہیں کیا اور اس پر کھلا بیان دے دیا تو اب بتایئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی خلاف ورزی کہاں کی؟ کیا شیعہ علماء یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرما کر خود قرآنی حکم کی مخالفت کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ تمہاری اولاد کو میراث ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں قرآن کا یہ حکم تسلیم نہیں کرتا، میری وراثت کسی کو نہیں دی جائے گی، نہ میرے بچوں کو، نہ میری گھر والیوں کو، اور نہ میرے کسی دوسرے عزیزوں کو، اللہ کے نبی کو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا بتانا کیا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے، کچھ تو سوچیں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

> آیت میراث کے عموم سے آپ کی وراثت پر استدلال کرنا اس لئے صحیح نہیں کہ انبیاء کی وراثت اس سے مستثنیٰ ہے جس طرح یہ مسائل استثنائی حیثیت رکھتے ہیں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا اور قتل عمد کا مرتکب ورثہ سے محروم رہتا ہے نیز یہ کہ غلام وارث نہیں ہوتا (المنتقی مترجم ص

(۲۸۳

قرآن کریم میں بہت سے احکام ایسے ملتے ہیں جن میں اللہ نے اپنے نبی کو ان سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالی نے قرآن میں عام قانون یہ بتایا کہ تمہارے لئے بیک وقت چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، چار سے زیادہ جائز نہیں ا،ور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کی ازواج بیک وقت چار سے زیادہ تھیں، سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ نے قرآنی حکم کی خلاف ورزی کی تھی ؟ شیعہ بیشک اس بد عقیدگی کا شکار ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حکم قرآن کی مخالفت کی، مگر ہم مسلمان کبھی اس بدعقیدگی کی حمایت نہیں کر سکتے سو عام امت کے لئے تو یہ ہی قانون نکاح ہے، مگر اللہ کے نبی کو اس قانون سے مستثنیٰ رکھا گیا اور بیک وقت چار سے زائد ازواج آپ کے نکاح میں رہیں، اسی طرح عام قانون تو یہی ہے کہ مال متروکہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہو مگر حضور ﷺ نے خود ہی بتادیا کہ مجھے اس قانون کا پابند نہیں کیا گیا، جس طرح انبیاء سابقین کے مال میں وراثت نہیں چلی، اسی طرح میرے ترکہ میں بھی وراثت نہیں چلے گی، میں جو کچھ بھی چھوڑ کر جاؤں گا وہ سب کا سب امت کا ہو گا اور میری تمام امت اس کا فیض پائے گی، اور یہ میرے جانشین کی ذمہ داری میں ہو گا۔

اگر ہم یہ بات نہ مانیں تو سوال پیدا ہو گا کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے شرعی وارثوں کو (جن میں آپ کے چچا اور آپ کی ازواج بھی ہیں) محروم رکھ کر اسلام کے احکام وراثت کی خلاف ورزی کی تھی ؟ نیز شیعہ علماء ساتھ ہی ساتھ اس سوال کا جواب بھی دیتے چلیں کہ کیا ان کے نزدیک مسلمان باپ کی کافر اولاد، یا باپ کی قاتل اولاد، اپنے باپ کے مال میں سے میراث پاسکتی ہے ؟ اگر نہیں تو یہ کیا قرآنی آیت (یوصیکم اللہ) کے بیان کے منافی نہیں ہے ؟

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۶ھ) لکھتے ہیں

> آیت کا یہ مفہوم کہ اس میں عام مخصوص البعض ہے، ظنی ٹھہرا کیونکہ اس کے عموم سے متوفی کے قاتل اور کافر رشتہ دار اور مملوک غلام کو بھی ایسے دلائل کی بناء پر جو حدیث نحن معاشر الانبیاء سے کم وزنی ہیں

مخصوص کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ ظنی دلیل قطعی دلیل سے معارضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتی۔۔(تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۴۲)

شیعہ علماء اگر واقعی سمجھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وراثت چھین لی تھی تو وہ اپنے عوام کو کم از کم اتنا تو بتادیں کہ شیعہ مذہب میں جائداد منقولہ میں عورتوں کو حصہ ملتا بھی ہے یا نہیں؟

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (یعنی فقہ جعفریہ) کا یہ حکم غور سے پڑھئے، سمجھ آجائے تو ان دو بزرگوں کی بات مان لیجئے، اور کم از کم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور زبان درازی سے تو باز آجایئے۔ شیعہ کے مرکزی محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۸ھ) نے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ اور فتوی نقل کیا ہے

النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئا (کافی ج ۷ ص ۱۷۵)

ملا کلینی نے اس پر یہ باب باندھا ہے

باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئا (ایضا)

محمد بن علی ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی اس طرح نقل کیا ہے

النساء لایرثن من الارض ولامن العقار شیئا (التحفۃ السنیۃ جزء ۳ ص ۱۸۵)

جناب میسر نے امام جعفرؒ سے پوچھا کہ عورتوں کے لئے میراث میں کیا حکم ہے؟

سألته عن النساء ما لهن من الميراث؟ قال: لهن قيمة الطوب والبناء والخشب والقصب، فأما الارض والعقارات فلا ميراث لهن فيه، (من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۳۴۷۔ جواہر الکلام ص ۱۷۹)

آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے پختہ اینٹیں، عمارت، شہتیر، اور بانس کی قیمت ہے لیکن زمین اور غیر منقولہ جائداد میں ان کے لئے کوئی میراث نہیں ہے (مترجم ج ۴ ص ۲۷۱)

یعنی زمین اور غیر منقولہ جائداد میں عورتوں کی میراث نہیں، ان کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا

ایک سوال اور اس کا جواب

☆... کیا ازواج مطہرات کے حجرے انہیں بطور میراث ملے تھے؟

حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات جن حجرات میں قیام پذیر تھیں شیعہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد انہیں چھوڑ دینا چاہئیے تھا کہ یہ اب امت کا مال تھا، نہ کہ ان کا۔ جب ازواج کو حجرات بطور میراث مل سکتے ہیں، تو اولاد کو فدک کیوں نہیں مل سکتا؟

☆... الجواب

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات جن حجرات میں مقیم تھیں وہ انہیں بطور میراث نہیں ملا تھا بلکہ حضور ﷺ نے خود اپنی حیات مبارک میں ہی انہیں ان کا مالک بنا دیا تھا، اور یہ گھر اب ان کے تھے جیسے حضور ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مکان بنا کر دے دئے تھے۔ قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے یہ حجرات ان کی اپنی ملکیت تھے، اللہ نے ان حجرات کو ازواج مطہرات کی ملکیت بتا کر انہیں مخاطب کیا ہے

وقرن فی بیوتکن (پ ۲۲ الاحزاب) تم اپنے گھروں میں رہو

اللہ تعالی نے ان کے گھروں کی نسبت ان کی طرف کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ گھر اب ان کے اپنے تھے، اس لئے ان حجرات کی وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہمیں کسی بھی روایت سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بقول شیعہ جس شدت کے ساتھ فدک پر دعوی دائر کیا تھا، یا حضرت علی مرتضی، حضرات حسنین کریمین، حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے کبھی ان حجرات کو بھی زیر بحث بنایا ہو اور اس کے بارے میں بھی آپ نے طویل طویل خطبات دئے ہوں اور ازواج مطہرات کو ان کے گھروں سے نکالنے کی تحریکیں چلائیں ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان پر قبضہ کر لیا ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سمیت دیگر ازواج کو ان گھروں سے نکل جانے کا حکم دیا ہو اور اس کے لئے گھر گھر دہائی دینے نکلے ہوں

یہاں یہ بات بھی غور طلب رہے کہ جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اسلام اجازت دیتا ہے کہ وہ اس کے گھر میں اپنے ایام عدت گزارے یہ ان کا حق ہے کیونکہ دوران عدت انہیں نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے

یہاں ایک اور بات پر غور فرمایئے کہ حضور ﷺ کے ازواج کی عدت کیا اس ضابطے میں آتی ہے؟ کیا عدت گزارنے کے بعد انہیں کسی دوسری جگہ گھر بسانے کی اجازت ہے؟ یا وہ سب ازواج اب قیامت تک حضور ﷺ کی ہی ازواج سمجھی جائیں گی اور ان کے ساتھ کسی کو شادی کی اجازت نہیں ہو گی اور ان کی عدت کے ایام بھی اس وقت تک دراز رہیں گے جب تک کہ وہ حیات ہیں تو پھر انہیں اس کا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اسی گھر میں رہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ جواب ہم نے اس صورت میں دیا ہے اگر کوئی نادان شیعہ ان حجرات کو میراث سمجھتا ہو۔

سو شیعہ علماء کی اس میں بات میں کوئی صداقت نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا تھا، یا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے آخر تک ناراض رہیں اور سلام وکلام نہ کیا۔ سچ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سب اتباع نبوی میں کیا تھا اور آپ کا دل ہمیشہ قرابت نبوی کی محبت میں دھڑکتا تھا آپ نے ہمیشہ قرابت نبوی کا لحاظ وخیال رکھا اور خاص طور پر حکم دیا تھا کہ تم لوگ حضور ﷺ کی قرابت داری کے لحاظ میں کوئی کوتاہی اور غفلت نہ برتنا

ارقبوا محمّدا ﷺ فی أهل بيته (صحیح بخاری ج۱ ص۵۳۰)

اے لوگو... حضور ﷺ کے گھر والوں کا خاص خیال رکھنا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے خوش تھیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمیشہ رفیق ومعاون رہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آخر وقت تک سیدہ فاطمہ

رضی اللہ عنہما کے قریب رہیں اور آپ کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی **فرضی اللہ عنھم اجمعین۔**

(۲) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلانے کا الزام

شیعہ ذاکرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں سے آگ لے کر آئے اور انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا اور ان پر دروازہ اس طرح گرا دیا کہ ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور اس بات پر تمام صحابہ خاموش رہے اس وقت کسی نے بھی ان کو نہیں روکا اور نہ کسی نے اس پر کسی ناراضگی کا اظہار کیا، جناب خمینی کے ممدوح ملا باقر مجلسی نے یہ افسانہ اس طرح بیان کیا ہے

> اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسماں ڈال کر مسجد میں لے گئے اور بروایت دگر جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں اس وقت عمر نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا اور سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھے شہید کیا
>
> (جلاء العیون ص ۱۵۲ اردو)

ملا مجلسی کے بیان کردہ اس مکروہ کہانی سے جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں

☆... حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر انہیں کھینچا گیا

☆... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تازیانہ سے اس طرح مارا کہ ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور زخمی ہو کر سوج گیا تھا

☆... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کرنے سے روک دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رک گئے

☆... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کا دروازہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا پر اس طرح گرایا کہ ان کی نہ صرف یہ کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں تھیں بلکہ ان کا حمل بھی ضائع ہو گیا تھا۔

☆...الجواب

ملا باقر مجلسی اور دیگر شیعہ ذاکرین کی جس طرح یہ بات جھوٹ ہے کہ حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہما کو رسیاں باندھ کر مسجد میں لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چپ چاپ ان کے پیچھے چل دئے اسی طرح ان کا یہ بیان بھی جھوٹ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گھر کا دروازہ گرایا اور جلایا تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

شیعہ مجتہدوں اور ان کے ذاکروں کے اس الزام میں ذرا سی بھی صداقت ہوتی تو اسلامی تاریخ میں تواتر کے ساتھ یہ واقعہ منقول ہوتا جبکہ تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ظلم کی یہ مکروہ کہانی پہلے معتزلہ فرقہ کے بانی ابراہیم بن سیار نظام نے گھڑی تھی، نظام معتزلی کی صحابہ دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اس نے صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی نہیں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اجلہ صحابہ کو بھی اپنے طعن کا نشانہ بنا کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے اور ان پر طرح طرح کے گھناؤنے الزام عائد کئے ہیں، علماء اسلام نظام معتزلی کے صحابہ پر لگائے الزامات کے مدلل جوابات دے چکے ہیں اور اس کے ایک ایک الزام کی حقیقت کھول چکے ہیں، معلوم نہیں شیعہ مجتہدوں اور ان کے ذاکروں کو نظام معتزلی کے اگلے ہوئے ہوئے لقمے بار بار چبانے میں کیا لذت ملتی ہے کہ وہ نہایت بے شرمی کے ساتھ ان الزامات کو دہراتے رہتے ہیں، ان کی کوئی مجلس اس الزام کے بغیر نہیں جمتی اور کسی ذاکر کی اس کے بغیر کہیں دال نہیں گلتی۔

شیعہ کے ممتاز محدث ملا باقر مجلسی نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ اس گھٹیا اور بے ہودہ الزام کا مرتکب یہی ملا نظام معتزلی تھا۔ موصوف نے مختلف کتابوں کے نام درج کرتے ہوئے کہا

نقلا عن النظام أنه قال: " ان عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى ألقت الجنين (المحسن) من بطنها وكان يصيح: احرقوا دارها بمن فيها، وما كان في الدار غير علي و فاطمة والحسن والحسين" (بحار الانوار. ج

۲۸ص۲۰۴)

(۲)شیعہ علماء اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ ان کے اس الزام سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تنقیص کے بجائے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی توہین زیادہ ہوتی ہے، بالفرض یہ الزام درست ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے اور گھر کی عزت بچانے کے لئے کیوں آگے نہ آئے، آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر افسوس کہ آپ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی،

شیعہ روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اتنے بے بس ہو چکے تھے کہ لوگ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر لے جارہے تھے اور وہ سر جھکائے خاموشی سے چل رہے تھے۔ کیا کوئی مسلمان اس لغو الزام کی حمایت کر سکتا ہے؟(استغفر اللہ)

کسی شیعی روایت سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر کبھی کوئی احتجاج کیا ہو اور (بقول شیعہ علماء) مافوق الفطرت طاقت رکھنے کے باوجود آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی خیال آیا اور نہ انہیں اپنے گھر کی عزت بچانے کی کوئی فکر پیدا ہوئی،

سوذرا سے غور سے یہ سچائی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا دروازہ توڑا، نہ کبھی اس گھر کو آگ لگائی گئی تھی، اتنا بڑا حادثہ اور سانحہ ہو جائے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اس پر بالکل خاموش رہیں یہ بات شیعہ کی عقل میں آتی ہے تو آتی رہے، کوئی سمجھ دار انسان اسے قبول نہیں کر سکتا۔

علامہ جلال الدین محمد بن اسعد دوانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر دروازہ گرائے جانے کی بات نری جھوٹ ہے

هذا كذب محض... هذا إلا كذب من الرافضة وتصوير.(الحجج الباهرة ص۲۹۵۔۲۹۷)

آپ فرماتے ہیں کہ تم سوچو کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ جیسے بہادر آدمی کے گھر میں یہ واقعہ پیش آجائے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اس پر خاموش بیٹھے رہیں، پھر نہ

صرف آپ بلکہ آپ کی پوری برادری (قریش اور بنو ہاشم) بھی اس عظیم حادثہ فاجعہ پر خاموشی اختیار کرلیں اور کسی کی طرف سے صدائے احتجاج بلند نہ ہو؟ اور نہ ان کی طرف سے کبھی کسی مدد کی آواز آئے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برادری کھلی آنکھوں ان کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین دیکھیں اور اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیں؟ کیا کوئی غیرت مند شخص اور اس کی برادری اس قسم کے واقعہ پر چپ رہ سکتی ہے؟ معلوم نہیں شیعہ علماء اس قسم کے واقعات تراش کر کیوں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے پر تلے بیٹھے ہیں؟

أن ذلك فيه نسبة خساسة وعجز إلى علي رضي الله عنه وبني هاشم، لأن عليا الشجاع الأعظم من الآل والصحب ومعه عصبة القبيلة العظمى من قريش وهم أبطال بني هاشم قبيلة النبي – صلى الله عليه وسلم ––– فكيف يجوز أن يصبروا على إهانة مخدومهم وابن مخدومهم. (الحجج الباھرۃ ص۲۹۶)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں

یہ ساری باتیں ان کی من گھڑت افتراء اور بے اصل و جھوٹ ہیں ان پر عقل کا اندھا اور بے بہرہ ہی یقین کرے گا اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ یہ روایات خود شیعی روایات سے بھی ٹکراتی ہیں اور ان کے جھوٹ کا بھانڈہ پھوڑتی ہیں (تحفہ اثنا عشریہ ص۹۷)

آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ

یہ قصہ سراسر بہتان اور بدترین افتراء اور جھوٹ ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اس لئے امامیہ حضرات کی اکثریت اس قصہ کی سرے سے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ آپ نے ان کا گھر جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ ارادہ عمل میں نہیں آسکا حالانکہ قصد وارادہ دل کی کیفیت ہے جس پر خدا کے سوا اور کوئی

مطلع نہیں ہو سکتا (تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۶۸)

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ) شیعہ کے الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

> اور یہ جو آپ بہتان طوفان افتراء کرتے ہیں کہ صحابہ نے خانہ اہل بیت جلایا تھا یہ بالکل افتراء و کذب اعدائے (اہل بیت) دوست نما کا ہے اہل سنت کی ایک کتاب میں بھی اس کا کہیں کچھ ذکر نہیں... ہاں البتہ ہمارے پاس آپ کی کتب معتبرہ حجت ہیں کہ وہ (یعنی صحابہ) سب عدول اور محب اہل بیت وعترت تھے (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۶)

حضرت مولانا عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۹ھ) شرح عقائد نسفی میں اس الزام کے متعلق لکھتے ہیں

> **قلنا کذب محض** ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص جھوٹ ہے

آپ یہ بھی لکھتے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مارا تھا اور اس سے ان کا حمل ضائع ہو گیا تھا یہ شیعوں کے جھوٹ میں سے ایک ہے

> **وان عمر ضربها حتى اسقطت الولد وماتت فمن أكاذيب الروافض** (نبراس ص ۳۲۹)

اگر شیعہ ذاکرین کو اہل سنت کے اس بیان سے اتفاق نہ ہو تو وہ نہج البلاغۃ کے شارح ابن ابی الحدید سے سن لیں۔ موصوف نہج البلاغۃ کی شرح میں لکھتے ہیں

> **و أما ذكره من الهجوم على دار فاطمة و جمع الحطب لتحريقها فهو خبر واحد غير موثوق به و لا معول عليه في حق الصحابة بل و لا في حق أحد من المسلمين ممن ظهرت عدالته** (شرح نہج البلاغۃ ج ۴ ص ۶۳۱)

حضرت فاطمہؓ کے گھر لوگوں کا ہجوم، اور لکڑیاں لانے کا واقعہ خبر واحد ہے جو

قابل اعتماد نہیں ہے، اور نہ ہی قابل اعتبار ہے، نہ یہ چیز صحابہ کے حق میں جائز ہے، بلکہ مسلمانوں میں سے جن کی عدالت و دیانت ظاہر ہے ان میں سے کسی مسلمان کے بارے میں بھی ایسا کہنا اور سمجھنا جائز نہیں۔

مشہور ایرانی شیعہ عالم حجت الاسلام رضا حیدری کی بات پر بھی کان دھرئے۔

من بصراحت می گویم شہادت حضرت فاطمہ (س) برایم قابل اثبات نیست، وروایات دال بر شہادت باعقل سلیم سازش ندارند

میں صاف صاف کہتاہوں کہ حضرت فاطمہ کی شہادت میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور جو روایات ان کی شہادت پر دلالت کرتی ہیں وہ عقل سلیم کے مطابق معلوم نہیں ہوتی

حوزہ علمیہ قم کے مدرس اور مفید یونیورسٹی کے پروفیسر شیعہ کے حجت الاسلام والمسلمین ڈاکٹر عبدالرحیم سلیمانی اردستانی بھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پھیلائے جانے والے ظلم وستم اور ان کی مظلومیت وشہادت کو تسلیم نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ صاحب بھی اس وقت انہی کے متعصب اور متشدد علماء کے ظلم کا شکار ہیں۔ ایک صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں

شہادت و مظلومیت زہراء (س) کا انکار کرنا آپ کا جرم بن گیا ہے، حالیہ ایام میں آپ کے خلاف اسی انداز میں مخالفین غلط زبان، الزامات اور فتاوے جاری کررہے ہیں جیسے کبھی آیت اللہ سید فضل اللہ مرحوم کے خلاف ہوا تھا۔ اللہ ڈاکٹر صاحب کی حفاظت فرمائے

ان کے متعلق ایک اور شیعہ عالم لکھتے ہیں کہ

حوزہ علمیہ قم سے اٹھنے والی ایک آواز جس نے بہت سارے خرافات کے خلاف کھل کر اظہار کیا اور روایات پسندی کے بجائے عقل گیرائی کی طرف

توجہ دی

صدیوں سے بنی ایک بناوٹی کہانی "افسانہ ہجوم وشہادت فاطمہ س" کو ببانگ دہل انکار کرنے کی جرات کی اور بتایا کہ کتب شیعہ میں لکھی ہر بات صحیح نہیں ہوتی ائیے عقل پر پرکھنا ہوتا ہے یہ واقعہ اگر تسلیم کریں تو یہ علی علیہ السلام کی توہین ہے، شاید فضل اللہ مرحوم کے بعد آپ کے خلاف بھی ایک محاذ بنتا نظر آرہا ہے مگر یہ ان کا اہم کارنامہ ہے کہ حوزہ علمیہ قم کے ایک استاذ نے بلاخوف اس قضیہ کا انکار کیا ہے اور پورے واقعہ کو ہی وقل کے منافی قرار دیا ہے (علامہ آغا سید علی بلتستانی چینل)

بلتستان کے مشہور شیعہ مجتہد آیت اللہ آغا شرف الدین موسوی کی ایک ویڈیو ریکارڈنگ میں ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کا خیال ہے اس بارے میں کہ بی بی فاطمہ پر عمر نے ظلم کیا، گھر جلایا، دھمکی دی، اسقاط جنین کیا۔ جناب موسوی صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ

ہماری ایک کتاب فدک وما ادراک ما الفدک پڑھیں، اس میں بتلایا ہے کہ یہ سب کھلا جھوٹ ہے، حضرت علی کا کوئی ایک جملہ تو بتاؤ خلفائے راشدین کے بارے میں شکایت کا، سلیم بن قیس یہ مجہول آدمی ہے، غلط آدمی ہے

آغا سید علی شرف الدین موسوی بلتستانی سے جب یہ پوچھا گیا کہ "حضرت عمر کا دفاع آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو موصوف نے اس کا جو جواب دیا اسے ملاحظہ کیجئے

ہم ان کا کیوں دفاع کرتے ہیں، ان سوالات کا جواب واضح ہے جب سے میری بصیرت کی آنکھ میں روشنی آئی اور اس سے مجھے واضح ہوا کہ اہل بیت کے نام سے دھوکہ دے کر اہل بیت قداحی وغیرہ کی پیروی کروائی جارہی ہے اور اہل بیت حقیقی کے نام پر مشرکین کی بت پرستی کا احیاء کیا جارہا ہے اور نت نئی بدعات اور خرافات کو فروغ دے کر ان کو دین محمدؐ کا نام دیا جارہا

ہے, یہاں سے مجھے یقین ہوا کہ حضرت عمر کے بارے میں گھڑی گئی باتیں اکاذیب وکہانیاں ہیں, ان کا دامن پاک تھا وہ مظلوم ہیں اور مظلوم کا دفاع کرنا ہماری ذمہ داری اور فرض ہے تاکہ امت محمد یہ جو ان جھوٹی کہانیوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کی دشمن بنی ہے، اس دشمنی کا خاتمہ ہو.

(کتاب رشد ورشادت ص ۹۳)

ایک شیعہ افغانی محقق محمد حسین فیاض جنہوں نے مشہد میں بھی تعلیم حاصل کی تھی انہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''زندگی تحلیلی حضرت زہرا(س)'' میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے ایک افسانہ قرار دیا اور دلائل کے ساتھ اس افسانہ کا رد کیا ہے۔ جس پر انہیں کئی سال ایران کی جیل میں بھی وقت کاٹنا پڑا تھا

عالم عرب کے مشہور شیعہ عالم آیت اللہ کمال الحیدری کے شاگرد آیت اللہ شیخ اسامہ الساعدی نے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف پیدا کئے جانے والے تعصب اور نفرت کھول کر رکھ دیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ سب صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ایران اور دوسرے ممالک کو فتح کیا تھا اور ان پر اسلامی پرچم لہرایا تھا۔ موصوف لکھتے ہیں

الخليفة عمر بن الخطاب جزء من التاريخ وهو بين يدي ربه منذ مئات السنين، ولا يحسن بأتباع أهل البيت الحقيقيين التعرض لرموز المسلمين بالسب والشتم؛ فهذه لغة الجبن والفشل وليست أسلوب أهل البيت ولا تشبه أخلاقهم.

ليعلم من لا يقرأ بأن كثيرًا من هذا العبث الطائفي سببه التاريخ المزيف وصراعات الخلافة سابقًا وفتوح عمر بن الخطاب للبلدان ؛ وقد بقي هذا الحقد وتجمعت هذه التركة الثقيلة واختُرعت لها الكثير من القصص الخيالية وتحوّلت بمرور الزمان إلى (روايات) و

إلى ما يشبه الدين والمعتقد. والحال أنها لا ربط لها بالدين ولا بالمعتقد الشيعي الصحيح.

وإنك لتعجب للمسلم الذي يجلس مع البوذي والهندوسي فيحترم معتقده ورموزه؛ ولكنه لا يحترم رموز أخيه المسلم الذي يصلي معه إلى قبلة واحدة ويقرأ معه قرآنًا واحدًا. وهذا إن دل على شيء فإنما يدل على الابتعاد عن روح الإسلام ومبادئ النبي وأهل بيته الكرام

خلیفہ عمر بن خطاب تاریخ کا حصہ ہیں اور وہ صدیوں پہلے اپنے رب کے حضور جا چکے۔ اہلِ بیتؑ کے حقیقی پیروکاروں کے شایانِ شان نہیں کہ وہ مسلمانوں کی شخصیات کو سبّ و شتم کا نشانہ بنائیں؛ اس طرح کی زبان "بزدلی اور ناکامی" کی علامت ہے، اور نہ ہی یہ اہلِ بیتؑ کے طریقے سے مناسبت رکھتی ہے اور نہ ہی ان کے اخلاق سے ملتی ہے۔

جو لوگ پڑھتے نہیں، وہ جان لیں کہ اس فرقہ وارانہ انتشار کا بڑا سبب وہ "جھوٹی تاریخ" ہے جو ماضی میں خلافت کے تنازعات اور "حضرت عمر بن خطاب کی فتوحات" کے پس منظر میں وجود میں آئی۔ اس نفرت نے صدیوں تک جمع ہو کر ایک بھاری ورثے (احادیث) کی شکل اختیار کر لی، اس کے لیے "خیالی قصے "گھڑے گئے، پھر وقت گزرنے کے ساتھ وہ "روایات" اور ایک طرح کا "مذہب وعقیدہ" بن گئیں۔ حالانکہ ان باتوں کا نہ دین سے کوئی تعلق ہے اور نہ صحیح شیعہ عقائد سے۔

حیرت ہوتی ہے اُس مسلمان پر جو بدھ مت کے ماننے والے اور ہندو کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے عقیدے اور اُن کی مذہبی شخصیات کا احترام کرتا ہے، لیکن اپنے ہی مسلمان بھائی کی شخصیات کا احترام نہیں کرتا—اس مسلمان

بھائی کا، جو اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور اُسی قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ یہ رویہ کسی بھی چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے تو وہ اسلام کی روح اور نبی اکرمؐ واہلِ بیتؑ کی تعلیمات سے دوری ہے

راقم الحروف نے "سیدنا عمر فاروقؓ" کی دوسری جلد میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور دلائل سے واضح کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہے

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اتنا گھٹیا الزام لگانے کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب وقت کے ممتاز عالم حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۷ھ) سے سنئے اور بات کی تہہ تک پہنچ جایئے۔ آپ لکھتے ہیں

یہ سب تہمتیں صنعاء کے یہودیوں کے بڑوں کی طرف سے ہیں اور ایران کے مجوسیوں کی پیدا کردہ ہیں جنہوں نے اپنے جگر میں فاروق اعظم کے ہاتھوں کاری زخم کھائے ہوئے تھے اور اپنے سینہ میں دیرینہ عداوت کے تخم کاشت کئے ہوئے تھے (منتہی الکلام ص ۵۳)

اس کا حاصل یہ ہے کہ منافقین اور یہود جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور انہیں آپ کے ہاتھوں مسلسل ہزیمت اٹھانی پڑیں جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا تو انہوں نے آپ کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے قصے وضع کئے اور اس تسلسل اور مہارت کے ساتھ لوگوں میں پھیلائے کہ جھوٹ کو سچ سمجھا جانے لگا اور کسی شیعہ نے اس حقیقت کو تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خلاف اتنا بڑا جرم اور ظلم ہو رہا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنی ہاشم کیا کر رہے تھے؟ کیا وہ سب کے سب بزدل اور بے بس تھے؟ اور وہ کھلی آنکھوں آل رسول کی حرمت پامال ہوتے دیکھتے رہے اور ان کا جان دینا تو درکنار ان کی زبان پر احتجاج تک کے کوئی الفاظ نہ آئے۔

نجف (عراق) کے ممتاز شیعہ عالم السید حسین الموسوی لکھتے ہیں

جب میں نے اپنی تعلیم مکمل کرلی اور مجھے وقت کے مشہور عالم سماحۃ الامام

سید محمد آل حسین کاشف الغطاٰ پرنسپل حوزہ (درسگاہ) کی طرف سے افتاء واجتہاد کے رتبے پر فائز ہونے کی امتیازی ڈگری عنایت کی گئی میں نے تب اس موضوع پر سنگیدگی سے غور شروع کر دیا کہ ہم مذہب اہل بیت پڑھتے ہیں مگر ہمارے نصاب تعلیم کے اندر اہل بیت کی شان میں گستاخی اور ان کی عزت پر بہت رکیک حملے کئے گئے ہیں اور یہ کہ ہم شرعی نصوص تو پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی عبادت بہتر انداز میں کر سکیں مگر یہاں ایسی نصوص پائی جاتی ہیں جو پروردگار کی ذات اقدس کے ساتھ صریح کفر پر مبنی ہیں (کشف الاسرار ص ۳ مترجم)

بحرین کے سابق شیعہ عالم آیت اللہ ابو خلیفہ علی بن محمد قضیبی ایک اور معروف شیعہ عالم آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں

سید فضل اللہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پر ظلم وزیادتی کے قصہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ذرا تم اس بارے میں فہم وادراک سے کام لے کر سوچو کہ اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور تمہاری بیوی کی آبروریزی کرے اور اس کو مارنے کی کوشش کرے تو کیا تم اپنے گھر میں حجرے کے اندر بیٹھے تماشہ دیکھتے رہوگے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے ہوئے چپ ہو جاؤگے یا تم بھی اس شخص پر حملہ آور ہو جاؤگے جو تمہاری بیوی کو مارنے یا اس پر حملہ کرنے کی غرض سے تمہارے گھر میں گھس آیا ہے

حضرت فاطمہؓ کے شوہر حضرت علیؓ ہیں جن کی دلیری کا پوری دنیا میں سکہ بیٹھا ہوا تھا ایسا جوان مرد لوگوں کو حضرت فاطمہؓ پر اس وحشیانہ طور پر بآسانی حملہ کے لئے چھوڑ دے گا اور خود گھر میں دم دبا کر نعوذ باللہ بیٹھ رہے گا اور لاحول کہنے پر اکتفا کرے گا کیا تم میں سے کوئی شخص ایسی صورت حال میں

یہ رویہ اپنانا گوارا کرے گا ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو ایسی صورت حال میں یہ بزدلانہ موقف اختیار کرے گا (الحوزۃ العلمیۃ تدین الانحراف ص ۲۷۔)

سید فضل اللہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیوں دروازہ کھولنے گئیں؟ ... ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرو کہ اگر تم گھر میں موجود ہو اور تمہاری بیوی بھی تمہارے ساتھ ہو اور کوئی شخص آکر دروازہ کھٹکھٹائے، خاص طور سے اگر تم کو پتہ ہو کہ تمہاری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں تو کیا تم اس موقع سے اپنی بیوی سے کہو گے کہ تم نکل کر دیکھو معاملہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل ہیں، اور ان کے پاس غیرت و حمیت کا فقدان ہے، اور وہ اسلامی غیرت و حمیت سے عاری ہیں۔ شیعوں کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت کی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں کوئی معرکہ سر نہیں کریں گے، اور نہ اپنی بیوی کی طرف سے کسی قسم کی مدافعت کریں گے، ... انا للہ وانا الیہ راجعون (ایضاص ۲۸۔ اہل بیت واصحاب رسول ص ۵۶ مترجم از شیخ قضیبی)

شیعہ عالم سید محمد حسین فضل اللہ کا یہ بیان انٹرنیٹ پر عربی میں اردو ترجمہ کے ساتھ موجود ہے جس میں موصوف ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کر رہے ہیں اس اجتماع میں ہزاروں علماء اور آیت اللہ صاحبان تشریف موجود ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی جرات نہ ہوئی کہ وہ موصوف کے اس بیان کی تردید کر سکیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم موصوف کے خطاب کے ایک حصہ کا ترجمہ ذیل میں نقل کر دیں، شاید اس سے کسی نادان شیعہ کو اس قسم کے لغو اور گستاخانہ عقیدہ سے توبہ کرنے کی توفیق مل جائے موصوف کہتے ہیں

جب ہم زہرا کی یادیں تازہ کرتے ہیں تو ہمارے لئے بہت ضروری ہو جاتا ہے

کہ ہم ان کی معطر اور طیب سیرت کے بارے میں بھی ضرور جانیں کیونکہ سب سے بڑا مسئلہ بہت لوگوں کے ساتھ یہ ہے کہ وہ بی بی زہراء کی زندگی کا ذکر صرف ایک سانحہ کے طور پر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی خوبصورت شخصیت کو بھول کر صرف ایک مسئلے پر متوجہ رہتے ہیں کہ زہرا کی پسلی توڑ دی گئی تھی ،اور یہ مسئلہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ کیوں ؟ کچھ لوگ آپ سے یہ کہیں گے کہ سیدہ زہراء کی پسلی ٹوٹ جانے پر یقین نہیں کرتے ، جیسے کہ زہرا کی پسلی ٹوٹ جانا دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہو ۔میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ساتھ ایک لمحے کے لئے ذرا سوچیں، بی بی زہراء حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی امانت تھی اور وہ تمام امت کے نزدیک محبوب ترین شخصیت تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے

بہر حال اگر واقعی حضرت عمرؓ نے بی بی زہراء کو قتل کیا ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت کیا کر رہے تھے ؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل تھے ؟ تم میں سے جو جو شادی شدہ ہے، فرض کرو کہ کوئی تمہاری بیوی پر حملہ کرے، یا قتل کا ارادہ کرے، تو کیا تم بیٹھ کر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو گے، یا اس کا دفاع کرو گے، اگر تم اپنی بیوی کا دفاع نہیں کر سکتے تو لوگ تمہارے بارے میں کیا کہیں گے یہ تو تھی پہلی بات...

دوسری بات یہ ہے کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں اس وقت اکیلے تھے ؟ وہاں پر بنی ہاشم کا خاندان موجود تھا اور تو اور بی بی زہرا کو لوگ کس طرح چھوڑ سکتے تھے کہ کوئی ان کی پسلی توڑ دے، تو کوئی تلوار سے ان کے دو ٹکڑے کرنے دے، ان کے سینے میں کیل اتار دے، کیا ایسی باتوں کو عقل

تسلیم کرتی ہے، سوچو، غور کرو

لوگ اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو منع کیا تھا کیا مطلب؟ نبی ﷺ نے علی کو منع کیا تھا۔ کیا انہوں نے اپنی موت سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ اے علی، اگر فاطمہ پر کوئی حملہ کرے تو تم نے اس کا دفاع نہیں کرنا۔ کیا ایک انسان جس کے پاس تھوڑی سی عقل ہو ایسا سوچ سکتا ہے، کیا یہ بات منطقی ہے کہ نبی ﷺ نے علی سے کہا ہو کہ اگر کوئی میری بیٹی کو قتل کرنا چاہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین بیٹی تھی۔ اسی لئے میں صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ میں واللہ اس کہانی سے اتفاق نہیں کرتا اور تم جانتے ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو، یہ کیا کہہ رہے ہیں ،لوگ بی بی زہراء کی پسلی زبردستی توڑوانے پر تلے ہوئے ہیں

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت زہراء خود بھی بہت طاقتور ہوا کرتی تھیں جس کے بارے میں ہم بات کریں گے، بہت سے لوگ اس قصے کو سناسنا کر رلانے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ان کی عقل اس بات کو بالکل تسلیم نہیں کرتی ،اور اب تم نے مجھ سے یہ بات سن لی تو تم خود بھی اپنی عقل سے سوچو کہ اگر یہ واقعہ تمہارے ساتھ پیش آئے تو تم کیا کروگے، تو پھر تم کیسے یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں قبول کر لیتے ہو

ایک شخص نے کسی غیر شیعہ خطیب کو یہ کہتے سنا کہ تم شیعہ لوگ کیوں کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں وہ تو شیر تھے شیر؟ تو وہ بولا کہ وہ کیسے شیر تھے جنہوں نے اپنی بیوی کا دفاع تک نہیں کیا تھا؟۔۔الخ

آپ اہل سنت علماء اور شیعہ کے غیر متعصب علماء کے ان بیانات پر جتنا غور کرتے جائیں گے شیعہ پروپیگنڈہ کی حقیقت کھلتی چلی جائے گی اور یہ مانے بغیر چارہ نہیں رہے گا کہ صحابہ کرام

بالخصوص خلفائے راشدین کو بدنام کرنے کی یہ مہم اسلام دشمنوں کی اٹھائی ہوئی ہے اور وہ اپنے مذموم عزائم ومقاصد کے لئے ہر ممکن وسائل کا استعمال بھی کرتے ہیں تاہم اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جھوٹ کا پردہ بالآخر چاک ہو کر رہتا ہے اور کاغذ کی ناؤ کبھی ہمیشہ نہیں چلتی۔ یہ لوگ خلفائے راشدین ازواج مطہرات... اور بنات الرسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف جس قدر شور مچانا چاہیں، مچالیں، تاہم ناکامی ہمیشہ ان کا مقدر رہی ہے، اور آئندہ بھی انشاء اللہ رہے گی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

۵ صفر ۱۴۳۱ھ ۲۲ جنوری ۲۰۱۰

ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر کی چند علمی فکری اور اصلاحی مطبوعات

